الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إنی واللہ ما أخاف علیکم أن تشرکوا بعدی

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد کبھی شرک کرو گے، (بخاری جلد 2 صفحہ ...)

ازالہ اوہام شرک و بدعت اور اثبات عقائد و معمولات اہلسنت پر لاجواب کتاب

نور الہدیٰ

حسب الارشاد

قبلہ عالم حضرت الحاج پیر سید

محمد باقر علی شاہ بخاری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

مؤلفین
علامہ قاری خالد محمود نقشبندی مجددی
مہتمم جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ
// خادم حضور محمد رفیق کیلانی گولڈ میڈلسٹ

دار التبلیغ آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ)

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد کبھی شرک کرو گے، (بخاری جلد 2 صفحہ ۹۷۵)

ازالہ اوہام شرک و بدعت اور اثبات عقائد و معمولات اہلسنت پر لاجواب کتاب

نور الھدیٰ

حسب الارشاد

قبلہ عالم حضرت الحاج پیر سید

محمد باقر علی شاہ بخاری صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

مؤلفین

علامہ قاری **خالد محمود** نقشبندی مجددی

مہتمم جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ

//

خادم حضور **محمد رفیق کیلانی** گولڈ میڈلسٹ

دار التبلیغ آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکمِ تصنیف: سر تاج الاولیاء غوث الاغیاث قبلۂ عالم الحاج حضرت پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم العالیہ القدسیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

بہ دعا و شفقت: سیدی وسندی حضور قبلہ چن جی سرکار آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

نام کتاب: نور الہدیٰ (لازالة اوہام الشرک والبدعة والخطا)

نام مصنف: علامہ قاری خالد محمود نقشبندی مجددی کیلانی

مولانا محمد رفیق کیلانی ایم اے (گولڈ میڈلسٹ)

ناشر: دار التبلیغ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

ایڈیشن: اول (گیارہ سو تعداد) 20 ستمبر 2006ء

ایڈیشن: دوئم (گیارہ سو تعداد) 5 فروری 2007ء

انتساب

ہم ناچیز، اس تصنیف کا انتساب حضور غوث الاغیاث، قطب الاقطاب، حضور قیوم العصر، حضرت قبلہ عالم، حضرت الحاج **پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری** نقشبندی مجددی دامت برکاتہم القدسیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے نام کرتے ہیں کہ جن کے کرم نے دینی ودنیاوی سعادتوں سے ہمارا دامن مراد بھر دیا ہے اور جنہوں نے اپنی نگاہ فیض اور روحانی تصرف سے رد شیعیت ونجدیت میں پچاس کتب اپنے خدام علماء سے تصنیف کروا کر وہ کام کیا کہ نگاہ شوق صدیوں جسکی منتظر رہتی اور جنکی سراپا نور صورت وسیرت دورِ حاضر میں صداقتِ اسلام کی بیّن دلیل ہے

عہدِ فاروق از جمالش تازہ شد
حق زحرف او بلند آوازہ شد

ہزاروں خدام کی دعا میں یا اللہ ہماری بھی یہ دعا قبول فرما۔

دونوں عالم میں رہیں بے خوف ہم ہر خوف سے
مرشدی باقر علی، شیرِ خدا کا ساتھ ہو

(ناچیز محمد رفیق کیلانی خادم حضور)، (قاری خالد محمود نقشبندی)

الاهداء

ہم یہ تصنیف حضور غوث الاغیاث ،قطب الاقطاب ،حضور قیوم العصر ،حضرتنا و مرشدنا قبلہ عالم پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم القدسیہ کے لختِ جگر و نورِ نظر ،بے مثل باپ کے بے مثل روحانی جانشین ؛ عالمی مبلغِ اسلام ،سیدنا و سندنا ،ہمارے قبلہ و کعبہ حضرت الحاج پیر سید **محمد عظمت علی شاہ صاحب بخاری** دامت برکاتہم القدسیہ کی خدمتِ اقدس میں ہدیہ پیش کرتے ہیں ۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

(قاری خالد محمود نقشبندی مجددی کیلانی)

(ناچیز خاکپائے کوچہ مُرشد محمد رفیق کیلانی)

فہرست مضامین

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم امابعد قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی کلامہ المجید و الفرقان الحمید " افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علیٰ نور من ربہ"

کتاب ہذا کی تصنیف کا نورانی پس منظر:۔ ہمارے شیخ المشائخ، زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، سرتاج الاولیاء، مخدومِ ملتِ اسلامیہ اور عالمِ اسلام کی عظیم روحانی شخصیت، قیوم العصر حضرت قبلہ عالم الحاج حضرت پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ) جون 2006ء میں حرمین شریفین عمرہ شریف اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضری کیلئے تشریف لے گئے ویسے تو حضرت موصوف کی اللہ کریم کے فضل وکرم اور حضور سید عالم نور مجسم رحمت عالم حضور پرنور نبی کریم رؤوف و رحیم ﷺ کی خصوصی نظر رحمت پاک اور سلسلہ طریقت والے سائیوں کی دعاؤں اور برکتوں سے ہر سال اور بعض اوقات سال میں دو دو مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری ہوتی رہی لیکن یہ حاضری اس لحاظ سے بہت ہی بابرکت اور انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ سلسلہ عالیہ سے منسلک ایک خوش

نصیب کو اپنے بیٹے کی بیماری کی پریشانی میں اضطراری کیفیت میں ایک ہزار مرتبہ درود شریف

پڑھ کر محو استراحت ہونے کے بعد حضور سید عالم، نورِ مجسم، جانِ کرم، نورُ الانوار، رؤف ورحیم آقا ﷺ اپنا دیدارِ پُر انوار کراتے ہیں اور حکم فرماتے ہیں کہ بیٹے کی بیماری کے بارے پریشان نہیں ہونا صبح حضرت کیلیانوالہ شریف جا کر پانی دم کرانا اور ہمارے شیخ حضور قبلہ موصوف مذکور الصدر کا اسم مبارک لیا اور فرمایا ''انہیں میری طرف سے پیغام دینا کہ میرے پاس اب مدینہ شریف کب آنا ہے''؟ الحمد لله رب العالمین! اپنے رحیم وکریم آقا ﷺ کا یہ نورانی پیغام سن کر عاشقِ صادق پر کیا کیفیت وارد ہوئی ہوگی یہ یا تو کریم مدنی آقا ﷺ جانتے ہیں یا ان کے یہ پیارے عاشق صادق اور لخت جگر! بس اسی وقت مدینہ منورہ شریف حاضری کی تیاریاں شروع کر دی گئیں اور اس حاضری کے دوران قریباً تیئس روز مدینہ منورہ شریف زاداللہ شرفہ وتعظیمہ واجلالہ میں قیام نصیب ہوا۔ شب وروز کریم آقا رحمۃ العالمین ﷺ کی آغوشِ رحمت پاک میں حاضری کے دن گذرتے گئے تاوقتیکہ واپسی میں صرف سات آٹھ روز باقی رہ گئے تو کریم آقا ﷺ کی بارگاہ اقدس سے ہمارے حضرت کے قلبِ پُر انوار میں یہ خیال مبارک جاگزیں ہو گیا کہ مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی قرار دینے والوں کے رد میں کتاب تصنیف کروائی جائے پھر یہ خیال مبارک سرکار کی بارگاہ سے لمحہ بہ لمحہ دوران حاضری بہ کمال و اتمام شرح صدر کی صورت اختیار کر گیا لیکن جیسا کہ قارئین کے علم میں ہے کہ اس سے پہلے ردِّ رافضیت ونجدیت اور مسلکِ اہل سنت کی حقانیت

کیلئے ہمارے شیخ کامل قبلہ عالم حضرت صاحب مدظلہ العالی اپنے خدام علماء سے تقریباً پچاس کتب تصنیف کروا چکے ہیں اور ان میں سے بیشتر اپنی ذاتی گرہ سے بار بار شائع کروا کر ملک بھر میں فی سبیل اللہ تقسیم عام بھی فرما چکے ہیں لہٰذا مزید کوئی تصنیف کروانا آپ کے ذہن مبارک میں بالکل نہ تھا۔ یہ کتاب بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی شرحِ صدر کی بنا پر ہمارے قبلہ عالم نے دار التبلیغ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف شعبہ تصنیف و تالیف سے منسلک اپنے خدام علماء کو عمرہ شریف سے واپسی پر فوری طور پر تصنیف کرنے کا حکم فرمایا اور الحمد للہ رب العلمین! کہ ہم دو ساتھیوں کو سائیوں نے اس عظیم سعادت کیلئے قبول فرمالیا جس طرح کہ منجانب اللہ شرح صدر کی فضیلت میں درج بالا آیت مبارکہ کا ترجمہ ہے "وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کیلئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے" بفضلہ تعالیٰ اس کتاب کے جملہ مضامین میں بارگاہِ نبوت سے ہونے والے انشراحِ صدر کے نورانی جلوے قارئین کے قلب ونظر کو منور و معطر کریں گے اور اہل جنت، اہل سنت و جماعت پر جو گروہ شرک و بدعت سے لبریز بے مہاری زبانیں دراز کرتے ہیں، وہ بھی اگر نظر انصاف سے اس کتاب مستطاب کا مطالعہ کریں گے تو ان شاء اللہ العزیز بارگاہِ نور الانوار صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا کردہ شرحِ صدر کے نور ہدایت سے ان کے تمام اوہامِ شرک و بدعت کا ازالہ ہو جائیگا اسی وجہ سے اس کتاب کا نام بھی "نور الھدیٰ لازالۃ اوہام الشرک والبدعۃ والخطا" رکھا گیا ہے۔ جو کہ مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کے عقائدِ توحید و رسالت و ولایت اور معمولات اہل سنت کے حق ہونے کے دلائل پر مشتمل ہے۔ اور مقدمہ کتاب میں ہم عقیدہ کی اہمیت اور باخدا لوگوں کے نزدیک عقیدہ توحید کا مطلب ذیل میں قدرے تفصیل سے

لکھ رہے ہیں۔

قارئین! مسائل شریعت دو قسم ہیں ایک وہ جن کا تعلق محض تصدیق قلبی اور اعتقاد سے ہے اور دوسرے وہ جو تصدیق قلبی کے ساتھ عملِ جوارح سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ قسم اول کا نام عقائدِ اسلام ہے اور قسم ثانی اعمالِ اسلام کہلاتی ہے۔ عقائد اصل ہیں اور اعمال فرع، اسلام میں عقائد کو اعمال سے وہی نسبت ہے جو درخت کی جڑ کو اسکی شاخوں سے اور مکان کو اسکی بنیادوں سے ہوتی ہے۔ مختلف فرقوں میں اختلاف کا دارومدار اختلافِ عقائد پر ہے نہ کہ اختلافِ اعمال پر۔ یہی وجہ ہے کہ حنفی مالکی شافعی، حنبلی باوجود اختلافِ اعمال کے سبھی اہل سنت و جماعت ہیں کیونکہ عقائد میں متفق ہیں اور دیگر فرقِ ضالہ اختلافِ عقائد کی بنا پر اہل سنّت و جماعت سے خارج الغرض عقائد کی درستگی کے بغیر اعمال نامقبول اور نجات کا مدار صحتِ عقائد پر ہے۔

(1) غوث الخلائق، کشاف الحقائق، امام ربانی قندیل نورانی سیدنا مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی فاروقی حنفی ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکاتیب عالیہ میں جگہ جگہ اولاً تصحیح عقائد اور ثانیاً تصحیح اعمال پر زور دیا ہے چنانچہ مکتوب ۲۶۶، دفتر اول حصہ چہارم میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”فرض نخستیں بر عقلاء تصحیح عقائد است بموجب آرائے صائبہ اہل سنت و جماعت شکر اللہ سعیہم کہ فرقہ ناجیہ اند“۔

ترجمہ:۔ عقلمندوں پر سب سے پہلا فرض اہل سنت و جماعت شکر اللہ سعیہم کی حق و صواب پر مبنی آراء کے موافق اپنے عقائد کو درست کرنا ہے کیونکہ یہی گروہ نجات پانے والا ہے“

(2) اسی طرح مکتوب نمبر ۶۷ دفتر دوم حصہ ہفتم میں خان جہان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔ ''سعادت ونجابت آثارا! آدمی راازتصحیح اعتقاد بموجب آرائے فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ سواد اعظم و جم غفیر اند چارہ نبود تا فلاح و نجاتِ اخروی متصور شود وخبثِ اعتقاد کہ مخالفِ معتقداتِ اہل سنت است سم قاتل است کہ بموت ابدی وعذاب سرمدی برساند و مداہنت ومساہلت در عمل امید مغفرت دارد امامداہنت اعتقادی گنجائش مغفرت ندارد ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء الآیۃ نص قاطع است''

ترجمہ:۔ اے نجابت اور نیک بختی کی نشانیوں والے! آدمی کیلئے نجات پانے والے گروہ یعنی اہل سنت و جماعت رضوان اللہ علیہم اجمعین جو کہ سب سے بڑی جماعت ہیں اور جمِ غفیر ہیں، کی آراء کے مطابق اپنے اعتقاد کو درست کرنے کے بغیر چارہ نہیں ہے تا کہ اخروی کامیابی اور نجات متصور ہو سکے اور بداعتقادی جو کہ اہل سنت و جماعت کے خلاف عقیدہ رکھنے کا نام ہے زہر قاتل ہے کہ ابدی موت اور دائمی عذاب تک پہنچا دیتی ہے اگر عمل میں کچھ سستی اور کاہلی واقع ہو جائے تو مغفرت کی امید ہے البتہ اگر عقیدے میں سستی واقع ہوئی تو مغفرت کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان مقدس ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا اور اس کے علاوہ جو گناہ ہیں وہ جسے چاہے معاف فرمادے''۔

(3) سیدنا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوب ۱۷ دفتر سوم حصہ ہشتم میں فرمایا۔ ''شریعت دو جز و دارد اعتقادی و عملی، اعتقادی از اصولِ دین است و عملی از فروعِ دین، فاقد اعتقاد از اہل نجات نیست وخلاصی از عذابِ آخرت در حق او متصور نہ

وفاقدِ عمل احتمالِ نجات دارد کہ امر او مفوض بہ مشیت اوست سبحانہ وتعالیٰ اگر خواہد عفو فرماید واگر خواہد بقدر ذنب عذاب کند خلود در نار مخصوص بفاقدِ اعتقاد است ومقصور بر منکر ضروریات دین، فاقدِ عمل اگر چہ معذب شود اما خلود نار در حق او مفقود است"

ترجمہ: شریعت مطہرہ کے دو جزو ہیں ایک اعتقادی اور دوسرا عملی، اعتقادی کا تعلق اصولِ دین سے ہے اور عملی کا تعلق فروعِ دین سے۔ جس کا اعتقاد درست نہیں وہ اہل نجات سے نہیں ہے اور نہ ہی عذابِ آخرت سے چھٹکارا اس کے حق میں متصور ہے اور بدعمل آدمی کی نجات کا احتمال ہے کیونکہ اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کی مشیت کے سپرد ہے چاہے تو معاف فرمائے اور اگر چاہے تو اس کے گناہوں کے اندازہ کے مطابق اسے عذاب دے آگ میں ہمیشہ رہنا صرف بدعقیدہ کے ساتھ مخصوص ہے اور ضروریات دین کے منکر پر مقصور ہے۔ فاقدِ عمل اگر چہ سزا پائے گا لیکن آگ میں ہمیشہ رہنا اس کے حق میں نہیں ہے۔

(4) اسی طرح مکتوب ۱۵۷ حصہ سوم دفتر اول میں حکیم عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے فرمایا "سعادت آثارا آنچہ بر ما وشما لازم است تصحیح عقائد بمقتضائے کتاب وسنت بر نہجیکہ علماءِ حق شکر اللہ سعیہم از کتاب وسنت آن عقائد را فہمیدہ اند واز آنجا اخذ کردہ چہ فہمیدن ما وشما از حیز اعتبار ساقط است اگر موافق افہام بزرگواران نباشد زیرا کہ ہر مبتدع وضال احکام باطلہ خود را از کتاب وسنت می فہمد واز اں جا اخذ می نماید والحال "اِنَّهٗ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا"۔

ترجمہ:۔ اے نیک بختی کی نشانیوں والے! جو چیز ہم پر اور آپ پر سب سے پہلے لازم ہے وہ یہ کہ ہم کتاب وسنت کے تقاضے کے مطابق اپنے عقائد درست کریں اور وہ بھی

اس طرح کہ جیسے علمائے حق (علمائے اہل سنت و جماعت) شکر اللہ سعیم نے ان عقائد کو کتاب وسنت سے سمجھا ہے اور انہیں قرآن وسنت سے اخذ کیا ہے کیونکہ جو کچھ ہم نے خود قرآن وسنت سے سمجھا ہے اگر وہ ان بزرگوں (علمائے اہل سنت و جماعت) کے افہام کے موافق نہ ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ بھی اپنے احکام باطلہ کو قرآن وسنت سے ہی سمجھنے کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے زعم میں وہیں سے اخذ کرتا ہے حالانکہ حق سے اس کا ذرہ برابر بھی تعلق نہیں ہوتا''۔

قارئین! حضرت مجدد پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل سنت کے عقائد کا قرآن وسنت کے مطابق برحق ہونا اور دیگر فرقوں کا ''بزعم خود حق'' ہونا نکھار کر رکھ دیا ہے اور ہر گروہ اپنے اپنے خیال میں خوش ہے۔ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ (الروم)

اسلام کے بنیادی عقائد:۔ جس طرح اعمال اسلام بہت زیادہ ہیں اسی طرح عقائد اسلام بھی بہت زیادہ ہیں لیکن ان میں اصل الاصول تین ہیں۔ ۱۔ توحید ۲۔ رسالت ۳۔ آخرت۔ قرآن وسنت سے مستنبط ہونے والے دیگر تمام اعتقادی احکام کا مرکز ومحور یہی تین بنیادی عقائد ہیں۔

توحید کیا ہے؟ ☆ (1) راس المحققین سند المدققین حضرت میر سید السند شریف جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ ''التعریفات'' میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

اَلتَّوْحِيْدُ فِي اللُّغَةِ الْحُكْمُ بِاَنَّ الشَّيْئَ وَاحِدٌ وَالْعِلْمُ بِاَنَّهٗ وَاحِدٌ وَفِي اصْطِلَاحِ اَهْلِ الْحَقِيْقَةِ تَجْرِيْدُ الذَّاتِ الْاِلٰهِيَّةِ عَنْ كُلِّ مَا يُتَصَوَّرُ فِي الْاَفْهَامِ وَيُتَخَيَّلُ فِي الْاَوْهَامِ وَالْاَذْهَانِ، اَلتَّوْحِيْدُ ثَلَاثَةُ اَشْيَاءَ مَعْرِفَةُ اللّٰهِ

بِالرَّبُوبِيَّةِ وَالْاِقْرَارُ بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَنَفْیُ الْاَنْدَادِ عَنْهُ جُمْلَةً ۔ ترجمہ:۔ توحید کا لغوی معنی ہے کسی چیز پر واحد ہونے کا حکم لگانا اور کسی چیز کو واحد جاننا اور اہل حقیقت کی اصطلاح میں ذاتِ الٰہیہ کو ہر اس چیز سے جو افہام میں متصور ہوتی ہے اور اوہام واذہان میں متخیل ہوتی ہے مجرد قرار دینے کا نام توحید ہے۔ توحید تین چیزوں سے عبارت ہے (1) اللہ تعالیٰ کو اس کے رب ہونے کے اعتبار سے پہچاننا (2) اسکی واحدانیت کا اقرار کرنا (3) اس سے تمام شرکاء کی نفی کرنا''

☆ (2) زبدۃ العارفین برہان الواصلین امام المحققین حضرت سیدنا داتا علی ہجویری گنج بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مایہ ناز کتاب مستطاب کشف المحجوب شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''حقیقت توحید حکم کردن بود بریگانگی چیزے وصحت علم بیگانگی آں وچوں حق تعالیٰ یکیست بے قسیم اندر ذات وصفات خود وبے بدیل وشریک در افعال خود وموحداں وے را بدیں صفت دانستہ اند دانش ایشاں را بیگانگی توحید خوانند''

ترجمہ:۔ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کے اکیلا ہونے کا حکم لگایا جائے اور اس کے اکیلا ہونے کا صحیح علم ہو چونکہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے ذات وصفات میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے افعال میں بھی کوئی اس کا ثانی اور ساتھی نہیں اور موحدوں نے اسے اسی طرح جانا ہے لہٰذا موحدین کے اسے اس طرح جاننے کا نام توحید ہے۔''

☆ (3) امام ربانی شہباز لامکانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی مکتوب نمبر 111 دفتر اول حصہ دوئم میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''توحید عبارت از تخلیص قلب است از توجہ مادون او سبحانہ تازمانیکہ دل را گرفتاری بما سوائے متحقق است اگرچہ اقل قلیل باشد از ارباب توحید نیست بے تحصیل ایں دولت واحد گفتن و واحد دانستن نزد ارباب حصول از فضول است''

ترجمہ :۔ توحید دل کو ماسواء اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف توجہ سے خالی کرنے کا نام ہے جب تک دل کیلئے ماسواء اللہ تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری ہے اگرچہ انتہائی قلیل ہی کیوں نہ ہو آدمی اہل توحید میں سے نہیں ہوسکتا اس دولت کو حاصل کیے بغیر محض زبان سے واحد کہنا اور واحد جاننا ارباب حصول کے نزدیک فضول ہے''۔

☆(4) برہان الواصلین سیدنا ومرشدنا اعلیٰ حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مایہ ناز الہامی تصنیف لطیف ''الانسان فی القرآن'' میں ارشاد فرماتے ہیں

''گوتوحید میں سوائے حال کے کلام کرنا جہالت ہے اور اس کے ادراک میں عقل محض عاجز اور اس پر ایمان رکھنا صحت کے ساتھ فرض ہے ازیں سبب اسکی معرفت میں بندوں کے لیے جس قدر تنگی واقع ہوئی ہے اور کسی علم و یافت میں نہیں ہوئی اور یہ اس لیے کہ عقل کی دوڑ عالم معلومات تک محدود ہے اور معرفت کا حصول میدان معروفات کے سوانہیں ہے اسی وجہ پر تحریر و قال بغیر حال کے سوائے خطا کے کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہر عالم عارف نہیں ہوتا لیکن ہر عارف عالم ہوتا ہے۔ (الانسان فی القرآن صفحہ ۳۶۱)

☆(5) امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی مکتوب ۵۷ حصہ اول دفتر دوم میں مرزا بدیع الزمان رحمۃ اللہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔ ترجمہ:۔ ''سعادت دارین کی دولت سرور کون ومکان ﷺ کی پیروی میں ہے لیکن اس طریقے پر کہ جو

حضرات علمائے اہل سنت کہ اللہ تعالیٰ انکی کوششوں کو شرفِ قبولیت بخشے، نے بیان فرمایا ہے یعنی سب سے پہلے بزرگان اہل سنت و جماعت کی آرائے صائبہ کے مطابق اپنے عقائد کو درست کیا جائے اور دوسرے درجے میں حلال وحرام اور فرض و واجب، سنت و مستحب، مباح اور مشتبہ کا علم حاصل کرے اور ان علوم پر عمل کرنا اصل مقصود ہے یہ عملی اور اعتقادی دونوں پر حاصل کر لینے کے بعد اگر سعادت ازلی مدد فرمائے تو عالم قدس کی جانب پرواز میسر آئیگی ورنہ کانٹے دار درخت پر ہاتھ مارنا ہے یعنی سعی لاحاصل اور رنج ومحنت بلاسود ہے"۔

قارئین! محققین کے مذکورہ پانچ فرامین عالیہ کی روشنی میں واضح ہوا کہ تمام کمالات ظاہری و باطنی، صوری و معنوی کا مدار ان عقائد کلامیہ پر ہے جو علمائے حق اہل سنت و جماعت کی آراء کے موافق ہیں اور توحید باری تعالیٰ سے متعلق بھی وہی عقیدہ مقبول ہے جو انہی علمائے اہل سنت و جماعت کا مختار ہے کیونکہ انہی کی توحید، توحیدِ رسالت ہے جس کے علاوہ ہر قسم کی توحید مردود و مذموم ہے جیسا کہ تاجدار اقلیم ولایت شاہسوار میدان محبوبیت سیدنا و مرشدنا قدس سرہ العزیز الانسان فی القرآن صفحہ ۷۷ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

"لیکن خبردار ہونا چاہیے کہ سوائے توحیدِ رسالت کے توحید بھی مذموم اور باعث گمراہی ہے اور صراط المستقیم کی راہ روی سوائے نورِ رسالت کے ناممکن اور اس سے روگردانی باعث اعمیت و کفران نعمت۔ زمین قلب کو ماسوائے اصل کے پاک کر کے کتنی ہی محنت سے سنوارا جائے اور حب مقصود ڈال کر اعمال صالحہ سے آبپاشی کی جائے، جب تک آفتاب نبوت کی شعاعیں رہنمائی نہ کریں روئیدگی محال ہے اور عمل بے فائدہ کیونکہ

ارادۂ الٰہی اور سنت اللہ اسی طرح جاری ہے"۔

اگر چہ تمام عقائد کا اصل الاصول اور حقیقی مقصود توحید باری تعالیٰ ہی ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اسی کی دعوت دی ہے لیکن بعض اسلام کے دعویداروں کے سر پر توحید کا ایسا بھوت سوار ہوا ہے کہ انہیں کمالِ توحید، تنقیص رسالت میں نظر آنے لگا ہے ایسی توحید، توحیدِ رسالت نہیں بلکہ خالص توحید ابلیس ہے چنانچہ ہمارے آقا و مولی سیدنا و مرشدنا و قدس سرہ "الانسان فی القرآن صفحہ ۱۲۰/۲۱ پر ایسے لوگوں کے زعم باطل کی بیخ کنی فرماتے ہوئے اور حقائق کے موتی لٹاتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں

"اس میں کلام نہیں کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضور ﷺ تک اعتقاد کے میدان میں توحید ہی صراط المستقیم ہے تمام سلسلہ نبوت و رسالت کے حامل توحید ہی لے کر آئے یہی تعلیم دی۔ ظاہری، باطنی، قالی، افعالی اور حالی وجہ پر اقرار اور رویت سب کا سب اسی شجر کا ثمر ہے اطاعت و فرمانبرداری، صبر و استقامت اسی شجر کی پرورش اور حفاظت کا ذریعہ نیک ہے اسلام و دین کا انحصار اسی پر ہے آمنوا و عملوا الصلحت اس کے بغیر بے سود لیکن ایک گروہ اسلام نے جو اصل توحید سے بے خبر ہیں اسے ایسا گہہ کے پکڑا ہے کہ معانی اصل کے خلاف ہو گئے ہیں اور ان کے سر پر زعمی توحید کا ایسا بھوت سوار ہوا ہے جس نے عقلِ سلیم کو بالکل ڈھانپ لیا ہے حق و ناحق دونوں کا انکار کر رکھا ہے طریقت کو بدعت اور سبیل کو شرک خیال کرتے ہیں گمان فاسد کے غبار کو اس انتہائی اوج فلک پر لے گئے ہیں کہ لا الہ الا اللہ توحید ہے اور محمد رسول اللہ کا ساتھ پڑھنا شرک ہے نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ! ایسے کلمات سن کر کہنا ہی پڑیگا کہ بدوں نورِ رسالت ایسی توحید، توحید ابلیس کے مترادف ہے اور اس کی نسبت سے عین مناسبت

ہے کیونکہ اس کا انکار غیر کو سجدہ کرنے کی رو سے تھا لعنت کا طوق خوشی سے گلے میں ڈال لیا لیکن غیر کو سجدہ نہ کیا موحد حنیف اس سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے جس نے غیر کی عظمت کو تسلیم نہ کیا اور مَذْمُومًا مَّدْحُورًا (مذمت کیا ہوا دھکے کھاتا) کا تاج سر پر رکھے ہوئے مِنْکَ وَمِمَّنْ تَبِعَکَ کے ہمراہ دوزخ کا ایندھن ہو گیا۔ دراصل ابلیس علیہ اللعنۃ نے امر خداوندی کا انکار کیا اور امر کا انکار آمر کا انکار ہوا کرتا ہے اور یہی کفر اور اس کی اصل ہے" (الانسان فی القرآن صفحہ ۱۲۰)

مقصدِ کتاب :۔ قارئین محترم! ہمارا مقصد ان گروہوں کا رد ہے جو خالص توحید ابلیس کے قائل ہیں کہ جس میں اقرارِ توحید کے بعد نبوت کی عظمت کو تسلیم کرنے کا تصور ہی نہیں ہے ہم سوال کرتے ہیں کہ کفار مکہ باوجود ظاہری زیارت نبوی ﷺ کے کیوں کافر رہے؟ صرف اس لیے کہ پردۂ بشریت میں مستور نور کے منکر تھے۔ کیا آج بھی ان گروہوں میں اور کفار مکہ میں یہ قدر مشترک نہیں ہے؟ یقیناً ہے اور یہی حجاب کا اصل سبب ہے جب یہ حجاب دور ہو جائیگا تو بفضلہٖ تعالیٰ نور مصطفیٰ ﷺ کے جلوے قلب و نظر کو روشن اور منور کر دیں گے اور احسانات مصطفیٰ کریم ﷺ کے اعتراف و احترام کے پیش نظر اس عظیم بارگاہ اقدس کا ادب نصیب ہو جائیگا۔

نبی کی محبت کی ہر درسگاہ میں سکھاتے ہیں پہلے ادب کا قرینہ (واصف)

انعامات مصطفیٰ ﷺ کی قدر شناسی شرک نہیں بلکہ حدیث نبوی ﷺ ہے "مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللہَ" ترجمہ:۔ "جو انسانوں کا شکر گذار نہیں وہ اللہ کا بھی شکر گذار نہیں" یہاں ہر انسان کو منعم حقیقی اللہ کریم کی طرف سے نعمت کا سبب بننے والے انسان

کے شکریہ کا حکم دیا گیا ہے بلکہ ظاہری طور پر نعمت کا وسیلہ بننے والے انسان کی قدر شناسی سے اللہ تعالیٰ کی قدر شناسی مشروط کردی گئی ہے۔ اب ہر کم سے کم عقل مسلمان بھی جانتا ہے کہ کلمہ شریف، اسلام، قرآن، گمراہی سے ہدایت، دوزخ سے نکال کر جنت کی شاہراہ پر گامزن کرنا اگرچہ منعم حقیقی اللہ کریم کے ہی مومنین پر عظیم احسانات ہیں مگران سب کا وسیلہ حضور سید عالم ﷺ ہیں۔ اللہ کریم کے بعد ہر مسلمان کیلئے حضور ﷺ کا منعم ہونا قرآن کریم سے صراحۃً ثابت ہے اللہ تعالیٰ سورہ احزاب میں ارشاد فرماتا ہے۔ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ۔ ترجمہ:۔ "اللہ نے اس پر انعام کیا اور اے محبوب آپ نے اس پر انعام کیا" اس آیت کے عمومی حکم کی رو سے آپ ہر امتی کیلئے اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑے منعم ہیں اور مومنین کے شکریہ کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ نے قاموس میں لکھا ہے کہ پانچ امور پر شکر کا مدار ہے یعنی کسی کا شکر ادا کرنا پانچ بنیادوں اور حقیقتوں پر مبنی ہے۔

(1) منعم کے سامنے شکر کرنے والے کا عجز وانکسار سے پیش آنا۔ (2) منعم سے محبت کرنا۔ (3) اسکی نعمت کا اعتراف کرنا (4) اس نعمت پر منعم کی تعریف کرنا۔ (5) منعم کی نعمت کو اسکی ناپسندیدہ جگہ پر استعمال نہ کرنا۔

قارئین کرام! آپ منعم کی قدر شناسی اور شکریہ ادا کرنے کے درج بالا لوازمات پڑھتے جائیں اور اہل سنت اور دیگر مسالک کے درمیان حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کے مرکز ومحورِ دین ہونے کے معیار کا فرق آپ پر واضح ہوتا جائیگا اور علامہ فیروز آبادی نے ہی "بصائر" میں لکھا ہے کہ شکر کی تین قسمیں ہیں۔

(1) شکر بالقلب (2) شکر باللسان (3) شکر بالجوارح

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کو قلبی طور پر حضور سید عالم ﷺ کی محبت کو اپنا مدار ایمان بنا کر اور لسانی طور پر ہر وقت آپ کی ہمہ جہت ثنائیں بیان کر کے اور جوارح کے ساتھ یعنی عملی طور پر سیرت و صورت نبوی ﷺ کا اتباع کر کے ہر تین لحاظ سے اپنے محبوب مدنی آقا ﷺ کا شکریہ ادا کرنے اور آپ کی قدر شناسی و محبت میں مستغرق رہنا چاہیے۔ اہل سنت کی اپنے آقا ﷺ اور اپنے بزرگان دین کے احسانات کی قدر شناسی کو ہی وہابیہ شرک تصور کرتے ہیں۔ جبکہ ہمارے نزدیک یہ قطعاً شرک نہیں بلکہ تعظیم نبوت و ولایت ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم ہی ایمان اور تقویٰ کی بنیاد ہے۔

حضور اقدس کی ذات مبارک کیوں مرجع محبت ہے

تحقیق یہ ہے کہ محبت خیر اور کمال سے ہوتی ہے مخلوق میں خیر اور کمال کی انتہا درجہ نبوت ہے اور نبوت کی انتہا اور کمال خاتم النبیین حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے آپ ہی وہ ذات مبارکہ ہیں کہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے الفاظ سے انسانی ذہن و تصور آپ کے مرتبہ کے آگے ساکت و صامت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کا جمیع اہل ایمان کیلئے مرکز محبت ہونا نہ صرف متصور ہے بلکہ عین حقیقت ہے۔ جس کے عقیدہ و عقیدت کا محور حضور ﷺ نہیں اس کے پاس اسلام نام کی کوئی چیز موجود نہیں۔

کتاب ہذا کے مضامین کا اجمالی تعارف

باب اول توحید اور الٰہیات کے بارے تمام اوہام کے ازالہ ورد پر مبنی ہے اس میں اقرارِ توحید ورسالت یعنی کلمہ اسلام کے فضائل، ردشرک واثبات توحید اور یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہ کے قرآن وسنت سے معانی بیان کیئے گئے ہیں۔ یہاں اس حقیقت کا بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بالذات کی قید لگانا اور ذاتی اور عطائی اختیارات کی تقسیم خالص مشرکانہ عقیدہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ ایک پتھر (حجر اسود) کی نفع رسانی کو ثابت کرنے کیلئے حضرت عمر کے قول لاتنفع میں بالذات کی قید لگالیں تو کوئی حرج نہیں اور اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی نفع رسانی ثابت کرنے کیلئے قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ میں بِالذّات کی قید لگائیں تو مجرم قرار پائیں یہ کہاں کا انصاف ہے؟ باب دوئم رسالت سے متعلقہ اوہام شرک اور ان کے رد پر مشتمل ہے۔ جس میں مسئلہ علم غیب پر پچھتر دلائل، حضور ﷺ کے مختار کل ہونے کے بارہ دلائل، ندائے یارسول اللہ ﷺ اور آپ سے استمداد واستغاثہ پر صحیح احادیث سے ثبوت بلکہ خود مخالفین کے ندائے غیب واستمداد پر چھ لاجواب دیوبندی حوالہ جات، مسئلہ استمداد واستعانت پر مستقل عنوان سے تفصیلی دلائل اور حضور ﷺ کی ذات اقدس کا وسیلہ ہونا، قرآن وحدیث کے دلائل قاہرہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ باب سوئم مسئلہ بدعت پر ہے انشاء اللہ جس کے مطالعہ کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اہلسنت و جماعت کو بدعتی کہنے والوں کی زبانیں خاموش ہوجائیں گی۔ باب چہارم مسئلہ سماع اہل قبور، اس کے انکار کی دلچسپ تاریخ، حیات برزخی پر قرآن مجید اور صحاح ستہ سے دلائل اور سماع اہل قبور پر صحیح احادیث پیش کی گئی ہیں۔ باب پنجم معمولات اہل سنت کا جواز واستحسان اور ان کے دلائل پر مشتمل ہے، جس میں ختم شریف، عرس صالحین، مزارات، روضے اور گنبد تعمیر

کرنا، مزارات اقدس پر جا کر مسلمین کا اپنی نذور پوری کرنا، بزرگان دین کی دست بوسی اور قدم بوسی نیز دیگر تمام معمولات اہل سنت قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں ثابت کئے گئے ہیں۔

آخر میں عوام اہل سنت کی خصوصی توجہ کیلئے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ شامل کتاب ہیں ۔فہرست کتاب کا مطالعہ کرنے سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ بفضلہٖ تعالیٰ موضوع سے انصاف کا حق ادا کر دیا گیا ہے۔

ہم نے ابتدا میں جو کتاب کا خاکہ اور عنوانات تجویز کیے تھے ان میں ایک عنوان اس راز کا تاریخی اور واقعاتی تناظر میں بیان تھا کہ مسلمانوں کو ہمیشہ سے مشرک اور بدعتی کہنے والے درحقیقت کوئی مذہبی فریق نہیں اور نہ ہی یہ سمجھنا چاہیے بلکہ پوری اسلامی تاریخ میں یہ لوگ دین دشمن قوتوں کے ایجنٹ، منافقین وخارجین کی معنوی ذریت اور دین کی آڑ کی میں دنیا کمانے والے تھے۔لیکن چونکہ دربار شریف کی جملہ تصانیف میں تنقید نام کو نہیں صرف غرض تبلیغ اسلام اور اصلاح ہے لہٰذا آستانہ عالیہ کے تقدس کے پیش نظر اس عنوان پر کچھ نہیں لکھا گیا۔

رب قدوس کی بارگاہ قدس میں دعا ہے کہ رب کریم بوسیلہ نبی کریم ﷺ ہماری اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہر پڑھنے والے کو اس کتاب کے توسط سے اپنا اعتقاد قرآن وسنت کے موافق درست رکھنے اور اسکی تبلیغ و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے انشاء اللہ یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک مقبول ترین تصنیف ثابت ہوگی اور ہمارے حضور قبلہ عالم حضرت صاحب دامت برکاتہم العالیہ جس محبت اور ذاتی دلچسپی سے اسے شائع کروا رہے ہیں قارئین کرام سے توقع ہے کہ وہ بھی اسی جذبے کے

ساتھ اس نور ہدایت سے استفادہ فرمائیں گے اور بدعقیدگی کی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لیے ان دلائل کو بطور ہتھیار استعمال کریں گے۔ اللہ کریم بوسیلہ مصطفیٰ کریم ﷺ ہر مسلمان مرد و عورت پر اپنا فضل و کرم فرما کر خاتمہ بالخیر فرمائے (آمین ثم آمین)

ہم اپنی گذارشات کا اختتام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد طریقت، قطب الارشاد حضور شیر ربانی شرقپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ اعظم و نائب شیر ربانی، غوث زمانہ حضرت سیدنا و مرشدنا حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ نور کی پیشانی پر لکھے ہوئے ایک شعر پر کرتے ہیں کہ جو صاحبِ آستانہ کے حسبِ حال بھی ہے اور آخری الفاظ میں اس کتاب کے نام کی رعایت بھی موجود ہے جو اس بات کا اظہار ہے کہ درحقیقت آستانہ عالیہ سے تمام دینی خدمات آپ ہی کا فیض جاوداں ہے۔

نورِ زہراؓ و علیؓ و نور الحسنؒ نور الہدیٰ　　　مظہرِ انوارِ حق، نورِ جمالِ مصطفیٰ

از خدام آستانہ عالیہ

قاری خالد محمود مجددی کیلانی صدر مدرس جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ

محمد رفیق کیلانی ایم اے خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

مورخہ 20 ستمبر 2006ء

باب اوّل

کلمہ اسلام

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کے فضائل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ ۔

(1) سورہ مریم آیت ۹۰، ۹۱ کی تفسیر میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ معتبر ترین کتب تفسیر وحدیث (1) تفسیر جامع البیان للطبری جلد ۱۶ صفحہ ۹۸ (2) تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۲۶۱، (3) درمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۸۶ (4) بخاری شریف کتاب التفسیر صفحہ ۳۱۷، (5) فتح الباری لابن حجر عسقلانی جلد ۸ صفحہ ۲۸۵، (6) اتقان فی علوم القرآن للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۷۔ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ : لَقِّنُوۡا مَوۡتَاکُمۡ شَھَادَۃَ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ .. فَمَنۡ قَالَھَا عِنۡدَ مَوۡتِہٖ وَجَبَتۡ لَہُ الۡجَنَّۃُ " قَالُوۡا : یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ، فَمَنۡ قَالَھَا فِیۡ صِحَّتِہٖ ، قَالَ : " تِلۡکَ اَوۡجَبُ وَاَوۡجَبُ " ثُمَّ قَالَ " وَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِہٖ لَوۡ جِیۡءَ بِالسَّمٰوٰتِ وَالۡاَرَضِیۡنَ وَمَا فِیۡھِنَّ وَمَا بَیۡنَھُنَّ وَمَا تَحۡتَھُنَّ فَوُضِعۡنَ فِیۡ کَفَّۃِ الۡمِیۡزَانِ وَوُضِعَتۡ شَھَادَۃُ اَنۡ لَّا

اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِی الْکَفَّۃِ الْاُخْرٰی لَرَجَحَتْ بِھِنَّ۔

ترجمہ: حضور پرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اپنے فوت ہونے والوں کو کلمہ شریف کی تلقین کرو پس جس نے اپنی موت کے وقت کہہ لیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس کیلئے جنت واجب ہوگئی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس کے علاوہ جو بحالت صحت بھی کلمہ شریف پڑھتا رہا اس کے لئے کیا حکم ہے فرمایا اس کیلئے تو جنت واجب ہی واجب ہے۔ پھر ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے اندر ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ ان کے نیچے ہے اگر سب لاکر میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں کلمہ شریف رکھ دیا جائے تو کلمہ شریف والا پلڑا بھاری رہے گا۔

(2) سورہ ابراہیم آیت نمبر ۲۴، ۲۵۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّھَا ''کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی کلمہ طیبہ کی کہ جیسے پاکیزہ درخت ہو جس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں وہ ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ سمجھیں۔

تفسیر ابن عباس:۔(كَلِمَةً طَيِّبَةً) شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ) وَهُوَ الْمُؤْمِنُ (اَصْلُهَا ثَابِتٌ) يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثَابِتٌ فِيْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ (وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ) يَقُوْلُ : يُرْفَعُ بِهَا عَمَلُ الْمُؤْمِنِ اِلَى السَّمَاءِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سورہ ابراہیم کی آیت 25,24 کی تفسیر میں) ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں کلمہ طیبہ سے مراد شہادۃ دینا ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور فرمایا شجرہ طیبہ یعنی پاکیزہ درخت سے مراد مومن ہے اور جڑ کے مضبوطی سے قائم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کلمہ شریف مومن کے دل میں ثابت موجود اور مضبوط ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ اسکی شاخیں آسمانوں میں ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ مومن کے اعمال اس کلمہ شریف کی برکت سے آسمانوں تک اٹھائے جاتے ہیں۔ (تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی جلد ۳ صفحہ ۳۵۹۱، تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۴۱۰، للبیہقی الاسماء والصفات صفحہ ۱۳۵، طبرانی جلد ۳ صفحہ ۱۵۲۸، تفسیر ابن عباس صفحہ ۳۰۲، جامع البیان جلد ۱۶ صفحہ ۵۶۷)

(3) سورہ نمل آیت نمبر ۸۹، ۹۰ "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ. وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۔ ترجمہ: جو نیکی لائے اس کیلئے اس سے بہتر صلہ ہے اور انکو اس دن کی گھبراہٹ

سے امان ہے اور جو "برائی" لائے تو ان کے منہ اوندھائے گئے آگ میں"

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوں تفسیر فرماتے ہیں فرمایا "مَنْ جَآءَ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. فَمِنْهَا وَصَلَ اِلَيْهَا الْخَيْرُ" "وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ" وَهُوَ الشِّرْكُ ۔فرمایا۔اس آیہ کریمہ میں جس نیکی پر بہتر صلہ اور قیامت کی گھبراہٹ سے امان کی خوشخبری ہے وہ نیکی اللہ کی بارگاہ میں اپنے ساتھ کلمہ شریف لانا ہوگا۔یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔اور جس برائی پر ہمیشہ اوندھے منہ دوزخ میں ڈالا جائے گا وہ برائی شرک ہے۔(جامع البیان جلد ۲۰ صفحہ ۱۶، درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۱۸)

(4) ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۔ترجمہ: پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا یہی تو وہ فضل کبیر ہے۔(سورہ فاطر:۳۲)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں " قَالَ هُمْ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَرَّثَهُمُ اللّٰهُ كُلَّ كِتَابٍ اَنْزَلَهٗ ، فَظَالِمُهُمْ يُغْفَرُ لَهٗ ، وَمُقْتَصِدُهُمْ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا وَسَابِقُهُمْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔

(1) علامہ طبری: جامع البیان عن تاویل آیات القرآن جلد ۲۲ صفحہ ۸۸، (2) البعث والنشور از بیہقی صفحہ ۸۶، (3) تفسیر ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۵۳۲، (4) تفسیر در منشور للسیوطی جلد ۵ صفحہ ۵۱، (5) تفسیر ابن عباس، صحیفہ بروایت علی ابن ابی طلحہ صفحہ ۴۱۵)۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ''اس سے مراد حضور سید عالم نور مجسم حضرت محمد رسول اللہ کی امت مراد ہے جنہیں اللہ نے اپنی ہر نازل کردہ آسمانی کتاب کا وارث بنا دیا ہے بس امت محمدیہ میں سے جس نے اپنی جان پر ظلم و گناہ کئے ہوں گے اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا اور جو ان میں سے مقتصد یعنی درمیانہ درجے والے ہوں گے اللہ کریم ان کا حساب آسان فرما دے گا اور جو امت محمدیہ علیہ التحیۃ والتسلیم میں سبقت کرنے والے ہوں گے اللہ کریم ان کو بغیر حساب جنت میں داخل فرما دے گا''

قارئین! اس آیت مبارکہ میں تفسیری اجماع کے مطابق چنے ہوئے بندوں سے مراد امت محمدیہ ﷺ کے وہ کل افراد مراد ہیں جو کلمہ شریف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور حدیث مبارکہ میں خود حضور پرنور سید عالم ﷺ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر ارشاد فرمائی فرمایا ہمارا سابق تو سابق ہی ہے اور مقتصد یعنی میانہ رو ناجی ہے اور ظالم مغفور ہے ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا نیکیوں میں سبقت لے جانے والا بے حساب

جنت میں داخل ہوگا اور مقتصد سے حساب میں آسانی کی جائے گی اور ظالم کو روکا جائے گا۔ اس کو پریشانی پیش آئیگی لیکن پھر جنت میں داخل ہوگا۔

(تفسیر خزائن العرفان پارہ ۲۲ سورہ فاطر آیت نمبر ۳۲ صفحہ ۶۳۰)

(5) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (النساء:۹۴)

ترجمہ: اور جو تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔

تفسیر ابن عباس: قال : حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يَّقُوْلَ لِمَنْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ "لَسْتَ مُؤْمِنًا" ترجمہ: فرمایا: اللہ کریم نے مومنوں پر ایسے شخص کو لست مومنا کے الفاظ کہنا یعنی یہ کہنا کہ تو مومن نہیں ہے حرام فرما دیا ہے جو کلمہ اسلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتا ہو۔ (تفسیر ابن عباس صفحہ ۱۵۵، جامع البیان للطبری جلد ۹ صفحہ ۸۱، درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۰۱ : صاحب درمنثور نے فرمایا کہ ابن جریر ابن منذر اور ابن ابی حاتم سے بھی یہی منقول ہے)

قارئین ! حضرت ابن عباس نے سلام کرنے والے کیلئے کلمہ شہادت کی قید لگا دی ہے کہ جنہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ تو مومن نہیں۔ ابو داؤد اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ سید عالم ﷺ جب کوئی لشکر روانہ فرماتے تو حکم دیتے کہ اگر تم مسجد دیکھو یا اذان سنو تو قتل نہ کرنا۔

(6) سورۃ نساء آیت نمبر ۱۸ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ ''حَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْمَغْفِرَۃَ عَلٰی مَنْ مَّاتَ وَھُوَ کَافِرٌ. وَارْجَا اَھْلَ التَّوْحِیْدِ اِلٰی مَشِیَّتِہٖ فَلَمْ یَا یْئَسْھُمْ مِّنَ الْمَغْفِرَۃِ (تفسیر ابن عباس صفحہ ۱۳۹، تفسیر طبری جلد ۸ صفحہ ۱۰۱، درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۱) فرمایا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف کافر مرنے والے پر مغفرت حرام فرمادی ہے اور اہل توحید کو اللہ کی مشیت پر امید رکھنی چاہیے پس کبھی بھی اللہ انہیں مغفرت سے ناامید نہیں کرے گا۔

(7) سورہ ابراہیم آیت نمبر ۲۷۔ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَۃِ۔ ترجمہ: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو'' قول ثابت'' پر دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

تفسیری اجماع کے مطابق اس آیت کریمہ میں قول ثابت سے مراد کلمہ شریف '' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ '' ہے دنیا کی زندگی میں اس کلمہ شریف کے زبانی اقرار اور قلبی تصدیق کی برکت سے مسلمان آزمائش اور مصیبت میں بھی صابر اور قائم رہتے ہیں اور راہ حق اور دین اسلام سے نہیں ہٹتے یہاں تک کہ بفضلہ تعالیٰ ان کی زندگی کا خاتمہ ایمان پر ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں محض اس دنیا کی زندگی میں ہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی اللہ ایمان والوں کو قول ثابت یعنی کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر قائم اور ثابت رکھتا ہے اور

آخرت کی منازل میں پہلی منزل قبر ہے کہ جب منکر نکیر آ کر ان سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے تمہارا دین کیا ہے اور حضور پر نور، نور الانوار، نور مجسم حضور سید عالم ﷺ کی طرف اشارہ کر کے دریافت کرتے ہیں کہ انکی نسبت تو کیا کہتا ہے تو مومن اس منزل میں بفضل الٰہی قول ثابت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی برکت سے ثابت و قائم رہتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور یہ میرے نبی ہیں حضرت محمد مصطفٰے ﷺ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کے بعد اسکی قبر وسیع کر دی جاتی ہے اور جنت کی طرف کھڑکی کھل جاتی ہے (تفسیر خزائن الفرقان صفحہ ۳۷۲)

(8) کلمہ شریف کی برکت میں ترمذی شریف، ابن ماجہ، مستدرک، مسند احمد اور مجمع الزوائد میں مروی ایک ایمان افروز فرمان رسول ﷺ سنیں !۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے بلایا جائیگا اس کے گناہوں کے (99) ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے ان میں سے ہر رجسٹر حد نظر تک ہو گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائیگا تم ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہو؟ وہ کہے گا نہیں اے میرے رب! پھر فرمائیگا کیا میرے لکھنے والے فرشتوں نے تم پر کوئی زیادتی کی ہے وہ کہے گا نہیں اے میرے رب! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں میرے پاس تمہاری ایک نیکی ہے اور آج تم پر کوئی ظلم

نہیں ہوگا پھر اس کیلئے ایک پرچی نکالی جائیگی، جس پر لکھا ہوگا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وہ کہے گا اے میرے رب! یہ ایک پرچی اتنے بڑے رجسٹروں کے سامنے کیا وقعت رکھتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیگا بے شک تم پر ظلم نہیں کیا جائیگا پھر ایک پلڑے میں یہ پرچی ہوگی اور دوسرے پلڑے میں وہ رجسٹر ہوں گے پھر ان رجسٹروں کا پلڑا ہلکا ہوگا اور اس پرچی کا پلڑا بھاری ہوگا اور اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی، چیز بھاری نہیں ہوسکتی۔

(ترمذی ابن ماجہ، المستدرک، مسند احمد، مجمع الزوائد بحوالہ تفسیر تبیان القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۸)

(9) سورہ الفتح آیت ۲۶ میں فرمایا۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۔

ترجمہ پس اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا اور پرہیز گاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ حقدار اور اہل تھے۔

قارئین! آیت کریمہ صلح حدیبیہ کے پس منظر میں عین اس وقت کہ جب ظاہری طور پر نا قابل قبول شرائط پر حضور سید عالم ﷺ کفار مکہ سے صلح کر رہے تھے لیکن درحقیقت یہ فتح مبین تھی جیسا کہ وقت نے ثابت کیا صلح حدیبیہ کے وقت اللہ کریم نے اس صلح کرنے والے سچے پاک پیغمبر پر اور عالم غیب سے اپنے

رسول کے صدقے مومنین پر سکینہ واطمینان نازل کیا اور اس سکینہ کے نزول کے ساتھ جس چیز کا خصوصیت سے ذکر فرمایا وہ یہ ہے کہ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى اور پرہیز گاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا۔ تین معتبر ترین تفاسیر اور دو کتب احادیث کے حوالہ سے حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان الفاظ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (الفتح:۲۶)

قال: شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَشَهَادَةُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَهِيَ رَأْسُ كُلِّ تَقْوٰى۔

(تفسیر جامع البیان جلد ۲۶ صفحہ ۶۸، تفسیر ابن کثیر جلد ۷ صفحہ ۳۲۷، در منثور جلد ۸ صفحہ ۸۰، طبرانی کتاب الدعا جلد ۳ صفحہ ۱۲۵۱، الاسماء والصفات للبیہقی صفحہ ۱۳۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ کلمہ تقویٰ کلمہ شہادت ہے یعنی اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی شہادت کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور فرمایا یہی کلمہ ہر تقویٰ اور پرہیز گاری کی اصل ہے۔

(10) امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں کلمہ شریف کی فضیلت میں ائمہ آل رسول کی بابرکت اسناد سے ایک حدیث مبارک لائے ہیں کہ جس کی بابرکت اسناد کے بارے میں حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَوْ قَرَأْتَ هٰذَا الْاِسْنَادَ عَلَى الْمَجْنُوْنِ لَبَرِئَ مِنْ جَنَّةٍ ۔ ترجمہ: فرمایا یہ مبارک سند اگر مجنون پر پڑھو تو ضرور اسے جنون سے شفا ہو جائے۔ یہ حدیث مبارکہ حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آباء کرام کی سند صحیح سے لائے ہیں اور حافظان حدیث امام ابوزرعہ اور امام محمد بن اسلم طوسی رحمتہ اللہ علیہما کے عرض کرنے پر ایک خلق کثیر کے سامنے اس وقت بیان کی جب آپ نیشاپور تشریف لائے اور آئمہ حدیث اور مخلوق خدا سب آپ کی زیارت و استقبال کیلئے آئے، امام علی رضا نے فرمایا۔ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ مُوْسٰی الْکَاظِمُ عَنْ اَبِیْہِ جَعْفَرِ الصَّادِقِ عَنْ اَبِیْہِ مُحَمَّدَ نِ الْبَاقِرِ عَنْ اَبِیْہِ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ عَنْ اَبِیْہِ الْحُسَیْنِ عَنْ اَبِیْہِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ قَالَ حَدَّثَنِیْ حَبِیْبِیْ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ حَدَّثَنِیْ جِبْرِیْلُ قَالَ سَمِعْتُ رَبَّ الْعِزَّۃِ یَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حِصْنِیْ فَمَنْ قَالَھَا دَخَلَ حِصْنِیْ وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ مِنْ عَذَابِیْ ۔ ترجمہ: امام علی رضا اپنے باپ حضرت موسیٰ کاظم سے وہ اپنے ابا جان حضرت امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد گرامی حضرت سیدنا امام محمد باقر سے وہ اپنے والد گرامی حضرت سیدنا امام زین العابدین سے وہ اپنے والد گرامی حضرت سیدنا لجپال مولا حسین پاک سے وہ اپنے والد گرامی حضرت سیدنا و مولانا مشکل کشا حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے راوی ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میرے حبیب پاک اور

میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی کہ ان سے جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ جبریل کہتے ہیں (یا رسول اللہ ﷺ) میں نے اللہ عزوجل کو فرماتے سنا کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے تو جس نے اسے کہا تو وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا میرے عذاب سے امان میں رہا۔

(11) عَنْ مَعَاذِبْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (ابوداؤد مشکوۃ جلد ا صفحہ ۲۴۴)

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس کا آخری کلام کلمہ شریف لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہوا وہ جنت میں داخل ہوا۔

قارئین محترم! قرآن وحدیث کے دلائل سے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کلمہ شریف پڑھنے والا، توحید ورسالت کا اقرار اور تصدیق کرنے والا ہر لحاظ سے مومن ہے۔ اسے بغیر کسی دلیل شرعی مشرک کہنا بہت بڑا ظلم ہے۔ سات پشتوں سے نسل در نسل اگر کسی کے اندر کفر موجود ہو تو کلمہ شریف سچے دل سے پڑھتے ہی وہ ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ اگر ایسا نو مسلم کلمہ شریف پڑھنے کے دو یا چار دن بعد فوت ہو جائے تو کیا مسلمان اس کی میت کافروں کو دیں گے؟ وہ اسے کبھی بھی کافروں کے حوالے نہیں کریں گے بلکہ اس کے اسلام پر اس کا کلمہ شریف گواہ ہے کلمہ گو کے اعمال کی کمی جہنم میں اس کے خلود

کا سبب نہیں بنے گی اس پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

قرآن مجید میں ''یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ'' کے معانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ . وَالصَّلوٰۃ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ ۔

مسلمانوں کو مشرک کہنے والوں کو قرآن مجید میں ''مِنْ دُوْنِہٖ'' یا ''مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ'' کا معنی سمجھنا چاہیے

قرآن مجید میں ''مِنْ دُوْنِہٖ'' یا ''مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ'' کے الفاظ کا استعمال خاص ہے اور یدعون کے ساتھ جب بھی ان کا استعمال ہوگا وہاں ہر جگہ قرآن مجید میں یدعون کا معنی یعبدون ہے اور وہاں اللہ کے مقابلے پر بتوں کو من دونہ یا من دون اللہ فرمایا گیا ہے اور یہ خطاب بھی خاص کفار کو ہے جو اللہ کے سوا انہیں پوجتے اور ان کی عبادت کرتے کسی مسلمان کلمہ گو کو ان الفاظ کا مخاطب ٹھہرانا قرآن مجید کے معنی متعینہ کو بدلنا ہے جو کہ تحریف قرآن ہے۔ مثلا

☆ (1) سورہ زمر آیت نمبر ۱۵ میں ''من دونہ'' کے الفاظ کی حضرت سیدنا ابن عباس کی تفسیر ہم پیش کرتے ہیں ''فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَھُمْ وَاَھْلِیْھِمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (زمر ۱۵)

ترجمہ: اے کفار پس تم اللہ کے سوا ان بتوں کی جیسے چاہو پوجا کرو محبوب آپ فرما

دیں کہ حقیقی خسارہ والے وہ ہیں جو روزِ قیامت خود کو بھی اور اپنے اہل کو بھی خسارہ میں ڈال دیں گے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سورہ زمر آیت نمبر ۱۵ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔ هُمُ الْكُفَّارُ الَّذِيْنَ خَلَقَهُمُ اللّٰهُ لِلنَّارِ وَ خَلَقَ النَّارَ لَهُمْ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةُ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ فاعبدوا کا خطاب کفار کو ہے جنہیں اللہ نے آگ کیلئے پیدا کیا ہے اور آگ ان کیلئے پیدا کی ہے اور ان کفار پر بوجہ اللہ کے مقابلے پر اور اللہ کے سوا بتوں کی عبادت کرنے پر جنت حرام فرما دی ہے۔

(جامع البیان للطبری جلد ۲۳ صفحہ ۱۳۱، درمنثور للسیوطی جلد ۵ صفحہ ۳۲۲)

- اس وقت قرآن مجید ترجمہ مولوی محمد جوناگڑھی پر غیر مقلد مکتبہ فکر کے مولانا صلاح الدین یوسف کے تفسیری حواشی مطبوعہ سعودیہ صفحہ ۱۳۰۵ میرے سامنے ہیں بخدا میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی کہ اسی سورہ زمر کی آیت نمبر ۴۵ کے الفاظ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ کہ جن کا ترجمہ ہے کہ "جب ان کفار کے سامنے "مِنْ دُوْنِهٖ" کا ذکر کیا جائے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں" اور "مِنْ دُوْنِهٖ" کی تفسیر سورہ زمر میں ہی آیت نمبر ۱۵ میں کر دی گئی کہ "مِنْ دُوْنِهٖ" وہ بت ہیں جن کی کفار مکہ عبادت کرتے تھے لیکن صلاح الدین

یوسف نے یہاں ''مِنْ دُوْنِہٖ'' کو رسول اللہ ﷺ، حضرت علی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی پر چسپاں کیا ہے اور ''اِذَا ذُکِرَ الَّذِیْنَ'' میں ''اَلَّذِیْنَ'' سے مراد ان مسلمانوں کو مراد لیا ہے جو یارسول اللہ مدد، یا علی مدد اور یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کہتے ہیں، تفہیم القرآن میں مودودی نے بھی من دونہ یا من دون اللہ کے الفاظ کی معنوی تحریف کرتے ہوئے انہیں انبیاء و اولیاء و مسلک حقہ اہل سنت و جماعت اور کل مومنین پر چسپاں کیا ہے اور بلغتہ الحیر ان اور جواہر القرآن ان سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔

قارئین! ایسا ترجمہ وتفسیر کرنے والے لوگ کون ہیں؟ انکی نشاندہی میں بخاری شریف جلد دوئم میں پورا ایک باب موجود ہے، باب الخوارج والملحدین یعنی خارجیوں اور بے دینوں کا باب وہاں ترجمہ باب میں امام بخاری صحابی رسول حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے الفاظ میں خوارج اور ملحدین کی سب سے بڑی نشانی آب زر سے لکھنے کے قابل الفاظ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَرَاھُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰہِ وَقَالَ اِنَّھُمْ اِنْطَلَقُوْا اِلٰی آیَاتٍ نَزَلَتْ فِیْ الْکُفَّارِ فَجَعَلُوْھَا عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان خارجی ملحدوں کو اللہ کی بدترین مخلوق قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان بے دینوں نے ان آیتوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں انہیں

مسلمانوں پر چسپاں کیا۔

(2) وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الانعام ۵۲) ترجمہ: اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح و شام اسکی رضا چاہتے ہوئے۔ تفسیر ابن عباس: يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ: يعنى يَعْبُدُوْنَ رَبَّهُمْ

۔

(تفسیر ابن عباس صفحہ ۱۹۹، تفسیر طبری جامع البیان جلد ۱۱ صفحہ ۳۸، درمنثور للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۶، الاتقان للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۳)

حضرت ابن عباس نے اس آیت کریمہ میں يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ کا ترجمہ يَعْبُدُوْنَ رَبَّهُمْ کہ وہ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں، کیا ہے۔ لہٰذا جو کوئی اس کا ترجمہ پکارنا کرے وہ غلط ہے اور صریحاً غلط ہے اور تفسیر صحابہ کے الٹ ہے۔

(3) سورہ انعام آیت نمبر ۷۱ میں الفاظ ہیں۔ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا کی تفسیر میں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اَلْاٰلِهَةَ الَّتِى تُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عز و جل: ترجمہ "کہ آیت ہذا میں اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے مراد وہ معبود مراد ہیں کہ جن کی اللہ کے مقابلے پر عبادت اور پوجا کی جاتی ہے۔ (تفسیر ابن عباس صفحہ ۲۰۲، تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۷، جامع البیان للطبری جلد ۱۱ صفحہ ۴۵۲)

(4) وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ

عِلۡمٍ (الانعام:۱۰۸)

ترجمہ: ''اور انہیں گالی نہ دو جن کو کفار اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ پھر اس سے تو وہ کفار زیادتی اور جہالت سے کام لیتے ہوئے اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے''۔ آیت کا مقصد یہ ہے کہ اگرچہ بتوں کو برا کہنا ہی حق ہے لیکن سچے اللہ کریم کی بے ادبی کا اس سے امکان ہو تو منع کیا گیا اور ابن انباری کا قول ہے کہ یہ حکم اول زمانہ میں تھا جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قوت عطا فرمائی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا تاہم ہمارا مقصد زیر بحث آیت میں یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ کے معنی کے تعین سے ہے جو تفسیر ابن عباس سے حاضر خدمت ہے۔

تفسیر ابن عباس: فَنَهَاهُمُ اللّٰهُ اَنۡ يَّسُبُّوۡا اَوۡثَانَهُمۡ : ترجمہ: پس اللہ نے اس آیۂ کریمہ میں کفار کے اوثان یعنی پتھر کے بنے ہوئے بتوں کو گالیاں دینے سے منع کیا ہے۔

(تفسیر ابن عباس صفحہ ۲۰۹، جامع البیان للطبری جلد ۱۲ صفحہ ۳۴، تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۳۰۸، درمنثور جلد ۳ صفحہ ۳۸)

قارئین! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہاں فیصلہ کن انداز میں یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ سے مراد اوثان یعنی کفار مکہ کے پتھر سے بنے ہوئے بت مراد لئے ہیں۔ لہٰذا قرآن پاک میں یدعون من دون اللہ جہاں بھی ہے اس سے مراد یہی بت ہیں جو پتھر سے بنے ہیں اور کفار مکہ جن کی پوجا کرتے تھے۔ کسی مفسد

ذہن کا اس سے مراد ولی نبی یا صاحب مزار مراد لینا، کہ جو مسلمانوں کے دین اور عقیدہ میں اللہ کے حکم سے ان کی محبت کا مرکز ہیں، بالکل غلط اور بغیر کسی دلیل شرعی کے ہیں۔

(5) اب لیں سورہ رعد کی آیت ۱۴ جنہیں خارجی ہر دور میں اولیاء اللہ اور مزارات کے ماننے والوں پر بے دھڑک چسپاں کرتے ہیں، صحابہ اور ان لوگوں کا ترجمہ بالکل آپس میں متضاد ہیں اور اس آیت مبارکہ کا مقصود ان کفار کا رد تھا جو معبود جان کر ان بتوں کی عبادت کرتے اور ان سے مرادیں مانگتے مگر ظلم یہ ہے کہ وہابیہ اسی آیت کو مزارات اولیاء اور عام مومنین پر چسپاں کرتے ہیں۔ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ۔ تفسیر جامع البیان للطبری جلد ۱۶ صفحہ ۳۹۸، طبرانی کتاب الدعا جلد ۳ صفحہ ۱۵۲۱، ارشاد الساری للقسطلانی جلد ۷ صفحہ ۱۸۲، در منثور للسیوطی جلد ۴ صفحہ ۵۳ سے حضرت ابن عباس کا فرمان سنیں۔

ترجمہ آیت: اسی اللہ کو پکارنا حق ہے اور جو "مِنْ دُوْنِهٖ" کی عبادت کرتے ہیں تو وہ انکی کچھ بھی نہیں سنتے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: قَوْلُهٗ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ: يَقُوْلُ: شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پھر فرمایا۔ هٰذَا مَثَلُ الْمُشْرِكِ الَّذِيْ عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ غَيْرَهٗ (تفسیر ابن عباس صفحہ ۲۹۸)

ترجمہ: آپ فرماتے ہیں کہ ''اسی کو پکارنا حق ہے'' سے مراد کلمہ شریف پڑھنا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور یہ جو فرمایا گیا ہے کہ جو من دونہ کو پکارتے یعنی عبادت کرتے ہیں تو وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ اس مشرک کی مثال ہے جو اللہ کے ساتھ کسی غیر کی عبادت کریں

قارئین! حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت میں وَالَّذِیْنَ سے مشرک مراد لے رہے ہیں کہ جن کا رد اس آیت میں مقصود ہے جو معبود جان کر بتوں کی عبادت کرتے اب فیصلہ آپ پر ہے کہ اس آیت مبارکہ کو اولیاء اللہ اور مزارات اور اس کے ماننے والوں پر بے دھڑک چسپاں کرنا کون سا انصاف ہے؟ بلکہ یہ خوارج کی وہ نشانی ہے جس کا ذکر بخاری جلد دوئم میں باب الخوارج والملحدین میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان الفاظ میں فرمادیا ہے۔ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّهُمْ انْطَلَقُوْا اِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان خارجی ملحدوں کو اللہ کی بدترین مخلوق قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان بے دینوں نے ان آیتوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں انہیں مسلمانوں پر چسپاں کر دیا ہے۔

وہابیہ کا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ والی آیات سے انبیاء واولیاء مراد لینے کا رد

اعتراض:۔ ''وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَائِھِمْ غٰفِلُوْنَ ۔ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوْا لَھُمْ اَعْدَاءً وَّکَانُوْا بِعِبَادَتِھِمْ کٰفِرِیْنَ ۔ سورہ الاحقاف پ۲۶ آیت ۵،۶

اعتراض یہ ہے کہ (۱) اس آیت میں من دون اللہ سے مراد انبیاء اولیاء ہیں، (۲) اسکی دلیل من دون اللہ سے آگے لفظ مــن ہے۔ جو ذوی العقول پر استعمال ہوتا ہے (۳) تیسرا اعتراض یہ ہے کہ یدعوا کا ترجمہ پکارنا ہے اور غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے''۔

جواب:۔ قرآن کریم کا اصول یاد رکھیں کہ جس آیت کریمہ میں دعا کا مفعول من دون اللہ ہو تو اس مقام پر دعا بمعنی عبادت ہوگی اور فاعل کفار ہوں گے اور من دون اللہ بت ہوں گے اور یہ فعل شرک فی الالوہیت ہوگا۔ دعا بمعنی عبادۃ ہوگی پہلے دو اعتراضات کے جوابات تو اسی اصول سے رفع ہو گئے۔ رہا تیسرا اعتراض کہ یدعوا کا ترجمہ پکارنا ہے اور ہر پکارنے والا دائمی مشرک ہے اگر یہ اعتراض اور ترجمہ قائم ہے تو اس زد میں انبیاء کرام اور اولیاء کرام بھی آ جائیں گے ملاحظہ کریں۔

ہمارے نزدیک من دون اللہ کے الفاظ قرآنی کے ساتھ یدعو کا ترجمہ عبادت کرنا ہے اور دیگر مواقع پر بلانا بھی اس کا معنی ہے۔ یا پکارنا بھی

لیکن اس کا قائل مشرک نہیں ہوگا۔ ملاحظہ ہو آیات قرآنی:
(1) وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰاکُمْ۔ (آل عمران) ترجمہ:۔ اور "رسول اللہ ﷺ تمہیں پکارتے تھے تمہاری پچھلی جانب سے" کیا رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو جو پہاڑوں میں تھے پکارا یا بلایا تھا تو کیا معاذ اللہ آپ پر بھی فتویٰ شرک چسپاں کروگے؟۔ نقل کفر کفر نباشد۔ (2) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ (سورہ انفال)۔ ترجمہ:۔ اے ایمان والو جواب دو جب بھی اللہ اور اس کا رسول تجھے پکاریں اور بلائیں"۔ (3) "لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ (سورہ نور) ترجمہ:۔ اور نہ بلاؤ رسول اللہ ﷺ کو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو آپس میں بلاتے ہو" (4) اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْکَ (سورہ قصص) ترجمہ:۔ شعیب علیہ السلام کی بیٹی کہتی ہے کہ "میرا باپ آپ کو بلاتا ہے" بتاؤ کس پر فتویٰ لگاؤ گے شعیب علیہ السلام پر یا ان کی بیٹی پر؟ (5) یَدْعُوْنَ فِیْھَا بِکُلِّ فَاکِھَۃٍ اٰمِنِیْنَ (سورہ دخان) ترجمہ:۔ "جنتی تمام پھلوں کی طرف بلائیں گے" کیا سب جنتی معاذ اللہ مشرک ہو گئے؟ (6) وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلَی الْجَنَّۃِ وَالْمَغْفِرَۃِ بِاِذْنِہٖ (سورہ بقرہ) ترجمہ:۔ اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے۔ (7) یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِھِمْ (سورہ بنی اسرائیل) ترجمہ:۔ جس دن ہم بلائیں گے سب لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ناموں پر" ان دو آیات سے اب

خدا پر کیا فتوی لگاؤ گے؟ (8) فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَ اَبْنَاءَ كُمْ (سورہ آل عمران) ترجمہ:۔ پس آپ فرمادیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلا لیتے ہیں اور ہم اپنے بیٹوں کو" (9) وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سورہ مومنون) ترجمہ:۔ "اور بے شک اے محبوب آپ ان کو بلاتے ہیں صراط مستقیم کی طرف" لہٰذا ان 9 آیات مبارکہ اور ان کے ترجمہ سے معلوم ہوا کہ ہر پکارنا عبادت نہیں اور نہ ہی ہر جگہ پکارنے سے کوئی مشرک ہوتا ہے جیسے کہ ان آیات مبارکہ کے تحت ہر لحاظ سے واضح ہے۔ اور اللہ سمجھ کر پکارنا شرک فی الالوہیت ہے۔ ہم من دون اللہ کو نہیں یا کسی اور اللہ کو نہیں پکارتے بلکہ رسول اللہ اور اولیاء اللہ کو پکارتے ہیں۔

یہ تصریح بھی خود قرآن کریم نے کی ہے کہ یدع کا ترجمہ عبادت کی حیثیت سے پکارنا اس وقت ہوگا جب صفت الوہیت کے ساتھ پکارا جائیگا۔ ملاحظہ ہو آیات قرآنیہ۔ (1) وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (سورہ مومنون) ترجمہ:۔ اور کون ہے جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرے۔ (2) فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ (سورہ شعراء) ترجمہ:۔ پس اللہ کے ساتھ تو کسی دوسرے معبود کی عبادت نہ کرو ورنہ عذاب والوں میں سے ہو جائے گا۔ (3) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورہ نمل) ترجمہ:۔ اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہ کرو نہیں کوئی معبود

سوائے اس کے۔ (4) ءَ اِلٰـہٌ مَّعَ اللّٰـہِ قَلِیۡلاً مَّا تَذَکَّرُوۡنَ (سورہ نمل)

ترجمہ:۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، بہت کم ہیں جو نصیحت پکڑتے ہیں

۔(5) والذین لا یدعون مع اللہ الھا آخر (سورہ فرقان) ترجمہ:۔ اور ایمان

والے وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود (الہٰ) کی پوجا نہیں کرتے۔

ان پانچ آیات مبارکہ میں یدع کا ترجمہ عبادت کی حیثیت سے پکارنا اس لئے

ہے کہ یہاں ں کا استعمال صفتِ الوہیت کے ساتھ ہے اور قرآن مجید میں یہ

اصول ان آیات بالا کے ترجمہ کرنے میں ہر لحاظ سے واضح ہو جاتا ہے اس بحث

سے یہ واضح ہو گیا کہ من دون اللہ یعنی بتوں والی آیات کو مومنین پر چسپاں کرنا

کچھ لوگوں کی عادت بن چکی ہے اور ایسا کرنے والے کائنات کے بدترین شریر

لوگ ہیں۔ صحابہ کرام کا فتویٰ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۱۰۲۴ پر ان الفاظ میں درج

ہے۔ وَکَانَ ابۡنُ عُمَرَ یَرَاھُمۡ شِرَارَ خَلۡقِ اللّٰہِ وَقَالَ اِنَّھُمۡ اِنۡطَلَقُوۡا اِلٰی

آیَاتٍ نَزَلَتۡ فِی الۡکُفَّارِ فَجَعَلُوۡھَا عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۔یعنی کہ یہ خارجی

بدترین مخلوق ہیں جو بتوں کے حق میں نازل شدہ آیتیں مومنین پر چسپاں کرتے

ہیں۔ اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ انبیاء و محبوبانِ خدا کو من دون اللہ کا مصداق قرار

دینے والا پہلا شخص یہودی تھا اور خود حضور ﷺ اور قرآن مجید نے اس کی

تردید فرمائی۔

انبیاء اللہ کو مِن دُونِ اللہ کہنے والا پہلا شخص یہودی تھا

جب سورہ انبیاء کی آیت 100,99,98 ''اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَہَنَّمَ اَنْتُمْ لَہَا وَارِدُوْنَ لَوْ کَانَ ھٰٓؤُلَاۗءِ اٰلِہَۃً مَّا وَرَدُوْہَا وَکُلٌّ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ لَہُمْ فِیْہَا زَفِیْرٌ وَّہُمْ فِیْہَا لَا یَسْمَعُوْنَ ۔ترجمہ:۔ ''بے شک تم جن کفار کی اور جن من دون اللہ تم عبادت کرتے ہو وہ جہنم کا ایندھن ہیں تم تمام اس جہنم میں داخل ہونے والے ہو۔ اگر یہ معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اس جہنم میں دوزخیوں کا شور ہوگا اور وہ کچھ نہ سنیں گے'' جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ایک یہودی ابن زبعریٰ شہمی نے حضور سید عالم سرکار اقدس ﷺ سے مخاصمہ کیا اور کہا کہ یہود عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں اور تمہارے اس قانون سے یعنی ''اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَہَنَّمَ'' سے انبیاء وملائکہ بھی جہنمی ثابت ہوئے تو حضور سید عالم ﷺ نے فوراً ارشاد فرمایا۔ ''بَلْ یَعْبُدُوْنَ الشَّیْطَانَ''۔ فرمایا بلکہ وہ تو شیطان کی عبادت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے پھر آپ کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَہُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی اُولٰۗئِکَ عَنْہَا مُبْعَدُوْنَ ۔اور بے شک جن کیلئے ہماری طرف سے نیکی مقدر ہوچکی وہ اس سے دور کئے جائیں گے''۔

قارئین! سورہ انبیاء کی اوپر درج کردہ آیت مبارکہ کا پس منظر، شان نزول اور

یہودی کا آپ سے مخاصمہ کرنا تمام متداول کتب تفسیر میں موجود ہے اب اس حقیقت میں کچھ شک نہ رہا کہ انبیاء مقبولانِ خدا پر من دون اللہ کی اصطلاح سب سے پہلے ایک یہودی نے استعمال کی اور رسول اللہ ﷺ نے اسکی تردید فرمائی الحمدللہ۔ اہلسنّت آج بھی اپنے کریم آقا ﷺ کی سنت پوری کر رہے ہیں اور گمراہ لوگ یہودی زعماء کے مشن پر دانستہ یا نادانستہ عمل کر رہے ہیں میں انہی الفاظ پر من دون اللہ کی بحث کو ختم کرتا ہوں۔ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ردِّ شرک واثباتِ توحید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ . اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ . وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ ۔

قارئین محترم! لا الہ الا اللہ میں پہلے ردشرک ہے اور پھر اثبات توحید ہے لہٰذا مقصد کتاب کے پیش نظر تفصیلاً اس مضمون میں آپ یہ جان سکیں گے کہ شرک کیا ہے؟ توحید کیا ہے؟ اور اس کے بعد، کیا شرک ہے؟ کیا شرک نہیں؟ نیز یہ کہ سورہ اخلاص کی تلاوت کرنے والا تمام اقسام شرک سے پاک ہو جاتا ہے۔

شرک کی تعریف:۔ شرک کے لغوی معنی حصہ ہونا اور شریک کے معنی "حصہ دار ہونا" ہیں۔ شرک کا شرعی اور اصطلاحی معنی کسی کو اللہ کی الوہیت میں شریک ماننا، یا کسی اور کو اللہ ماننا یا اللہ کے برابر جاننا یا اللہ کی صفات کسی میں بالا استقلال

ماننا اور سب سے بڑھ کر شرک یہ کہ کسی کو واجب الوجود و مستحق عبادت جاننا۔

توحید کیا ہے؟ شرک کے الٹ توحید ہے یعنی اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں نہ احکام میں نہ اسماء میں، اللہ واجب الوجود ہے، ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا صرف اللہ ہی مستحق عبادت ہے اسکی ذات کی طرح اس کی صفات بھی قدیمی ازلی ہیں نہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا، ہر ممکن پر قادر ہے وہ ہر کمال و خوبی کا جامع ہے، حیات، قدرت، سننا، دیکھنا، کلام، علم اور ارادہ اسکی صفات ذاتیہ ہیں مثل دیگر صفات کے اس کا کلام بھی قدیم ہے لہذا قرآن مجید مخلوق نہیں اسے مخلوق کہنا کفر ہے، اس کا علم بالذات ہے اس کا علم ہر شے کو محیط ہے جو ازلی ہے ابدی ہے وہ عالم الغیب والشہادت مستقل بالذات ہے۔ اللہ ہر شے کا خالق حقیقی ہے ذوات ہوں یا افعال وہ رازق حقیقی ہے اللہ تعالیٰ جہت و مکان و زمان و حرکت و سکون و شکل و صورت و جمیع حوادث سے پاک ہے، وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے کسی کو اس پر قابو نہیں وہ اونگھ، نیند، تھکنے، الٹانے، کھانے، پینے اور مرنے سے پاک ہے، عزت، ذلت اسی کے ہاتھ میں ہے وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے وہ رحمٰن ہے رحیم ہے قضا و قدر کا مالک ہے جن و انس کو اس نے اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا قدوس۔ عزیز۔ جبار متکبر اسی کے نام ہیں اسماء الحسنٰی کا مالک ہے۔

شرک کیوں ظلم عظیم ہے: قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ

الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۔ترجمہ: بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔
ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اسکے غیر محل میں رکھنا اور کسی کا حق کسی دوسرے کو دینا۔
عبادت اللہ کا حق ہے جب انسان اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرتا ہے تو وہ
اللہ کا حق دوسروں کو دے رہا ہے یہ شرک ہے۔ یہ ظلم عظیم ہے یہ اکبرالکبائر گناہ
ہے اس کی کوئی بخشش نہیں۔اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ
ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ۔ترجمہ: بے شک اللہ شرک کو معاف نہیں کرے گا اس کے
علاوہ ہر گناہ معاف فرما دے گا یہاں شرک بمعنی کفر بھی ہے یعنی ہر کفر نا قابل
معافی ہے۔شریعت میں شرک کی واضح تفسیر جو علماء نے کی ہے وہ یہ ہے کہ کسی
وصف کو غیر اللہ کے لئے اس طریقہ میں ثابت کرنا کہ جس طرح اور جس حیثیت
سے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔

یہی وہ شرک ہے جس کی وجہ سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور
اگر بغیر توبہ مر گیا تو ہمیشہ کیلئے دوزخ کا ایندھن ہوا۔جس فعل کا شرک ہونا نص
سے ثابت ہو وہ واقعی حرام اور ممنوع ہے اور جس فعل کے شرک ہونے پر قرآن و
حدیث ناطق نہ ہوں اس کو خواہ مخواہ شرک ٹھہرانا اور اس کے ممنوع ہونے پر فتویٰ
دینا سراسر حماقت اور نادانی ہے۔ کیونکہ اگر ہر جگہ شرک یا ایہام شرک کا بلا دلیل
اعتبار کر لیا جائے گا تو دائرۂ اسلام اس قدر تنگ ہو جائے گا کہ تلاش کرنے سے
بھی کوئی مسلمان نہ ملے گا۔اب شرک کی تمام اقسام تفصیلاً کھول کر بیان کی جاتی

ہیں اور آخر پر ان تمام اقسام کو مختصراً پانچ اقسام میں منحصر کر کے یہ ثابت کیا جائے گا کہ جو سورہ اخلاص تلاوت کرے اس پر ایمان رکھے وہ ہر قسم کے شرک سے بفضلہٖ تعالیٰ ہر لحاظ سے پاک ہو جاتا ہے۔ (1) اللہ واجب الوجود ہے کسی اور کو واجب الوجود ماننا شرک ہے (2) وہ مستقل بالذات ہے کسی اور کو مستقل بالذات ماننا شرک ہے (3) وہ اکیلا ہی معبود ہے۔ اس کے ساتھ کسی غیر کی عبادت شرک ہے (4) وہ حی ہے قیوم ہے خالق حقیقی ہے جو اسکی طرح کسی میں بالذات و بالاستقلال یہ صفات مانے مشرک ہے۔ (5) ہر نفع و نقصان اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے یعنی نافع حقیقی اور مضر حقیقی صرف اللہ ہے ہاں مخلوق کی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز میں بھی اللہ نے نفع و ضرر کی تاثیر پیدا فرما دی ہے اور مخلوق میں مخلوق کیلئے سب سے زیادہ نافع اس نے انبیاء کو بنایا اور انبیاء میں بھی سید الانبیاء حضور ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر تمام مخلوق کیلئے رحمت و نفع کا مرکز بنا دیا کوئی بھی اگر نافع ہے تو محض اس کی عطا سے۔ اس کی عطا کے بغیر کسی کو نافع حقیقی ماننا شرک ہے اللہ علی کل شی قدیر ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کو علی کل شی قدیر ماننا شرک ہے (6) بالذات صرف اللہ تعالیٰ ہی مصیبتیں ٹالتا ہے بیماروں کو شفا دیتا ہے اور بے اولادوں کو اولاد دیتا ہے۔ اس کا ثبوت سورہ مائدہ: ۴۱، سورہ الاعراف: ۱۸۸، سورہ یونس: ۴۹ اور آیت نمبر ۱۰۷، سورہ زمر: ۳۴، انعام: ۱۷، یونس: ۱۲، بنی اسرائیل: ۵۶، الانبیاء: ۸۴، الشعراء: ۸۰، الزمر: ۳۸ اور الشوریٰ

:۴۹ میں موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے شہد کا شفا ہونا آیت مبارکہ فِیهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ۔ سورہ نحل: ۶۹ میں اور اس کے حکم سے اس کے بندوں کا اولاد دینا الکھف :۸۲، مریم: ۱۹۔ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ۔ ترجمہ: جبریل نے مریم سے کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ "میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا دوں" کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ پس شرک یہ ہے کہ کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ بغیر اللہ کے چاہے اور بغیر اس کے حکم کے بھی حقیقی طور پر بالاستقلال کوئی مخلوق میں سے میری بیماری ٹال سکتا ہے یا مجھے شفا دے سکتا ہے یا اولاد دے سکتا ہے تو یہ شرک ہے (7) اسی طرح علم غیب بالذات صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس کا ثبوت سورہ انعام: ۵۰، الاعراف: ۱۸۸، یونس ۲۰، النمل: ۶۵، البقرہ: ۳۳، انعام: ۵۹، ۷۴، التوبہ: ۷۸، ۹۴، ۱۰۵، سورہ ہود: ۱۲۳، الکھف: ۲۶، فاطر: ۳۸، السباء: ۳ اور الحجرات: ۱۸ میں موجود ہے اور عطائی علم غیب انبیاء ورسل بالخصوص سید الانبیاء حضور پرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کیلئے قرآن مجید سے ثابت ہے بلکہ نبوت کی تعریف ہی یہ ہے اَلنُّبُوَّةُ هِيَ اِطِّلَاعٌ عَلَى الْغَيْبِ (زرقانی) ترجمہ: اللہ کی طرف سے غیب پر اطلاع ہی نبوت ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں یہ اللہ کا حکم موجود ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو علم غیب عطا کیا گیا ہے اور اس کا ثبوت قرآن مجید کی سورہ آل عمران: ۱۷۹، الجن: ۲۶، ۲۷، آل عمران: ۴۴، انعام: ۳۸، یوسف: ۱۰۲، النحل: ۸۹، الرحمٰن: ۱ ۲ اور سورہ التکویر: ۲۴ میں بغیر کسی شک وشبہ

کے موجود ہے لہٰذا بالذات علم غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے اور بالعطاء الٰہی حضور نبی پاک ﷺ کو حاصل ہے جو مخلوق کے عقل وگمان سے وراء ہے کیونکہ مخلوق میں کوئی بھی حضور اقدس کے مرتبے کا نہیں کہ جو پہچانے کہ آپ کو کتنا علم دیا گیا ہے؟ سوائے اللہ کے آپ کا مقام ومرتبہ وعلم اور کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی کسی کیلیئے جائز ہے کہ ایسا دعویٰ کرے پس اللہ کے سوا کسی کے پاس بالذات وبالاستقلال علم غیب ماننا شرک ہے (8) اللہ ہر چیز کا حقیقی مالک ہے اور یہ قرآن مجید کی سورہ فاتحہ:۳، آل عمران:۲۶، الفتح:۱۱، المائدہ:۱۷۔ یونس:۵۵، المائدہ:۴۰، ۱۲۰، بنی سرائیل:۱۱۱، المومنون:۸۸، فاطر:۱۳، الزمر:۴۴، الزخرف:۸۲، ۸۵، الفتح:۱۴، اور سورہ والناس:۲ میں اس کا ثبوت موجود ہے لیکن اللہ کی عطا سے ہر انسان اپنے اپنے دائرہ اختیار میں کسی نہ کسی چیز کا مالک ہے تُؤتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ اللہ جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے (القرآن) لہٰذا یہ کہنا کہ کوئی نبی ولی کسی چیز کے مالک نہیں یہ توحید نہیں بلکہ اللہ کریم کے اصول تُؤتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ کا صاف انکار ہے حضرت ابراہیم کو ملک عظیم ملنا سورہ نساء:۵۴، حضرت طالوت کے ملک کا ذکر البقرہ:۲۴۸ میں اور حضرت سلیمان کا ملک هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِکْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ ترجمہ: "اے سلیمان یہ (جن وانس اور ہواؤں پر) ساری بادشاہی ہماری عطا ہے پس اب بغیر حساب کے جس پر چاہے جتنا چاہے احسان کر اور جس سے چاہے جتنا

چاہے روک لے''۔ کی آیات سے ثابت ہے لہٰذا شرک صرف یہ ہے کہ اللہ کی طرح بالاستقلال اور قدرت ذاتیہ سے کسی کو مالک حقیقی مانا جائے (9) قرآن مجید میں جب خلق کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اسی کا معنی ہوگا پیدا کرنا اور خالق کا معنی پیدا کرنے والا۔ لیکن جب بندے کی طرف خلق کی نسبت ہو جیسے حضرت عیسیٰ کہتے ہیں اِنِّیۡ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ ۔ یہاں معنی ہوگا اللہ کی دی ہوئی طاقت سے تخلیق کرنا اور بتانا لہٰذا صرف کسی کو خالق حقیقی کہنا شرک ہے۔ (10) قرآن مجید میں ہے۔ اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ترجمہ: نہیں ہے حکم مگر اللہ کا پھر فرمایا وکفی بربک وکیلا۔ ترجمہ: آپ کا رب کافی وکیل ہے۔ اللہ کی یہ وکالت اور حکم حقیقی، دائمی اور مستقل بالذات ہے لیکن قرآن مجید میں ہی النساء: ۳۵، المائدہ :۴۷، ۴۸، ۴۹، ۴۳، الطلاق: ۲ وغیرہ مختلف مقامات پر بندوں کا حکم۔ فیصلہ۔ گواہی اور وکالت ثابت ہے لیکن مخلوق کی یہ چیزیں عارضی، عطائی اور مجازی ہیں لہٰذا اب اگر کوئی اللہ کی طرح مخلوق میں سے کسی کیلئے حکم، فیصلہ، گواہی، وکالت اللہ کی طرح بالاستقلال و بالذات مانے تو مشرک ہوگا۔ (11) اللہ کی ذات بابرکات کا مخلوق کی پکار سننا۔ مدد کرنا، فریاد رسی کرنا، مشکل کشا ہونا قرآن مجید کی آیات مبارکہ سورہ آل عمران :۳۷، المنافقون :۷، الانعام :۱۷، یونس :۱۲، فاطر: ۱۵، النمل: ۶۲ اور الشوریٰ: ۴۹، ۵۰ سے ثابت اور موجود ہے اللہ کا مدد فرمانا مستقل بالذات ہے کسی کی عطا سے نہیں جبکہ قرآن مجید میں ہی انبیاء واولیاء و

مومنین کا باذن الٰہی و بہ عطاء الٰہی و بفضل الٰہی مدد کرنا اور اللہ کا حکم سمجھ کر اور انہیں مظہرِ عون الٰہی سمجھ کر ان سے مدد مانگنا سورہ نساء:۷۵، المائدہ:۵۵، التوبہ:۷۱، التحریم:۴، الصّف:۱۴، المائدہ:۲، محمد:۲، البقرہ:۱۵۳، الانفال:۶۴ سے واضح طور پر بغیر کسی شک وشبہ کے ثابت اور موجود ہے اور قرآن مجید میں ہی سورۃ النمل آیت نمبر ۳۹ میں ایک جن کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت اقدس میں تخت لا سکنے کی مدد کا اظہار کرنا اِنِّیْ عَلَیْہِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ کی رو سے ماتحت الاسباب مدد کا ثبوت ہے اور اسی سورۃ النمل آیت نمبر ۴۰ میں حضرت آصف بن برخیا کا اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ۔ترجمہ: کہ میں آپ کے حضور اس تخت کو لے آتا ہوں آنکھ جھپکنے سے پہلے'' کے الفاظ سے مدد کا اظہار کرنا اور پھر جاگتی آنکھوں کے سامنے عملاً ایسا کر دکھانا مافوق الاسباب مدد کا ثبوت قطعی ہے جو قرآن کی نص سے ثابت ہے اور اس کا انکار بھی کفر صریح ہے لہٰذا انبیاء و اولیاء و مومنین کا ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب ہر قسم کی مدد کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے پھر شرک کیا ہوا؟ ھاں شرک یہ ہے کہ انبیاء اولیاء اور مومنین کو مدد کرنے میں اللہ کی طرح مستقل بالذات یعنی اللہ کے مقابلے پر ایک اور اللہ کی حیثیت سے مانا جائے تو یہ شرک ہے (12) اللہ مخلوق کی صفات جیسے کھانا، پینا ،مرنا، سونا، حادث ہونا، عارضی یا مجازی ہونا، یا کسی کا بیٹا ہونا یا اس کا کوئی بیٹا ہونا یا مخلوق کے کسی بھی عیب جیسے جھوٹ بولنا یا جھوٹ کے بولنے کے امکان یعنی

امکان کذب سے پاک ہے جو کوئی اللہ کیلئے یہ چیزیں ثابت کرے وہ مشرک ہے
(13) اسی طرح نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ زمین و آسمان و جمیع مخلوق کا خالق
خود اسکی حفاظت کر رہا ہے وَلَا
یَؤُدُہٗ حِفۡظُہُمَا وَہُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ۔ ترجمہ: اور نہ اس کو ارض و سما کی حفاظت
کرنا مشکل ہے اور وہ اللہ بلند و عظیم ہے" اللہ کی ذات بابرکات کو تھکا ہوا کہنا۔
نیند اور اس کی ذات میں اونگھ کا عقیدہ رکھنا شرک ہے جس کا مکمل رد آیۃ الکرسی
میں موجود ہے۔ (14) اللہ بالذات و بالاستقلال خالق ہے پیدا کرنے والا
ہے۔ رزق۔ زندگی اور موت کا مالک حقیقی ہے جو کسی اور کو بالذات و بالاستقلال
خالق۔ رازق۔ زندگی اور موت دینے والا سمجھے وہ مشرک ہے۔ (15) قرآن
مجید فرماتا ہے وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ ترجمہ: کوئی اس کا ہمسر و برابر نہیں۔
لہٰذا کسی کو اللہ کا ہمسر ماننا شرک ہے۔ الحمد للہ۔ تمام مسلمانوں کا حضور سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدہ ہے کہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" یعنی آپ کو
بھی کہ جو مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ ہیں کو خدا نہیں بلکہ بعد از خدا بزرگ و
برتر مانتے ہیں اور پھر آپ کو بھی نعوذ باللہ "اللہ" نہیں کہتے بلکہ "رسول اللہ" اور "
محمد أعبدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ" کہتے ہیں لہٰذا کوئی مسلمان کیسے مشرک ہو سکتا ہے؟ اس لئے ہر
مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک پر پورے شرح صدر سے ایمان
رکھنا چاہیے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

وَاِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تَنَافِسُوْا فِیْھَا (متفق علیہ)

ترجمہ: فرمایا بے شک مجھے تمہارے متعلق یہ ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے بلکہ ڈر تو یہ ہے کہ تم دنیاداری کی رغبت میں پڑ جاؤ گے (بخاری شریف مترجم جلد دوئم صفحہ ۳۵۷، ۵۵۰، مشکوٰۃ مترجم جلد ۳ صفحہ ۲۰۴، مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور)

الحمدللہ! یہ حدیث متفق علیہ ہے بخاری و مسلم دونوں میں ہے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ واقعی یہ الفاظ نطق رسول ہیں اور نطقِ مصطفیٰ پر ایمان لانا فرض ہے قرآن مجید کا حکم ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ ترجمہ: میرا محبوب اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتا بلکہ ان کا کلام وحی الٰہی ہی ہوتا ہے" وحی جلی ہو تو قرآن ہے وحی خفی ہو تو حدیث رسول ہے دونوں پر ہی مسلمان کیلئے ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ دونوں نطق مصطفیٰ ﷺ ہیں (16) قرآن مجید میں حکم ہوا۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ ترجمہ: کون ہے جو اللہ کی بارگاہ میں سوائے اس کی اجازت کے شفاعت کرے" ایسا کیوں ارشاد گرامی ہوا؟ اس کا پس منظر کیا ہے؟ ماذون من اللہ کون ہیں؟ اور کون نہیں؟ تو اس ارشاد گرامی کا شان نزول اور پس منظر یہ ہے کہ مشرکین مکہ کی ایک قسم وہ تھی جو اللہ تعالیٰ کو خالق مالک۔ زندہ کرنے والا۔ مارنے والا۔ پناہ دینے والا اور عالم کا مدبر مانتے تھے اور ان کا اللہ کو ایسا ماننا خود اللہ کریم نے آٹھ مختلف مقامات پر

قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے بت بنا کرر کھے تھے جن کے نام ود۔ یغوث۔لات۔منات اورعزیٰ تھے اورانہیں وہ الٰہ کی حیثیت سے یعنی اپنے معبودوں کی حیثیت سے پوجتے بھی اور ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھتے کہ حقیقی اللہ ہماری گرفت کرے گا تو یہ بت زبردستی۔بغیر اذن الٰہی۔دھونس کی شفاعت کر کے ہمیں اللہ سے بخشوالیں گے لہٰذا ''مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاءُ''یعنی بتوں کو اپنا سفارشی ماننے کی وجہ سے وہ مشرک تھے۔اس کی قرآن مجید نے وضاحت فرمادی ہے ملاحظہ ہو۔

(1) ام اتخذوا من دون الله شفعاء قل اولو کانو الا یملکون شیأ و لا یعقلون . قل للہ الشفاعة جمیعا لہ ملک السمٰوت والارض۔

ترجمہ: بلکہ انہوں نے ''مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ'' یعنی اللہ کے مقابل کچھ سفارشی بنا رکھے تھے محبوب فرمادو کیا اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک نہ ہوں اور نہ عقل رکھیں فرما دو ساری شفاعتیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

(2) وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَايَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاءُنَا عِنْدَاللّٰهِ۔

ترجمہ: ''اور وہ اللہ کے سوا بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان دیں اور نہ نفع اور کہتے ہیں یہ ہمارے شفیع ہیں اللہ کے نزدیک'' ان آیات مبارکہ سے روز

روشن کی طرح واضح ہے کہ کفار کے بت لات منات۔ود۔عزی سب کے سب "شفعاء من دون اللہ" ہیں ان کی شفاعت وسفارش کا عقیدہ رکھنا شرک ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ "رسول اللہ" اور "ماذون من اللہ" یعنی اللہ کے حکم سے شفاعت کرنے والے ہیں۔شفاعت کبریٰ بالوجاہت کا تاج روز محشر منجانب اللہ صرف آپ کو ہی پہنایا جائیگا آپ کے صدقے میں امت محمدیہ علیہ التحیۃ والتسلیم کے حفاظ کرام، علماء اور اولیاء اللہ کو بھی اذن شفاعت سے سرفراز کیا جائیگا۔رمضان المبارک روزہ داروں کی۔قرآن کریم اپنے پڑھنے والوں اور عمل کرنے والوں کی حتیٰ کہ حجر اسود بھی کہ جو ایک پتھر ہے اپنے چومنے والوں کی شفاعت اپنے اللہ کے اذن۔اجازت اور حکم سے کریں گے حمل میں ضائع شدہ بچے، شیر خوارگی اور چھوٹی عمر میں فوت ہونے والے بچے، بچیاں اپنے والدین حتیٰ کہ اپنا جنازہ پڑھنے والوں کی بھی شفاعت کریں گے۔ماذون من اللہ کی شفاعت کا انکار قرآن مجید کی درج ذیل آیات کا صریح انکار ہے اور کفر ہے۔

(1) وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (نساء:٦٤) اور جب بھی وہ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول پاک ان کی شفاعت فرمادیں تو اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے" اس آیت میں "وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

''شفاعتِ مصطفیٰ میں نص قطعی ہے جس کا انکار کفر ہے۔

(2) وَیَتَّخِذُ مَا یُنفِقُ قُرُبٰتٍ عِندَاللّٰہِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ :(توبہ:۹۹) مومن جو خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے قرب اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں''

(3) وَصَلِّ عَلَیْهِمْ (توبہ:۱۰۳) اور محبوب انکے حق میں دعائے خیر کر۔

پس ثابت ہوا نصیب والوں کو ماذون من اللہ کی شفاعت نصیب ہو گی اور یہ شفاعت اللہ کریم کے ہاں قبول ہو گی اور قرآن وحدیث کا مقصود اور مدلول بھی ماذون من اللہ یعنی اللہ کے اجازت یافتہ بندوں کی شفاعت کا بیان ہے جبکہ ''مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُفَعَاءَ'' کی سفارش مردود ہے اور اسے ماننا شرک صریح ہے ۔(17) مشارکت اسمی شرک نہیں یہ نکتہ رد شرک واثبات توحید میں خاص طور پر پیش نظر رہنا چاہیے اللہ سمیع ہے اور بصیر ہے انسان کو سمیع اور بصیر کہنا شرک نہیں اللہ مستقل اور ذاتی طور پر سمیع اور بصیر ہے اور انسان عطائی طور پر سمیع اور بصیر ہے۔اسی طرح مشارکت اسمی دیگر مواقع پر بھی شرک نہیں۔ مثلاً اللہ کی بارگاہ میں تمام مسلمان عرض کرتے ہیں اَنْتَ مَوْلٰنَا (سورہ بقرہ) ترجمہ:۔یا اللہ تو مولانا ہے'' اب یہ قرآن ہے اگر ایسی مشارکت شرک ہو تو تمام مذاہب کے علماء جن کو مولانا کہا جاتا ہے وہ سب کہنے والے اور کہلوانے والے اشتہاروں میں مولانا لکھنے والے اور لکھوانے والے سب مشرک ہو جائیں۔ چہ جائیکہ اللہ کے (99)

اسمائے حسنیٰ میں کہیں بھی داتا مشکل کشا غوث غریب نواز موجود نہیں اگر اولیاء اللہ کو مسلمان داتا مشکل کشا غوث اور غریب نواز کہتے ہیں تو وہ کیسے مشرک ہو گئے؟ کسی مسلمان پر بغیر دلیل شرعی شرک کا الزام لگانا بذات خود بہت بڑا ظلم ہے ۔اللہ کریم ہدایت عطا فرمائے (آمین)

خلاصہ بحث کہ شرک پانچ اقسام میں منحصر ہے

شرک فی الذات ۔شرک فی الصفات اور شرک فی العبادات کی تین بنیادی اقسام سمیت بھی شرک کی بہت سی شاخیں ہیں (الانسان فی القرآن) جنہیں ہم نے اوپر تفصیل سے سولہ اقسام میں کھول کر بیان کیا ہے کہ کیا چیز شرک ہے اور کیا شرک نہیں ہے؟ اگر ہم اس بحث کو سمیٹنا چاہیں تو جو جو چیزیں شرک بیان ہوئیں ان کو مختصراً پانچ اقسام میں سمیٹا جا سکتا ہے۔

(1) سرے سے اللہ کی ذات بابرکات واجب الوجود کا انکار اور اس کی بجائے زمانہ کو موثر ماننا اور دہر (زمانہ) کو ہی سب کچھ مان کر اللہ سے شرک کرنا ۔کئی کفار مکہ بھی اس میں مبتلا تھے اور روس وچین کے کل دہریے بھی زمانہ کو واجب الوجود اور مستقل بالذات مان کر اسی شرک میں مبتلا ہیں اور سرے سے اللہ واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کے ہی منکر ہیں۔

(2) ایک کی بجائے کئی خدا ماننا اور بتوں کی عبادت کرنا اور انہیں الہٰ ماننا ۔کفار مکہ کی مثل آج کل ہندوستان میں کل ہندو اپنے ہاتھ سے بنائے بتوں کی عبادت

کر کے شرک و کفر میں مبتلا ہیں۔

(3) اللہ کو ایک مان کر بھی اسکی بالاستقلال و بالذات قدرت و صفات جمیع کا یا کسی ایک کا کسی اور میں بھی اثبات کرنا یا اللہ کو تھکن اونگھ کھانے پینے سونے کا محتاج جاننا یا انتظام کائنات میں بغیر اس کے حکم سے کسی کو بھی کسی لحاظ سے دخیل بالذات جاننا جیسے مشرکین مکہ "شُفَعَاءُ مِنْ دُوْنِ اللہِ" کا عقیدہ اپنے بتوں کے بارے رکھتے تھے۔ اس شرک میں بھی مشرکین عرب مبتلا تھے اور ستارہ پرست مجوسی پارسی اور بدھ مت آج بھی اس شرک میں گرفتار ہیں۔

(4) اللہ کو ایک مان کر اس کی اولاد ماننا جیسے عیسائی ہیں یا یہودی ہیں کہ وہ حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔

(5) کسی کو کسی بھی لحاظ سے اللہ کا ہمسر اور برابر ماننا اور کسی کی شان کو اس کے برابر جاننا۔

سورہ اخلاص کی تلاوت کرنے والا شرک کی کل اقسام سے پاک ہو جاتا ہے:۔ الحمد للہ! تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۹۰ پر حضرت امام فخر الدین رازی نے بھی شرک کرنے والوں کی پانچ اقسام ہی بیان کی ہیں اور ہم نے بھی اوپر خلاصہ بحث میں شرک کو پانچ اقسام میں منحصر کیا ہے سورہ اخلاص ہر قسم کے شرک کا جامع رد ہے اور توحید کا خالص اور مکمل بیان بھی۔ حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی سورہ اخلاص کے شان نزول میں فرماتے ہیں کہ کفار و مشرکین عرب

حضور سید عالم ﷺ سے اللہ رب العزت جل وعلا تبارک وتعالیٰ وتقدس کے متعلق طرح طرح کے سوال کرتے ۔کوئی کہتا اللہ کا نسب کیا ہے کوئی کہتا وہ سونے چاندی لوہے لکڑی کس چیز کا بنا ہے کوئی کہتا اس کا وارث کون ہوگا" اَللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ نے اس نورٌ علیٰ نور سورۃ میں انتہائی مختصر اور جامع الفاظ میں نہ صرف یہ کہ اپنی ذات وصفات کے انوار کے بیان سے ان کے اوہام کو مضمحل کر دیا اور پھر نہ صرف یہ کہ ان سوالوں کا شافی جواب ہی دیا بلکہ ان کے ہاں موجود شرک کی اقسام بلکہ قیامت تک ممکنہ تمام اقسام شرک کا رد بھی ارشاد فرما دیا۔

قُلْ : ترجمہ: محبوب تم فرمادو۔

اس لفظ سے توحید مقبول اور توحید مردود کا فرق کر دیا کہ توحید وہی مقبول ہے جو نبی کے وسیلہ سے ہو جو نبی کی مدد کے بغیر توحید مانے اس کی توحید مردود ہے۔

(1) هُوَ اللّٰهُ۔ ترجمہ: وہ اللہ ہے

ان الفاظ مبارکہ میں اوپر درج کی گئی شرک کی پانچ اقسام میں سے پہلی کا رد ہے اور دہریہ کا شافی جواب ہے عام تراجم میں لکھا ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ: کہہ دو اللہ ایک ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے شرک کی پانچ اقسام کی نفی کیلئے قُلْ هُوَ اللّٰهُ سے پہلی قسم کی نفی کی اور "اَحَدٌ" کے ترجمہ سے دوسری قسم کے شرک کی نفی کی۔

(2) "اَحَدٌ" وہ ایک ہے۔

شرک کی دوسری قسم تعدد الہٰ ہے وہ کہتے تھے کتنے خدا ہیں؟ لاکھوں مورتیاں اور بتوں کی پوجا کر کے آج ہندو بھی مسلمانوں سے یہی سوال کرتے ہیں کہ تمہارے کتنے خدا ہیں؟۔ قرآن فرماتا ہے۔ ''اَحَدٌ'' ترجمہ ''وہ ایک ہے''

سورہ اخلاص کی پہلی آیت مکمل ہونے پر اب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ: تم فرماد وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔ یعنی پہلی آیت میں شرک کی دو اقسام کا رد ہے

(3) اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ ترجمہ: اللہ بے نیاز ہے

اس میں شرک کی تیسری قسم کا رد ہے کہ اللہ کسی بھی احتیاج کھانے پینے اونگھنے سونے سے بھی بے نیاز ہے اور اس بات سے بھی بے نیاز ہے کہ تم اس کی صفات کو مخلوق میں کسی کیلئے بالاستقلال و بالذات ثابت کرو۔ وہ اللہ، اللہ ہے۔ ہر لحاظ سے بے نیاز ہے تمہارے محدود خود ساختہ تصور توحید سے پاک اور وراء الوراء ہے ''شُفَعَاءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' سے بھی اللہ بے نیاز ہے اور اللہ کے مقابلے پر زبردستی اور دھونس کی شفاعت کے متصور بتوں کی اسے کوئی پرواہ نہیں اور اگر اللہ کی جمیع صفات یا اسکی کوئی ایک صفت بھی بالاستقلال و بالذات کسی مخلوق میں مانتے ہو تو اللہ اس سے بھی بے نیاز ہے اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

(4) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ ترجمہ: نہ اسکی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔

اس آیت مبارکہ میں شرک کو چوتھی قسم کا رد ہے جس میں یہود و نصاریٰ مبتلا ہو کر

حضرت عزیر وعیسیٰ علیہما السلام کو نعوذ باللہ، اللہ کا بیٹا مانتے تھے۔

(5) وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ ترجمہ: اور نہ کوئی اس کا ہمسر اور جوڑ کا ہے" اس میں شرک کی پانچویں قسم کی نفی ہے۔ مسلمانوں کو مشرک کہنے والے مفتری اور کذاب جب یہ بات کہتے ہیں کہ اہل سنت حضور نبی پاک ﷺ کی شان خدا سے بڑھا دیتے ہیں ان کا یہ کہنا ہی غلط ہے کیونکہ قرآن کہتا ہے وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ ترجمہ: اللہ کا کوئی ہمسر اور جوڑ نہیں ہے تمام اہل سنت سلف وخلف کا اول سے آج تک اور آج سے قیامت تک یہ عقیدہ ہے اور رہے گا کہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"، یعنی آپ کا مرتبہ پوری کائنات سے افضل واعلیٰ وبالا ہے لیکن آپ بھی خدا نہیں ہیں۔ بعد از خدا بزرگ و برتر ضرور ہیں آپ کو رسول اللہ ماننے والا صرف مومن ہی ہوسکتا ہے کبھی مشرک نہیں ہوسکتا۔ ہاں مومن کو مشرک کہنے والا اپنے انجام کی ضرور خیر منائے۔

قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا سورہ اخلاص توحید کی کیسی جامع سورۃ ہے اس میں ہر قسم کے شرک کا رد ہے اس کی تلاوت کرنے والا ہر قسم کے شرک سے پاک ہو جاتا ہے سورہ اخلاص کی تلاوت کرنے والے اور اس پر ایمان رکھنے والے کو مشرک کہنے والے کو ہزار بار سوچنا چاہیے کہ وہ خود مشرک ہو کر نہ مرے اور شب و روز شرک شرک سے لبریز بے مہاری زبانوں کو لگام دینا ہی ہماری اس تحریر کا مقصد وحید ہے۔

قارئین! کلمہ شریف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور سورہ اخلاص پورے عالم اسلام کے بچے بچے ہر بڑے نوجوان و بوڑھے مرد و عورت ہر ایک کی زبان پر اللہ کریم نے اپنے کمال کرم سے آسان فرما کر جاری فرما دیئے ہیں ایسے لگتا ہے جیسے کلمہ شریف اور سورہ اخلاص پڑھنے والوں کے فضائل کا امت محمدیہ کو بات بات پر شرک شرک کہنے والوں نے کبھی اندازہ ہی نہیں کیا۔ کلمہ اسلام کے فضائل ہم پہلے باب میں بیان کر چکے ہیں آئیں اللہ کے رسول پاک ﷺ کی مقدس زبان وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى سے سورہ اخلاص کی تلاوت کرنے والے کے فضائل سنیں!

(1) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سورہ اخلاص کی تلاوت کا ثواب تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف جلد ا صفحہ ۴۶۷)

(2) قَالَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَنَامَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَرَاَ مِائَةَ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ يَا عَبْدِيْ اُدْخُلْ عَلٰى يَمِيْنِكَ الْجَنَّةَ۔ رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث حسن غریب (مشکوٰۃ شریف جلد ا صفحہ ۴۶۸)

ترجمہ: ”پس جس نے بستر پر سونے کا ارادہ کیا اور دائیں کروٹ سو کر ایک سو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ لی تو جب روز قیامت ہوگا اس کا رب اس سے فرمائے

اے میرے بندے داہنی طرف سے ہی جنت میں داخل ہو جا‘‘۔

(3) اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم سَمِعَ رَجُلاً یَقْرَأُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَقَالَ وَجَبَتْ قُلْتُ مَا وَجَبَتْ ؟ قَالَ الْجَنَّةُ۔

(مشکوۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۴۶۸، ترمذی، نسائی، موطا امام مالک)

ترجمہ:۔’’راوی کہتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سورہ اخلاص کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ فرمایا اس کے لئے واجب ہو گئی۔ صحابی نے عرض کیا کہ اس کیلئے کیا واجب ہو گئی؟ فرمایا اس شخص کیلئے جنت واجب ہو گئی۔

(4) قَالَ مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ عَشَرَ مَرَّاتٍ بُنِیَ لَهٗ قَصْرٌ فِی الْجَنَّةِ وَمَنْ قَرَأَ عِشْرِیْنَ مَرَّةً بُنِیَ لَهٗ بِهَا قَصْرَانِ فِی الْجَنَّةِ وَ مَنْ قَرَأَ ثَلٰثِیْنَ مَرَّةً بُنِیَ لَهٗ بِهَا ثَلٰثَةُ قُصُوْرٍ فِی الْجَنَّةِ (مترجم مشکوۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۴۷۳)

ترجمہ:’’حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے دس مرتبہ سورہ قل ھو اللہ احد تلاوت کی اس کیلئے جنت میں ایک محل بنا دیا گیا اور جس ۔ نے بیس مرتبہ یہ سورۃ پڑھی اس کیلئے جنت میں دو محل اور جس نے تیس مرتبہ پڑھی اس کیلئے جنت میں تین محل بنا دیئے گئے (اور اسی طرح جتنی مرتبہ دس دس بار پڑھتا جائے)‘‘

(5) عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّی اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ . قَالَ اِنَّ حُبَّکَ اِیَّاهَا اَدْخَلَکَ الْجَنَّةَ ۔

ترجمہ: حضرت انس راوی ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ! بے شک مجھے اس سورت اخلاص قل ھواللہ احد سے بہت محبت ہے۔ فرمایا بے شک خاص اس کی محبت ہی تجھے جنت میں داخل کردے گی (ترمذی، بخاری نے اسے معناً روایت کیا، مترجم مشکوۃ شریف جلد ا صفحہ ۴۶۱)

قارئین! ہمارے آقا و مولا حبیب کبریا ﷺ کے فرمان برحق ہیں۔ ان میں ذرہ برابر شک نہیں اپنے ارد گرد مسلمانوں کو مشرک کہنے والی بے مہاری زبانوں کو یہ حدیثیں ضرور دکھائیں شاید انہیں خوف خدا آجائے اور اپنی آخرت برباد نہ کریں۔ خود کو اہل حدیث کہلانے والے ذرا بخاری شریف کے یہ الفاظ بھی پڑھ لیں فرمایا۔ اِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ (بخاری مترجم جلد ۲ صفحہ ۳۵۷، صفحہ ۵۵۰) ترجمہ: ''فرمایا مجھے اس بات کا بالکل ڈر نہیں کہ میرے بعد میری امت مشرک ہو جائیگی''۔ (متفق علیہ)

میرے عزیز! دین لانے والے ہمارے آقا دو جہان کے والی ﷺ کو شک بھی نہیں۔ خطرہ بھی نہیں بلکہ خوف ہی نہیں کہ قیامت تک کبھی امت محمدیہ ﷺ میں سے کلمہ پڑھنے والوں میں سے کوئی اور داخلِ اسلام ہونے کے بعد ان میں سے کوئی ایک بھی کبھی شرک میں مبتلا ہوگا پھر تم کون سا مشن لئے پھرتے ہو اس وقت میرے ہاتھ میں ایسے ہی ایک شرک ساز ٹولہ کا مرید کے مرکز نزد لاہور سے ایک پمفلٹ موجود ہے جس کے صفحہ اول کی عبارت یہ ہے'' آج اس

فتنوں کے دور میں شرک و بدعت عام ہو چکی ہے اللہ کی توحید نایاب ہو چکی ہے
اور خود ایمان کے دعویدار شرک کی قید میں مبتلا ہیں اکثر علماء نے ہمیں حق اور سچ
کی حقیقت سے بہت دور رکھا ہے ہمیں چاہیے کہ جانیں شرک کیا ہے؟ توحید کس
چیز کا نام ہے آج ہم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے پیغمبروں، پیروں درویشوں،
اماموں اور قبروں والوں کو معبود بنالیا ہے مشکل کے وقت ان کو دعاؤں میں وسیلہ
بناتے ہیں ان کو پکارتے ہیں ان سے مرادیں مانگتے ہیں ان کی نذو نیاز دیتے
ہیں اور ان کو داتا، مشکل کشا، حاجت روا اور گنج بخش وغیرہ وغیرہ سمجھتے ہیں''
استغفر اللہ! اس عبارت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پیغمبر، پیر، درویش، امام
اور قبر والا ہونا اور دعاؤں میں وسیلہ ہونا اور مجسم انسانی شکل میں داتا، مشکل کشا
حاجت روا اور لباسِ انسانی میں گنج بخش ہونا خود اللہ کا حق تھا کہ جو ان ہستیوں کو
دے دیا گیا اور شرک ہو گیا۔ یہ کیسی سوچ ہے؟ اس سے کروڑ بار توبہ کریں۔
میرے عزیز! خدا، پیغمبر، پیر، درویش، امام اور قبر والا ہونے سے پاک ہے
مسلمان اللہ کی عطاء اور اذن سے جنہیں مشکل کشا، حاجت روا داتا اور گنج بخش
مانتے ہیں ان سب کو مجسم اور لباسِ انسانی میں مظہرِ عونِ الٰہی مانتے ہیں اگر انہیں
ایسا ماننا شرک ہے تو لازم آیا کہ یہ حق خدا کا تھا اب جب مجسم اور لباسِ انسانی میں
مشکل کشا۔ حاجت روا اور داتا و گنج بخش ہونا اللہ کو وہابیہ نے مان لیا اور متصور کر
لیا تو بذاتِ خود اس تصور سے بڑھ کر بت پرستی اور کیا ہو گی

قارئین ! ان لوگوں کے کل لٹریچر تفہیم القرآن جواہر القرآن ، بلغة الحیران اور اب سعودی عرب سے مطبوعہ حافظ صلاح الدین یوسف کے تفسیری حواشی میں یہی عبارات بار بار ملتی ہیں اس وقت ترجمہ قرآن مولانا محمد جونا گڑھی پر حافظ صلاح الدین یوسف کے تفسیری حواشی کو میں نے اول تا آخر پڑھا کہ آخر ان لوگوں کے اعتراضات اور اوہام شرک کیا ہیں؟ تو یقین فرمائیں سعودیہ مطبوعہ اس تفسیر کے صفحات نمبر ۴، ۵، ۴۰، ۶۵، ۶۶، ۶۹، ۲۲۳، ۲۸۴، ۵۷۸، ۶۰، ۷، ۷۸۲، ۸۹۶، ۱۰۶۴، اور ۱۰۹۹ پر درج بالا عبارات ومفہوم میں ہی سب کچھ شرک کہا گیا ہے اور تمام مسلمانوں کو اعلانیہ مشرک! میں ان کی مذکورہ عبارات پر کچھ کہنے سے پہلے ایسے خیالات کے حامل افراد سے بشرطیکہ وہ کم از کم حضور پر نور ﷺ کی حدیث پر تو ایمان رکھتے ہوں ان سے گذارش کروں گا کہ جلد اور صفحہ نمبر کے ساتھ لکھی ہوئی بخاری شریف کی حدیث ایک مرتبہ پھر پڑھیں کیا امت کو شرک سے پاک کرنے کا تمہارا وہم درست ہے؟ یا حضور اقدس کا یہ فرمان کہ میرے بعد تم کبھی شرک نہ کرو گے حضور نبی پاک فرماتے ہیں۔ شرک والا ڈر ختم۔ اور یہ ہی صحیح ہے اس کے برعکس تمہارا عقیدہ کہ ”امت محمدیہ ہمہ پہلو شرک میں مبتلا ہو چکی ہے“ صرف اور صرف خارجیت کی وراثت ہے کہ شیطان جس کو نئے روپ اور نئے نئے افراد اور نئے نئے ناموں کے فرقوں کی صورت میں سامنے لے آیا ہے۔ پھر دیکھیں اس مضمون میں شرک کی تمام ممکنہ اقسام اور اس بات کا

نکھار کر دیا ہے کہ کیا شرک ہے؟ اور کیا نہیں؟ اور پھر ثابت کیا کہ ہر قسم کے شرک کا رد سورہ اخلاص میں موجود ہے۔ اللہ ہدایت عطا فرمائے۔ میرے عزیز! سورہ اخلاص مسلمانوں کے بچہ بچہ کو یاد ہے اسے بار بار ہم پڑھتے ہیں اور ہم فضائل سورہ اخلاص میں تیسری حدیث بیان کی کہ یہ سورۃ پڑھنے والے کو سرکار نے فرمایا کہ اس پر جنت واجب ہوگئی۔ حدیث نمبر ۴ میں ہے کہ جو اسے دس مرتبہ پڑھے اس کے لیے جنت میں ایک محل پھر دس مرتبہ پڑھے دو محل پھر دس مرتبہ پڑھے تین محل، حدیث نمبر ۲ میں ہے کہ سونے والا سو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے تو اللہ خود حکم دے اے میرے بندے داہنی طرف سے جنت میں داخل ہو جا۔ حدیث نمبر ۵ میں اس سورۃ کی محبت ہی جنت میں داخل کر دے گی۔

میرے عزیز! ایسے نہ ہو کہ جسے تو مشرک کہہ رہا ہے جیسے کہ عبارت مذکورہ اور محولہ تفسیر کے جملہ صفحات کے لفظ لفظ سے ثابت ہے اور کہہ رہے ہو کہ ”آج اللہ کی توحید نایاب ہو چکی ہے اور خود ایمان کے دعویدار شرک کی قید میں مبتلا ہیں“ ذرا یہ بتاؤ! کہ ایمان کے دعوے کی سند دینے کا یا بغیر کسی دلیل شرعی کے ایمان پر اعتراض کرنے کا تمہیں کس نے اختیار دیا ہے؟ تمہارے اس ہذیان کی کوئی حقیقت نہیں۔ الحمد للہ! امت محمدیہ آج تک شرک میں مبتلا نہیں ہوئی۔ تمام عالم اسلام کے مسلمان پیغمبر پاک کی بارگاہ نور الانوار میں مدینہ شریف اور پیروں درویشوں ائمہ اور قبور اولیاء و مومنین پر شرعی طریقہ و حکم کے مطابق جاتے ہیں انکی

عبادت نہیں کرتے نہ انہیں معبود مانتے ہیں بلکہ معبود حقیقی صرف اللہ ہے اور اللہ
کی توحید خالص کا درس ہی مدینہ منورہ بارگاہ مصطفیٰ کریم ﷺ سے اور آپ کے
پیاروں ان ائمہ و بزرگان سے ہمیں ملتا ہے ہم نے اسی کتاب میں استعانت اور
یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ پر تفسیر صحابہ پیش کی ہے کہ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰه کا معنی
یارسولَ اللہ ۔ یا علیؑ اور یا غوث اعظم یا بزرگان دین کو روحانی مدد کیلئے پکارنا مراد
نہیں بلکہ اس سے مراد مشرکین مکہ کا اپنے بتوں کو پکارنا اور عبادت کرنا ہے اور تم
نے یہ آیات مسلمانوں پر چسپاں کردی ہیں اسی لئے بخاری شریف میں حضرت
ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خارجیت کی اولین نشانی یہ بتائی کہ یہ خارجی بدترین
شرارتی مخلوق ہیں کہ وہ آیات جو بتوں کے بارے نازل ہوئیں مومنین پر چسپاں
کرتے ہیں'' میں آخر پر صرف اتنا عرض کروں گا کہ ان لوگوں کے اس طرز عمل
سے مسلمانوں کا مشرک ہونا تو ثابت نہ ہوا۔ نہ ہوسکتا تھا جو کلمہ شریف لَآ اِلٰـهَ اِلَّا
اللّٰـهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور سورہ اخلاص پڑھیں وہ تو قرآن و حدیث کی رو
سے جنت واجبہ والے۔ جنت میں محلات والے ثابت ہوئے اور دوزخ کا ان
پر خلود حرام ثابت ہوا جو ہونا ہی تھا کیونکہ اللہ کی بارگاہ مقدس میں ان کیلئے ایسا ہی
ہے البتہ اس طرز عمل سے ایسے لوگوں کا بخاری شریف سے خارجی ہونا ضرور
ثابت ہوگیا۔ اللہ کریم کی بارگاہ مقدس میں التجا ہے کہ یا اللہ انہیں ہدایت عطا فرما

باب دوئم

رسالت سے متعلقہ اوہامِ شرک اوران کارد

(1)

مسئلہ علم غیب شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم اَمَّا بَعۡدُ ۔

انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کیلئے اور بالخصوص حضور پرنور سید عالم ﷺ کیلئے عطائی علم غیب اہلسنّت و جماعت کا نبیادی عقیدہ ہے اور تیرہ صدیوں تک پوری امت اس پر متفق رہی ۔ چودھویں صدی میں وہابیہ دیوبندیہ اور نجدیہ کے گروہوں نے اس کا انکار کیا اور عطائی علم غیب نبی ماننے والوں پر شرک کا قطعی بے بنیاد الزام لگایا۔ حالانکہ خود براہین قاطعہ ۔تقویۃ الایمان اور حفظ الایمان کی عبارات سے کفر اظہر من الشّمس ہے۔ علماء اہل سنت نے بالعموم اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بالخصوص اس موضوع پر ہزارہا دلائل کے اپنی کتب میں انبار لگا دیئے ہیں صرف ''خالص الاعتقاد'' میں انہوں نے ۱۲۰ حوالے دیئے ہیں جن میں سے ۷۵ حوالے میں یہاں درج کررہاہوں جن میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ائمہ دین اور علمائے معتمدین نے اس عقیدہ کو مکمل الم نشرح کردیا ہے

کہ انبیاء واولیاء کو اللہ کی طرف سے علوم غیب عطا ہوئے ہیں اور کائنات کا ذرہ ذرہ ان پر روشن ہے اور انکے علم میں ہے خالص الاعتقاد صفحہ ۳۳ تا ۸۳ تک منتخب حوالے جو اعلیٰ حضرت نے لکھے ہیں پیش خدمت ہیں جنہیں پڑھ کر کوئی مائی کا لال قیامت تک چیلنج نہ کر سکے گا اور انشاء اللہ یہ تحریر اس موضوع پر ایک سند ثابت ہوگی یہ تلخیص و تنقیح و ترتیبِ نو بذاتِ خود ایک دقت طلب کام تھا لیکن یہ مشکل کام بھی اللہ جل جلالہ کے فضل وکرم اور اس کے رسولِ کریم، رؤوف ورحیم ﷺ کی نظر رحمت پاک سے اور میرے سائیوں کی دعائیں برکتیں شامل حال ہونے سے پائیہ تکمیل کو پہنچا اب میری دردمندانہ گزارش ہے کہ صرف ضد پر اڑے رہنا اور وہ بھی اس مسئلے میں جو نبوت کے اوصاف واعتقادات کے باب میں ایک بنیادی مسئلہ ہو بلکہ نبوت کا اثبات ہی جس کے بغیر نہ ہوسکتا ہو خود اپنے آپ سے ناانصافی ہے اور حضور اقدس ﷺ کی شفاعت عظمیٰ سے محرومی کا باعث ہے فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے ایک طرف محبت سے علم غیب نبی بیان کرنے والے ہیں اور دوسری طرف گستاخی اور انکار کرنے والے!

مسئلہ علم غیب شریف پر" خالص الاعتقاد" تصنیف اعلیٰ حضرت بریلوی سے پچھتر دلائل:۔

رب عزوجل فرماتا ہے۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ

اِلَّا اللّٰہ۔ ''تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں''
اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی و علم محیط ہے کہ وہی باری عزوجل کیلئے ثابت اور اس سے مخصوص ہے۔ اور اللہ عزوجل کی عطا سے علوم غیب غیر محیط کا انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کو ملنا بھی قطعاً حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے۔

آیت نمبر 1۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ۔ ترجمہ:۔ اللہ کے شایان شان نہیں کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کردے ہاں اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہے چن لیتا ہے۔

آیت نمبر 2۔ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ ترجمہ:۔ اللہ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

آیت نمبر 3۔ وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ۔ ترجمہ: یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

آیت نمبر 4۔ ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ ۔ ترجمہ: اے نبی! یہ غیب کی باتیں ہم تم کو وحی کرتے ہیں۔

آیت نمبر 5۔ حتی کہ اللہ کریم جل جلالہ مسلمانوں کو فرماتا ہے: یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ۔ ترجمہ:۔ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

قارئین! ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر

ایمان لانا کیونکر ممکن ہے؟

دلیل نمبر 1۔ تفسیر کبیر میں ہے: لَا یَمْتَنِعُ اَنْ نَقُوْلَ نَعَمْ مِنَ الْغَیْبِ مَالَنَا عَلَیْہِ دَلِیْل ۔ترجمہ:۔ یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس پر ہمارے لیے دلیل ہے۔

دلیل نمبر 2۔ نسیم الریاض میں ہے: لَمْ یُکَلِّفْنَا اللّٰہُ الْاِیْمَانَ بِالْغَیْبِ اِلَّا وَقَدْ فَتَحَ لَنَا بَابَ غَیْبِہٖ ۔ترجمہ:۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کا جبھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لیے کھول دیا ہے۔

دلیل نمبر 3۔ ملا علی قاری مرقاۃ میں کتاب عقائد تالیف حضرت شیخ ابو عبداللہ شیرازی سے ناقل۔ یَطَّلِعُ الْعَبْدُ عَلٰی حَقَائِقِ الْاَشْیَاءِ وَیَتَجَلّٰی لَہٗ الْغَیْبُ وَ غَیْبُ الْغَیْبِ ۔ترجمہ:۔ نور ایمان کی قوت بڑھنے سے بندہ حقائق اشیاء پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر غیب نہ صرف غیب بلکہ غیب کا غیب روشن ہو جاتا ہے۔

دلیل نمبر 5,4۔ امام ابن حجر مکی کتاب الاعلام پھر علامہ شامی سل الحسام میں فرماتے ہیں: اَلْخَوَاصُّ یَجُوْزُ اَنْ یَّعْلَمُوْا الْغَیْبَ فِیْ قَضِیَّۃٍ اَوْقَضَایَا کَمَا وَقَعَ لِکَثِیْرٍ مِنْھُمْ وَ اشْتَھَرَ ۔ترجمہ:۔ جائز ہے کہ اولیاء کو کسی واقعے یا وقائع میں علم غیب ملے جیسا کہ ان میں بہت سے واقع ہو کر مشتہر ہوا۔

دلیل نمبر 7,6۔ تفسیر معالم و تفسیر خازن میں زیر قولہ تعالیٰ: وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ

بضنین میں ہے:یَقُولُ اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یَاتِیہِ عِلمُ الغَیبِ فَلَا یَبخَلُ بِہٖ عَلَیکُم بَل یُعَلِّمُکُم ۔ترجمہ:۔یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے نبی ﷺ کو غیب کا علم آتا ہے وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو بھی اس کا علم دیتے ہیں۔

دلیل نمبر 8۔ تفسیر بیضاوی زیرقولہ تعالیٰ وعلمنہ من لدنا علما ہے: اَیُ مِمَّا یَختَصُّ بِنَا وَلَا یُعلَمُ اِلَّا بِتَوفِیقِنَا وَھُوَ عِلمُ الغُیُوبِ ۔ترجمہ:۔یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے وہ علم کہ ہمارے ساتھ خاص ہے اور بے ہمارے بتائے نہیں معلوم ہوتا وہ علم غیب ہم نے خضر کو عطا فرمایا۔

دلیل نمبر 9۔ تفسیر ابن جریر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:قَالَ اِنَّکَ لَن تَستَطِیعَ مَعِیَ صَبرًا وَکَانَ رَجُلًا یَعلَمُ عِلمَ الغَیبِ قَد عُلِّمَ ذٰلِکَ ۔ترجمہ:۔خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے خضر علیہ السلام علم غیب جانتے تھے انہیں علم غیب دیا گیا تھا۔

دلیل نمبر 10۔ امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نبی ﷺ کے اسم مبارک کے بیان میں فرمایا:اَلنُّبُوَّۃُ مَاخُوذَۃٌ مِنَ النَّبَاءِ وَھُوَ الخَبَرُ اَیُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ اَطلَعَہٗ عَلیٰ غَیبِہٖ ۔ترجمہ:۔نبوۃ ''النباء'' سے ماخوذ ہے پس حضور کو نبی اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنے غیب کا علم دیا۔

دلیل نمبر 11۔ مواہب لدنیہ میں ہے: قَدِ اشْتَهَرَ وَ انْتَشَرَ اَمْرُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَصْحَابِهٖ بِاطِّلَاعِ عَلَى الْغُيُوْبِ ۔ترجمہ:۔ بیشک صحابہ کرام میں مشہور و معروف تھا کہ نبی ﷺ کو غیوب کا علم حاصل ہے۔

دلیل نمبر 12۔ اسی کی شرح زرقانی میں ہے: اَصْحَابُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَازِمُوْنَ بِاطِّلَاعِهٖ عَلَى الْغَيْبِ ۔ترجمہ:۔ صحابہ کرام یقین کے ساتھ یہ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم ہے۔

دلیل نمبر 13۔ علی قاری شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں: عِلْمُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاوٍ فُنُوْنَ الْعِلْمِ (اِلٰى اَنْ قَالَ) وَ مِنْهَا عِلْمُهٗ بِالْاُمُوْرِ الْغَيْبِيَّةِ ۔رسول اللہ ﷺ کا علم اقسام مختلف علوم کو حاوی ہے غیبوں کا علم بھی علم حضور ﷺ کی شاخوں سے ایک شاخ ہے۔

دلیل نمبر 14۔ تفسیر امام طبری میں اور تفسیر در منثور میں بروایت ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم وغیرہ آئمہ محدثین سیدنا امام مجاہد تلمیذ خاص حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے: اِنَّهٗ قَالَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ يُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ اَنَّ نَاقَةَ فُلَانٍ بِوَادِیْ كَذَا وَ كَذَا وَمَا يُدْرِيْهِ بِالْغَيْبِ ۔یعنی کسی کا ناقہ گم گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ فلاں جنگل میں ہے ایک منافق بولا کہ محمد غیب کیا جانیں۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت

کریمہ اتاری کہ ان سے فرما دیجیے کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔

دلیل نمبر 16,15۔ امام ابن حجر مکی فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں: مَاذَکَرْنَاہُ فِی الْاٰیَۃِ صَرَّحَ بِہٖ النَّوَوِیُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی فَتَاوَاہ فَقَالَ مَعْنَاھَا لَایَعْلَمُ ذٰلِکَ اسْتِقْلَالًا وَّعِلْمَ اِحَاطَۃٍ بِکُلِّ مَعْلُوْمَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ یعنی ہم نے جو آیات کی تفسیر کی امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح کی، فرماتے ہیں آیت کے معنی یہ ہیں کہ غیب کا ایسا علم صرف خدا کو ہے جو بذات خود ہے اور جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہو۔

دلیل نمبر 17۔ نیز شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں: اِنَّہٗ تَعَالٰی اخْتَصَّ بِہٖ لٰکِنْ مِنْ حَیْثُ الْاِحَاطَۃِ فَلَایُنَافِی اِطِّلَاعَ اللّٰہِ تَعَالٰی لِبَعْضِ خَوَاصِّہٖ عَلٰی کَثِیْرٍ مِنَ الْمُغَیَّبَاتِ حَتّٰی مِنَ الْخَمْسِ الَّتِی قَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ۔ غیب اللہ کیلئے خاص ہے مگر بمعنی احاطہ تو اس کے منافی نہیں کہ اللہ نے اپنے بعض خاصوں کو بہت سے غیبوں کا علم دیا یہاں تک کہ ان پانچ میں سے بھی جن کو نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ ان کو اللہ کے سوا ذاتی طور پر کوئی نہیں جانتا۔

دلیل نمبر 18۔ تفسیر کبیر میں ہے: قَوْلُہٗ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ یَدُلُّ عَلٰی اِعْتِرَافِہٖ بِاَنَّہٗ غَیْرُ عَالِمٍ بِکُلِّ الْمَعْلُوْمَاتِ۔ یعنی آیت میں جو نبی ﷺ کو

ارشاد ہوا کہ تم فرمادو میں غیب نہیں جانتا اس کے یہ معنی ہیں کہ میرا علم جمیع معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں،

دلیل 20,19۔ امام قاضی عیاض شفا شریف اور علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں: (هٰذِهِ الْمُعْجِزَةُ) فِیْ اِطِّلَاعِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْغَيْبِ (مَعْلُوْمَةٌ عَلَى الْقَطْعِ) بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ اِنْكَارُهَا اَوِ التَّرَدُّدُ فِيْهَا لِاَحَدٍ مِنَ الْعُقَلَاءِ (لِكَثْرَةِ رُوَاتِهَا وَ اتِّفَاقِ مَعَانِيْهَا عَلَى الْاِطِّلَاعِ عَلَى الْغَيْبِ) وَهٰذِهٖ لَا يُنَافِیْ الْاٰيَاتِ الدَّالَّةَ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَقَوْلَهٗ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ فَاِنَّ الْمَنْفِیَّ عِلْمُهٗ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ وَ اَمَّا اِطِّلَاعُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَهٗ فَاَمْرٌ مُتَحَقِّقٌ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث بکثرت آئیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور کا علم غیب ثابت ہے اور یہ ان آیتوں کے کچھ منافی نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ کہ نبی ﷺ کو اس کہنے کا حکم ہوا کہ میں غیب جانتا تو اپنے لیے بہت خیر جمع کر لیتا اس لیے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتائے ہو اور اللہ تعالیٰ کے بتائے

سے نبی ﷺ کو علم غیب ملنا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔

دلیل نمبر 21۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے: لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ تَکُوْنُ فِیْهِ دَلَالَةً عَلٰی اَنَّ الْغَیْبَ بِالْاِ سْتِقْلَالِ لَا یَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ ۔ترجمہ:۔ "لا اعلم الغیب" آیت کے یہ معنی ہیں کہ علم غیب جو بذات خود ہو وہ خدا کے ساتھ خاص ہے اسے بالاستقلال اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

دلیل نمبر 22۔ تفسیر انموذج جلیل میں ہے: مَعَانِیْهِ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ بِلَا دَلِیْلٍ اِلَّا اللّٰهُ اَوْ بِلَا تَعْلِیْمٍ اِلَّا اللّٰهُ اَوْ جَمِیْعَ الْغَیْبِ اِلَّا اللّٰهُ ۔آیت کے یہ معنی ہیں کہ غیب کو بلا دلیل و بلا تعلیم جاننا یا جمیع غیب کو محیط ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔اس کے سوا اسے ان تین طریقوں سے اور کوئی علم غیب نہیں جانتا۔

دلیل نمبر 23۔ جامع الفصولین میں ہے: بِاَنَّ الْمَنْفِیَّ هُوَ الْعِلْمُ بِالْاِ سْتِقْلَالِ لَا الْعِلْمُ بِالْاِ عْلَامِ ۔فقہا نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کیلئے بذات خود علم غیب مانا جائے خدا کے بتائے سے علم غیب کی نفی نہ کی۔

دلیل نمبر 25,24۔ ردالمختار میں امام صاحب ہدایہ کی مختارات النوازل سے ہے: لَوِ ادَّعٰی عِلْمَ الْغَیْبِ بِنَفْسِهٖ یُکْفَرُ :ترجمہ:۔اگر بذات خود علم غیب حاصل کر لینے کا دعویٰ کرے تو کافر ہے۔

دلیل نمبر 26۔ علامہ شامی نے فرمایا بلکہ آئمہ اہلسنّت نے کتب عقائد میں ذکر فرمایا ''کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے کہ اس آیت کو اولیائے کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا ہمارے آئمہ نے اس کا رد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ آیۂ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرماتی،

دلیل نمبر 27۔ تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان میں ہے: لَمْ یَنْفِ اِلَّا الدِّرَایَةَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِهٖ وَمَا نَفَی الدِّرَایَةَ مِنْ قِبَلِ الْوَحْیِ ۔ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے خدا کے بتائے سے جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔

دلیل نمبر 29,28۔ تفسیر جمل شرح جلالین وتفسیر خازن میں ہے: اَلْمَعْنٰی لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّآ اَنْ یُّطْلِعَنِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ ۔ترجمہ:۔ آیت میں جو ارشاد ہوا کہ تم فرمادو میں غیب نہیں جانتا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں بے خدا کے بتائے نہیں جانتا۔

دلیل نمبر 30۔ تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے۔

لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ مَالَمْ یُوْحَ اِلَیَّ وَلَمْ یُنْصَبْ عَلَیْهِ دَلِیْلٌ ۔ترجمہ:۔ آیت کے یہ معنی ہیں کہ جب تک وحی یا کوئی دلیل قدیم نہ ہو مجھے بذات خود غیب کا علم نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر 31۔ تفسیر عنایۃ القاضی ہی میں ہے: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ

وَجْهُ اخْتِصَاصِهَا بِهٖ تَعَالٰی اَنَّہٗ لَا یَعْلَمُهَا کَمَا هِیَ اِبْتِدَاءً اِلَّا هُوَ۔

ترجمہ:۔ یہ جو آیت "عندہ مفاتیح الغیب" میں فرمایا کہ غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا۔ اس خصوصیت کے یہ معنی ہیں کہ ابتداًء بغیر بتائے ان کی حقیقت دوسرے پر نہیں کھلتی۔

دلیل نمبر 32۔ تفسیر علامہ نیشاپوری میں ہے: (قُلْ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ) لَمْ یَقُلْ لَیْسَ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰهِ لِیُعْلَمَ اَنَّ خَزَائِنَ اللّٰهِ وَهِیَ الْعِلْمُ بِحَقَائِقِ الْاَشْیَاءِ وَمَاهِیَاتِهَا عِنْدَهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاسْتِجَابَةِ دُعَاءِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا هِیَ وَلٰکِنَّہٗ یُکَلِّمُ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ (وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ) اَیْ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ هٰذَا مَعَ اَنَّہٗ قَالَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلِمْتُ مَا کَانَ وَمَا سَیَکُوْنُ اھ مُخْتَصَرًا۔ ترجمہ:۔

ارشاد ہوا کہ اے نبی فرمادو کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں، بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے خزانے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہیں مگر حضور لوگوں سے ان کی سمجھ کے قابل باتیں بیان فرماتے ہیں اور وہ خزانے کیا ہیں تمام اشیاء کی ماہیت و حقیقت کا علم۔ حضور نے اس کے ملنے کی دعا کی اور اللہ عزوجل نے قبول فرمائی ۔پھر فرمایا اور میں غیب نہیں جانتا یعنی تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے ورنہ

حضور تو خود فرماتے ہیں کہ مجھے ما کان و ما یکون کا علم ملا۔ یعنی جو کچھ ہو گزرا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے انتہی۔

مزید دلائل پیش کرنے سے پہلے اعلیٰ حضرت کی فاضلانہ گرفت جو ایمان افروز بھی ہے اور باطل سوز بھی وہ ملاحظہ فرمائیں۔

"الحمدللہ اس آیہ کریمہ کی کہ فرمادو میں غیب نہیں جانتا اسکی۔ (1) ایک تفسیر وہ تھی جو تفسیر کبیر سے گزری کہ احاطہ جمیع غیوب کی نفی ہے نہ کہ غیب کا علم ہی نہیں۔

(2) دوسری تفسیر وہ تھی جو بہت کتب سے گزری کہ بے خدا کے بتائے جاننے کی نفی ہے نہ یہ کہ بتائے سے بھی مجھے علم غیب نہیں۔

(3) اب بحمداللہ تعالیٰ سب سے لطیف تر یہ تیسری تفسیر ہے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ مجھے علم غیب ہے اس لیے کہ اے کافرو! تم ان باتوں کے اہل نہیں ورنہ واقع میں مجھے ما کان و ما یکون کا علم ملا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

بلاشبہ غیر خدا کا علم معلومات الٰہیہ کو حاوی نہیں ہوسکتا، معاذاللہ مساوی درکنار تمام اولین وآخرین وانبیاء مرسلین و ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر بھی علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصے کو کہ وہ تمام تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں ہی متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے بخلاف علوم الٰہیہ کہ جو غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں۔ اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دیئے سے

انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو کثیر اور وافر غیبوں کا علم ہے یہ بھی ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہے کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضل جلیل میں محمد رسول اللہ ﷺ کا حصہ تمام انبیاء تمام جہان سے اتم و اعظم ہے اللہ عزوجل کی عطا سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ ہی جانتا ہے۔ مسلمانوں کا یہاں تک اجماع تھا مگر وہابیہ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان کس دل سے گوارا ہو انہوں نے:

(1) صاف کہہ دیا کہ حضور کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں۔(2) وہ اور تو اور خود اپنے خاتمہ کا بھی حال نہ جانتے۔(3) ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ خدا کے بتائے سے بھی اگر بعض مغیبات کا علم ان کے لیے مانے جب بھی مشرک ہے۔(4) اس پر قہر یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو تو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ مانیں اور ابلیس لعین کیلئے تمام زمین کا علم محیط حاصل جانیں۔(5) اس پر عذر یہ کہ ابلیس کی وسعت علم نص سے ثابت ہے فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ (6) پھر ستم قہر یہ کہ جو کچھ ابلیس کے لیے خود ثابت مانا محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے اس کے ماننے پر جھٹ حکم شرک جڑ دیا یعنی خدا کی خاص صفت ابلیس کے لیے تو ثابت ہے وہ تو خدا کا شریک ہے مگر حضور کے لیے ثابت کرو تو مشرک ہو۔ (7) اس پر بعض غالی اور بڑھے اور صاف کہہ دیا کہ جیسا علم غیب محمد رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہوتا ہے (دیکھئے حفظ الایمان از تھانوی

)۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

بتایئے گنگوہی صاحب !. آپ ابلیس کے جو علم محیط زمین اور تھانوی صاحب ! آپ ہر پاگل ہر چوپائے کے جو علم غیب کے قائل ہیں آیا ان کے لیے علم ذاتی محیط حقیقی مانتے ہیں یا اس کا غیر بر تقدیر اول قطعاً کافر ہو۔ بر تقدیر ثانی بھی خود تمہارے ہی منہ سے وہ آیات واحادیث واقوال فقہا تم پر وارد اور تم اپنے ہی پیش کردہ دلائل سے خود کافر مرتد"۔

دلیل نمبر 33۔ حدیث صحیح جامع ترمذی وغیرہ جس میں حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا: تَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَعَرَفْتُ ۔ ترجمہ:۔ ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی اور فرمایا: فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ ترجمہ :۔ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

دلیل نمبر 34۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں: دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمینہا بود عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزئی وکلی واحاطہ آں۔ ترجمہ: فرمان مصطفیٰ ﷺ "کہ جو کچھ زمینوں اور جو کچھ آسمانوں میں ہے میں نے جان لیا" تمام علوم جزوی وکلی اور انکے احاطہ کے حصول سے عبارت ہے۔

دلیل نمبر 35۔ علامہ علی قاری قصیدہ بردہ میں مِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ کی شرح میں فرماتے ہیں: کَوْنُ عِلْمِھِمَا مِنْ عُلُوْمِہٖ صَلَّی اللّٰہُ

تَعَالیٰ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَنَّ عُلُومَہٗ تَتَنَوَّعُ اِلَی الکُلِّیَاتِ وَالجُزئِیَاتِ وَ حَقَائِقَ وَ دَقَائِقَ وَعَوَارِفَ وَ مَعَارِفَ تَتَعَلَّقُ بِالذَّاتِ وَ الصِّفَاتِ وَ عِلمُھُمَا اِنَّمَا یَکُونُ سَطرًا مِن سُطُورِ عِلمِہٖ وَنَھرًا مِن بُحُورِ عِلمِہٖ ثُمَّ مَعَ ھٰذَا ھُوَ مِن بَرَکَۃِ وُجُودِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَسَلَّمَ ۔ترجمہ :۔لوح وقلم ﷺ سے ایک ٹکڑا اس لیے ہے کہ حضور کے علم انواع انواع ہیں کلیات، جزئیات، حقائق، دقائق، عوراف، معارف کہ ذات وصفات الٰہی سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کا علم تو حضور کے مکتوبِ علم سے ایک سطر اور اس کے سمندروں سے ایک نہر ہے پھر بایں ہمہ وہ لوح وقلم کا علم حضور ہی کی برکت سے تو ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

دلیل نمبر 36۔ امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں: لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ اَطلَعَہٗ عَلَی العَالَمِ فَعَلِمَ عِلمَ الاَوَّلِینَ وَالاٰخِرِینَ مَا کَانَ وَمَا یَکُونُ ۔ترجمہ:۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو تمام عالم پر اطلاع دی تو سب اولین وآخرین کا علم حضور کو ملا جو ہو گزرا اور جو ہونے والا ہے سب جان لیا۔

دلیل نمبر 37۔ نسیم الریاض میں ہے۔ ذَکَرَ العِرَاقِیُّ فِی شَرحِ المُھَذَّبِ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیہِ وَسَلَّمَ عُرِضَت عَلَیہِ الخَلَائِقُ مِن لَدُن اٰدَمَ عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِلیٰ قِیَامِ السَّاعَۃِ فَعَرِفَھُم کُلَّھُم کَمَا عَلِمَ اٰدَمُ الاَسمَاءَ ترجمہ:۔عراقی نے شرح مہذب میں ذکر کیا ہے کہ حضور اقدس پر

حضرت آدم سے قیامت قائم ہونے تک تمام مخلوقات پیش کی گئیں آپ نے کلھم کو پہچان لیا جیسے آدم نے کل اسماء کا علم حاصل کر لیا تھا۔

دلیل نمبر 38۔ امام عراقی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ: ''آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقات الٰہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش کی گئی تو حضور نے ان سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے''۔

دلیل نمبر 40,39۔ امام ابن حاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی، مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں: ''قَدْ قَالَ عُلَمَاءُ نَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالیٰ اَنَّ الزَّائِرَ يُشْعِرُ نَفْسَهٗ بِاَنَّهٗ وَاقِفٌ بَيْنَ يَدَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا هُوَ فِیْ حَيَاتِهٖ اِذْلَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَ حَيٰوتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَ مَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَ خَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ عِنْدَهٗ جَلِیٌّ لَا خِفَاءَ بِهٖ۔ بیشک ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زائر اپنے نفس کو آگاہ کر دے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے حاضر ہے جیسا کہ حضور کی حیات ظاہر میں اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور نیتوں اور ارادوں اور دل کے خطروں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں (مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ

(۳۸۷

دلیل نمبر 41۔ نیز مواہب شریف میں ہے: لَا شَکَّ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ اِطَّلَعَہٗ عَلٰی اَزْیَدَ مِنْ ذٰلِکَ وَاَلْقٰی عَلَیْہِ عُلُوْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔

ترجمہ:۔ کچھ شک نہیں کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زاید حضور کو علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القا فرمایا۔

دلیل نمبر 42۔ امام قاضی پھر علامہ قاری پھر علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی میں لکھتے ہیں: اَلنُّفُوْسُ الْقُدْسِیَّۃُ اِذَا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِیَّۃِ اتَّصَلَتْ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰی وَلَمْ یَبْقَ لَھَا حِجَابٌ فَتَرٰی وَتَسْمَعُ الْکُلَّ کَالْمُشَاھَدَۃِ۔ ترجمہ:۔ ”پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں ملاء اعلیٰ سے مل جاتی ہیں اوران کے لیے کچھ پردہ نہیں رہتا تو سب کچھ ایسی دیکھتی سنتی ہیں جیسے یہاں موجود ہیں“۔

دلیل نمبر 43۔ علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:۔ اِنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاضِرَۃٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ۔ ترجمہ:۔ نبی پاک ﷺ کی روح کریم تمام جہان میں ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے“۔

دلیل نمبر 44۔ مدارج النبوۃ شریف میں ہے: ہر چہ در دنیاست از زمان آدم تا اوان نفخہ اولی بروی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال اورا از اول

تا آخر معلوم گردید یاران خود را نیز از بعضے ازاں احوال خبر داد"۔

دلیل نمبر 45۔ نیز مدارج النبوۃ میں ہی فرماتے ہیں۔ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ وو ے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داناست بهمه چیز از شیونات واحکام الهی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار و به جمیع علوم ظاهر و باطن و اول و آخر احاطه نموده و مصداق فوق کل ذی علم علیم شده علیه من الصلوات افضلها و من التحیات اتمها وا کملها۔

دلیل نمبر 46۔ شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں۔ اَلْعَارِفُ يَنْجَذِبُ اِلٰى حَيِّزِ الْحَقِّ فَيَصِيْرُ عِنْدَ اللّٰهِ فَيَتَجَلّٰى لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ترجمہ :۔"عارف مقام حق تک کھنچ کر بارگاہ قرب میں ہوتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے"۔

دلیل نمبر 47۔ فیوض الحرمین ہی میں ولی فرد کے خصائص سے لکھا کہ:" یہ استیلا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں تو ظاہر ہے۔ وَاَمَّا فِيْ غَيْرِهِمْ فَمَنَا صِبُ وِرَاثَةِ الْاَنْبِيَاءِ كَالْمُجَدِّدِيَّةِ وَالْقُطْبِيَّةِ وَظُهُوْرِ آثَارِهَا وَ اَحْكَامِهَا وَالْبُلُوْغِ اِلٰى حَقِيْقَةِ كُلِّ عِلْمٍ وَّحَالٍ ۔یعنی رہے غیر انبیاء ان میں وراثت انبیاء کے منصب ہیں جیسے مجدد ہونا قطب ہونا اور ان کے آثار و احکام کا ظاہر ہونا اور ہر علم وحال کی حقیقت کو پہنچ جانا۔

دلیل نمبر 48۔ امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں: هٰذَا مَعَ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَكْتُبُ وَلٰكِنَّهُ أُوْتِيَ عِلْمَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى قَدْ وَرَدَتْ آثَارٌ بِمَعْرِفَةِ حُرُوْفِ الْخَطِّ وَحُسْنِ تَصْوِيْرِهَا كَقَوْلِهِ لَا تَمُدَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رَوَاهُ ابْنُ شَعْبَانَ مِنْ طَرِيْقِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَوْلِهِ فِي الْحَدِيْثِ الْاٰخَرِ الَّذِيْ يُرْوٰى عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ أَنْ كَانَ يَكْتُبُ بَيْنَ يَدَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ أَلِقِ الدَّوَاةَ وَحَرِّفِ الْقَلَمَ وَأَقِمِ الْبَاءَ وَفَرِّقِ السِّيْنَ وَلَا تُعَوِّرِ الْمِيْمَ وَحَسِّنِ اللّٰهَ وَمُدَّ الرَّحْمٰنَ وَجَوِّدِ الرَّحِيْمَ۔ یعنی حالانکہ نبی ﷺ لکھتے نہ تھے مگر حضور کو ہر چیز کا علم عطا ہوا تھا یہاں تک کہ بیشک حدیثیں آئی ہیں کہ حضور کتابت کے حروف پہچانتے تھے اور یہ کہ کس طرح لکھے جائیں تو خوب صورت ہوں گے جیسے ایک حدیث ابن شعبان نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا بسم اللہ کشش سے نہ لکھو (سین میں دندانے ہوں نری کشش نہ ہو) دوسری حدیث (مسند الفردوس میں) امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوئی کہ یہ حضور کے سامنے لکھ رہے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دوات میں صوف ڈالو اور قلم پر ترچھا قط دو اور بسم اللہ کی ب کھڑی لکھو اور س کے دندانے جدا رکھو اور م کو اندھا نہ کردو (اس کے چشمے کی سپیدی کھلی رہے) اور لفظ اللّٰــــہ

خوب صورت لکھو اور لفظ رحمٰن میں کشش ہو اور لفظ رحیم اچھا لکھو۔

دلیل نمبر 49۔ امام شعرانی قدس سرہ، کتاب الجواہر والدرر نیز کتاب درۃ الغواص میں سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناقل: "مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ قَدْ وَلَجَ حِيْنَ اُسْرِيَ بِهٖ عَالَمَ الْاَسْمَاءِ اَوَّلُهَا مَرْكَزُ الْاَرْضِ وَ آخِرُهَا السَّمَاءُ الدُّنْيَا بِجَمِيْعِ اَحْكَامِهَا وَ تَعَلُّقَاتِهَا ثُمَّ وَلَجَ الْبَرْزَخَ اِلىٰ اِنْتِهَائِهٖ وَهُوَ السَّمَاءُ السَّابِعَةُ ثُمَّ وَلَجَ عَالَمَ الْعَرْشِ اِلىٰ مَالَا نِهَايَةَ وَانْفَتَحَ فِيْ بَرْزَخِيَّتِهٖ صُوَرُ الْعَوَالِمِ الْاِلٰهِيَّةِ وَالْكَوْنِيَّةِ اہ ملتقطا۔ ترجمہ:۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اول و آخر و ظاہر و باطن ہیں وہ شب معراج مرکز زمین سے آسمان تک تشریف لے گئے اور اس عالم کے جملہ احکام و تعلقات جان لیے پھر آسمان سے عرش اور عرش سے لا انتہا تک اور حضور کے برزخ میں تمام علوی و سفلی جہانوں کی صورتیں منکشف ہو گئیں"۔

دلیل نمبر 50۔ تفسیر کبیر میں زیر آیہ کریمہ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں فرمایا: الْاِطِّلَاعُ عَلىٰ آثَارِ حِكْمَةِ اللّٰهِ تَعَالىٰ فِيْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ مَّخْلُوْقَاتِ هٰذَا الْعَالَمِ بِحَسْبِ اَجْنَاسِهَا وَاَنْوَاعِهَا وَ اَصْنَافِهَا وَ اَشْخَاصِهَا وَاَجْزَائِهَا مِمَّا لَا يَحْصُلُ اِلَّا لِلْاَكَابِرِ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَلِهٰذَا الْمَعْنىٰ كَانَ رَسُوْلُنَا

صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ دُعَائِہٖ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا

ھِیَ ۔اس عالم کی تمام جنسوں اور نوعوں اور صنفوں اور شخصوں اور بدنوں ہر ہر

مخلوق میں حکمت الٰہیہ کے آثار پر انہیں اکابر کو اطلاع ہوتی ہے جو انبیاء ہیں علیہم

الصلاۃ والسلام ۔اسی لیے حضور سید عالم ﷺ نے دعا فرمائی کہ الٰہی ! ہم کو تمام

چیزیں جیسی وہ ہیں دکھادے"۔

اقول :۔ یہاں مقصود اس قدر ہے کہ ان امام اہلسنّت کے نزدیک انبیائے کرام

علیہم الصلوٰۃ والسلام اس عالم کے تمام مخلوقات کے ایک ایک ذرہ کی جنس ،نوع،

صنف ،شخص ،جسم اور ان سب میں اللہ کی حکمتیں بالتفصیل جانتے ہیں ۔وہابیہ

کے نزدیک کافر ومشرک ہونے کو یہی بہت ہے ۔اصل بات یہ ہے کہ اصالۃً علوم

غیب کا ملنا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے اور ان کے عطا و نیابت

سے ان کے خدام اکابر اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی ایک ایک ذرہ عالم کا

تفصیلی علم عطا ہونا ہر گز ممنوع نہیں بلکہ بتصریح اولیاء واقع ہے۔

دلیل نمبر 51۔ یہی مضمون شریف تفسیر نیشا پوری میں بایں عبارت ہے: اَلْاِ

طِّلَاعُ عَلٰی تَفَاصِیْلِ آثَارِ حِکْمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْ کُلِّ اَحَدٍ مِنْ

مَّخْلُوْقَاتِ ھٰذِہِ الْعَوَالِمِ بِحَسْبِ اَجْنَاسِھَا وَ اَنْوَاعِھَا وَ اَصْنَافِھَا وَ

اَشْخَاصِھَا وَ لَوَاحِقِھَا کَمَا ھِیَ لَا تَحْصُلُ اِلَّا لِاَ کَابِرِ الْاَنْبِیَاءِ

وَلِھٰذَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ

۔ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے آثارِ حکمت کی تمام تر تفاصیل اور عوالم کی جمیع اجناس اور انواع واصناف اور اشخاص پر اطلاع سوائے اکابر انبیاء عَلَيْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِيمَات کے کسی کو حاصل نہیں اسی لئے حضور ﷺ اپنی دعا میں عرض کرتے تھے "اے اللہ مجھے اشیاء دکھا دے جیسے کہ حقیقتاً وہ ہیں"۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ "کماھی کا لفظ اس لئے زیادہ ہے کہ صحت علم غیر مشوب بالخطاء والوہم کی تاکید ہو"۔

دلیل نمبر 52۔ نیز نیشاپوری میں زیر آیہ کریمہ وَجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا فرمایا: لِاَنَّ رُوْحَهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدَ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَرْوَاحِ وَالْقُلُوْبِ وَالنُّفُوْسِ ۔یہ جو رب عز و جل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ہم تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی روح انور تمام جہان میں ہر ایک کی روح، ہر ایک کے دل اور ہر ایک کے نفس کا مشاہدہ فرماتی ہے"۔

دلیل نمبر 53۔ حافظ الحدیث سیدی احمد سجلماسی قدس سرہ اپنے شیخ کریم حضرت سیدی عبدالعزیز بن مسعود دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتاب مستطاب ابریز میں روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے آیہ کریمہ وعلم آدم الاسماء کلھا کے متعلق فرمایا

"کہ ہر چیز کے دو نام ہیں علوی وسفلی۔ سفلی نام تو صرف مسمی سے ایک گونہ

آ گاہی دیتا ہے اور علوی سنتے ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مسمّی کی حقیقت و ماہیت کیا ہے اور کیونکر پیدا ہوا اور کاہے سے بنا اور کس لیے بنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام شیاء کے یہ علوی نام تعلیم فرمائے گئے جس سے انہوں نے حسب طاقت و حاجت بشری تمام اشیاء جان لیں اور یہ زیر عرش سے زیر فرش تک کی تمام چیزیں ہیں جس میں جنت و دوزخ و ہفت آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور جنگل اور صحرا اور نالے اور دریا اور درخت وغیرہا جو کچھ زمین ہے غرض یہ تمام مخلوقات ناطق و غیر ناطق ان کے صرف نام سننے سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہو گیا کہ عرش سے فرش تک ہر شے کی حقیقت یہ ہے اور فائدہ یہ ہے اور اس ترتیب سے ہے اس شکل پر ہے جنت کا نام سنتے ہی انہوں نے جان لیا کہ کہاں سے بنی اور کس لیے بنی اور اس کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور جس قدر اس میں حوریں ہیں اور قیامت کے بعد اتنے لوگ اس میں جائیں گے اسی طرح نار، یوہیں آسمان اور یہ کہ پہلا آسمان وہاں کیوں ہوا اور دوسرا دوسری جگہ کیوں ہوا۔ اسی طرح ملائکہ کا لفظ سننے سے انہوں نے جان لیا کہ کاہے سے بنے اور کس لیے بنے اور کیونکر بنے اور ان کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور کس لیے یہ فرشتہ اس مقام کا مستحق ہوا اور دوسرا دوسرے کا، اسی طرح عرش سے زیر زمین تک ہر فرشتہ کا حال، اور یہ تمام علوم صرف آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو نہیں بلکہ ہر نبی اور ہر

کامل ولی کو عطا ہوتے ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ آدم کا نام خاص صرف اس لیے لیا کہ ان کو یہ علوم پہلے ملے۔ پھر فرمایا کہ اور ہم نے بقدر طاقت وحاجت کی قید لگا کر صرف عرش تا فرش کی تمام اشیاء کا احاطہ اس لیے رکھا کہ جملہ معلومات الٰہیہ کا حاطہ نہ لازم آئے اور ان علوم میں ہمارے نبی ﷺ و دیگر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں یہ فرق ہے کہ اور جب ان علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کو مشاہدہ حضرت عزت جل جلالہ سے ایک گونہ غفلت سی ہو جاتی ہے اور جب مشاہدہ حق کی طرف توجہ فرمائیں تو ان علوم کی طرف سے ایک نیندی سی آ جاتی ہے مگر ہمارے نبی پاک ﷺ کو ان کی کمال قوت کے سبب ایک علم دوسرے سے مشغول نہیں کرتا وہ عین مشاہدہ حق کے وقت ان تمام علوم اور ان کے سوا اور علموں کو جانتے ہیں جن کی طاقت کسی میں نہیں اور ان علوم کی طرف عین توجہ میں مشاہدہ حق فرماتے ہیں ان کو نہ مشاہدہ حق مشاہدہ خلق سے پردہ ہو نہ مشاہدہ خلق مشاہدہ حق سے۔ پاکی و بلندی اسے جس نے ان کو یہ علوم اور یہ قوتیں بخشیں

دلیل نمبر 54۔ ابن النجار ابوالمعتمر مسلم بن اوس و جاریہ بن قدامہ سعدی سے راوی کہ امیر المومنین ابو الائمہ الطاہرین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا: سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ فَاِنِّیْ لَا اُسْاَلُ عَنْ شَیْءٍ دُوْنَ الْعَرْشِ اِلَّا اَخْبَرْتُ عَنْهُ۔ ترجمہ:۔ مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے

نیچے جس کسی چیز کو مجھ سے پوچھا جائے میں بتادوں گا عرش کے نیچے کرسی ہفت آسمان ہفت زمین اور آسمانوں زمینوں کے درمیان جو کچھ ہے تحت الثریٰ تک سب داخل ہے۔ مولیٰ علی فرماتے ہیں کہ اس سب کو میرا علم محیط ہے ان میں جو شے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دلیل نمبر 55۔ امام ابن الانباری کتاب المصاحف میں اور امام ابوعمر بن عبدالبر کتاب العلم میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قَالَ شَهِدْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ يَخْطُبُ فَقَالَ فِيْ خُطْبَتِهٖ سَلُوْنِيْ فَوَ اللّٰهِ لَا تَسْاَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ يَكُوْنُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِلَّا حَدَّثْتُكُمْ بِهٖ۔

ترجمہ:۔ میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خطبہ میں حاضر تھا امیر المومنین نے ارشاد فرمایا مجھ سے دریافت کرو کہ خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے جو کچھ پوچھو میں بتادوں گا۔ امیر المومنین فرماتے ہیں میرا علم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے جو کچھ پوچھو میں بتادوں گا"۔ امیر المومنین فرماتے ہیں میرا علم قیامت تک کی تمام کائنات کو حاوی ہے یہ دونوں حدیثیں امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع کبیر میں ذکر فرمائیں۔

دلیل نمبر 56۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ وَعِزَّةِ رَبِّيْ اَنَّ السُّعَدَاءَ وَالْاَشْقِيَاءَ لَيُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ عَيْنِيْ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ۔ ترجمہ:۔ "عزت الٰہی کی قسم بیشک سب سعید و شقی میرے سامنے

پیش کیے جاتے ہیں میری آنکھ لوح محفوظ میں ہے"۔

دلیل نمبر 57۔ اور فرماتے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: "لَوْلَا لِجَامُ الشَّرِیْعَةِ عَلٰی لِسَانِی لَاَخْبَرْتُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اَنْتُمْ بَیْنَ یَدَیَّ کَالْقَوَارِیْرِ اَرٰی مَا فِیْ بَوَاطِنِکُمْ وَظَوَاهِرِکُمْ"۔ ترجمہ:۔ "اگر میری زبان پر شریعت کی روک نہ ہوتی تو میں تمہیں خبر دے دیتا جو کچھ تم کھاتے اور جو کچھ اپنے گھروں میں اندوختہ کر کے رکھتے ہو تم میرے سامنے شیشے کی مانند ہو میں تمہارا ظاہر و باطن سب دیکھ رہا ہوں"۔

دلیل نمبر 58۔ اور فرماتے ہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قَلْبِیْ مُطَّلِعُ اَسْرَارِ الْخَلِیْقَةِ نَاظِرٌ اِلٰی وُجُوْهِ الْقُلُوْبِ قَدْ صَفَاهُ الْحَقُّ عَنْ دَنَسِ رُؤْیَةِ سِوَاهُ حَتّٰی صَارَ لَوْحًا یَنْقُلُ اِلَیْهِ مَا فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَسَلَّمَ اللّٰهُ اَزِمَّةَ اُمُوْرِ اَهْلِ زَمَانِهٖ وَصَرَّفَهٗ فِیْ عَطَائِهِمْ وَمَنْعِهِمْ ۔ ترجمہ:۔ میرا دل اسرار مخلوقات پر مطلع ہے سب دلوں کو دیکھ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے رویت ماسوا کے میل سے صاف کر دیا کہ ایک لوح ہو گیا جس کی طرف وہ منتقل ہوتا ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمانہ کے کاموں کی باگیں اسے سپرد فرما دیں اور اجازت فرمائی کہ جسے چاہیں عطا کریں جسے چاہیں منع فرما دیں ۔ (بہجۃ الاسرار ، خلاصۃ المفاخرہ لامام اجل عبداللہ بن اسعد یافعی نزہۃ الخاطر لملا علی قاری)

دلیل نمبر 59۔ عارف کبیر احد الاقطاب الاربعۃ سیدنا حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترقیات کامل کے بارہ میں فرماتے ہیں: اَطْلَعَہُ عَلٰی غَیْبِہٖ حَتّٰی لَاتَنبُتُ شَجَرَۃٌ وَلَا تَخضَرُ وَرَقَۃٌ اِلَّا بِنَظْرَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی ۔ترجمہ:۔ اسے اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے یہاں تک کہ کوئی پیڑ نہیں اگتا اور کوئی پتہ نہیں ہرا ہو پاتا مگر اس کی نظر کے سامنے"۔

دلیل نمبر 60۔ عارف باللہ حضرت سیدی رسلان دمشقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔"اَلْعَارِفُ مَنْ جَعَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ قَلْبِہٖ لَوْحًا مَنْقُوشًا بِاَسْرَارِ الْمَوْجُوْدَاتِ وَ بِاِمْدَادِہٖ بِاَنْوَارِ حَقِّ الْیَقِیْنِ یُدْرِکُ حَقَائِقَ تِلْکَ السُّطُوْرِ عَلٰی اِخْتِلَافِ اَطْوَارِھَا وَیُدْرِکُ اَسْرَارَ الْاَفْعَالِ فَلَا یَتَحَرَّکُ حَرُکَۃٌ ظَاھِرَۃٌ وَلَا بَاطِنَۃٌ فِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ اِلَّا وَیَکْشِفُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ عَنْ بَصِیْرَۃِ اِیْمَانِہٖ وَ عَیْنِ عِیَانِہٖ فَیَشْھَدُ ھَا عِلْمًا وَّ کَشْفًا ۔ترجمہ:۔ عارف وہ ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایک لوح رکھی ہے کہ لوح رکھی ہے کہ جملہ اسرار موجودات اس میں منقوش ہیں اور حق الیقین کے انوار سے اسے مدد دی کہ وہ ان لکھی ہوئی چیزوں کی حقیقتیں خوب جانتا ہے باآنکہ ان کے طور کس قدر مختلف ہیں اور افعال کے راز جانتا ہے تو ظاہری یا باطنی کوئی جنبش ملک یا ملکوت میں واقع نہیں ہوتی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کی نگاہ اور اس کے معاینہ کی آنکھ کھول دیتا ہے تو عارف اسے دیکھتا ہے

اور اپنے علم و کشف سے جانتا ہے"۔ (منقول از طبقات کبریٰ از امام عبدالوہاب شعرانی)

دلیل نمبر 61۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام حضرت عزیزان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: "زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست" (ترجمہ:۔ پوری روئے زمین اس گروہِ اولیاء کی نظر میں ایک دسترخوان کی مثل ہے "۱۲") یہ کلام حضرت جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے۔ حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کلام پاک نقل کر کے فرماتے: وما می گرئیم چوں روے ناخنی ست ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست"۔ یعنی ہم کہتے ہیں کہ ایک ناخن جیسے سامنے ہو بالکل ایسے ہی کوئی چیز بھی اس گروہ اولیاء سے غائب نہیں"۔

دلیل نمبر 62۔ امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لَیْسَ الرَّجُلُ مَنْ یُقَیِّدُہُ الْعَرْشُ وَمَا حَوَاہُ مِنَ الْاَفْلَاکِ وَالْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَ اِنَّمَا الرَّجُلُ مَنْ نَفَذَ بَصَرُہٗ اِلٰی خَارِجِ ھٰذَا الْوُجُوْدِ کُلِّہٖ وَھُنَاکَ یُعْرَفُ قَدْرُ عَظْمَۃِ مُوْجِدِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی ۔ترجمہ:۔ "مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے آسمان و جنت و نار یہی چیزیں محدود و مقید کرلیں مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے وہاں اسے موجدِ عالم سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت کی قدر کھلے گی۔ (الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر)

دلیل نمبر 63۔ ابریز شریف میں ہے: سَمِعْتُہٗ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

اَحْیَانًا یَقُوْلُ مَا السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُوْنَ السَّبْعُ فِیْ نَظْرِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ اِلَّا کَحَلْقَةٍ مُلْقَاةٍ فِیْ فَلَاةٍ مِنَ الْاَرْضِ ۔ ترجمہ:۔ ”یعنی میں نے حضرت سید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بار ہا سنا کہ فرماتے ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسی ہیں جیسے ایک میدان لق و دق میں ایک چھلا پڑا ہو“۔

دلیل نمبر 64۔ امام شعرانی کتاب الجواہر میں سید علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: اَلْکَامِلُ قَلْبُهٗ مِرْاٰةُ الْوُجُوْدِ الْعُلْوِیِّ وَالسِّفْلِیِّ کُلِّهٖ عَلَی التَّفْصِیْلِ ۔ ترجمہ:۔ ”کامل کا دل تمام عالم علوی و سفلی کا بروجہ تفصیل آئینہ ہے“۔

دلیل نمبر 65۔ امام رازی تفسیر کبیر میں رد معتزلہ کے لیے حقیت کرامات اولیا پر دلائل قائم کرنے میں فرماتے ہیں۔ اَلْحُجَّةُ السَّادِسَةُ لَاشَکَّ اَنَّ الْمُتَوَلِّیَ لِلْاَفْعَالِ هُوَ الرُّوْحُ لَا الْبَدَنُ وَلِهٰذَا انری اَنَّ کُلَّ مَنْ کَانَ اَکْثَرَ عِلْمًا بِاَحْوَالِ عَالَمِ الْغَیْبِ کَانَ اَقْوٰی قَلْبًا وَلِهٰذَا قَالَ عَلِیٌّ کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهٗ وَاللّٰهِ مَا قَلَعْتُ بَابَ خَیْبَرَ بِقُوَّةٍ جَسَدَانِیَّةٍ وَلٰکِنْ بِقُوَّةٍ رَبَّانِیَّةٍ وَکَذٰلِکَ الْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَی الطَّاعَاتِ بَلَغَ اِلَی الْمَقَامِ الَّذِیْ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی کُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَبَصَرًا فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰی سَمْعًا لَهٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ بَصَرًا لَهٗ رَاَی الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِکَ

النُّوْرُ يُدَّ الَهُ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبَعِيْدِ وَالْقَرِيْبِ۔ ترجمہ: اہل سنت کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ بلا شبہ افعال کی متولی تو روح ہے نہ بدن، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جسے احوال غیب کا علم زیادہ ہے اس کا دل زیادہ زبردست ہوتا ہے ولہٰذا مولیٰ علی نے فرمایا خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسم کی قوت سے نہ اکھیڑا بلکہ ربانی طاقت سے اسی طرح بندہ جب ہمیشہ طاعت میں لگا رہتا ہے تو اس مقام تک پہنچتا ہے جس کی نسبت رب عزوجل فرماتا ہے کہ وہاں میں خود اس کے کان آنکھ ہو جاتا ہوں تو جب وہ نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے بندہ نزدیک دور سب دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے بندہ سہل و دشوار و نزدیک و دور میں تصرفات کرتا ہے"۔

دلیل نمبر 66۔ علامہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ حدیث خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔ فَمَنِ ادَّعٰى عِلْمَ شَيْءٍ مِّنْهَا غَيْرَ مُسْنِدٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تعالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ كَاذِباً فِي دَعْوَاهُ۔ یعنی "تو جو کوئی قیامت وغیرہ خمس میں سے کسی شے کے علم کا ادعا کرے اور اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت نہ کرے یعنی کہے کہ بغیر حضور کے بتائے سے مجھے یہ علم آیا وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے" صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ان پانچوں غیبوں کو جانتے ہیں اور اس میں سے جو چاہیں اپنے جس غلام کو چاہیں بتا سکتے ہیں جب ہی تو ہے کہ حضور کی تعلیم سے انکے علم کا دعویٰ کرے اسکی تکذیب نہ ہو

گی۔

دلیل نمبر 67۔ روض النضیر شرح جامع صغیر میں امام کبیر جلال الملۃ والدین سیوطی سے اس حدیث کے متعلق ہے اَمَّا قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا ھُوَ فَمَعْنَاہُ بِاَنَّہٗ لَا یَعْلَمُھَا اَحَدٌ بِذَاتِہٖ وَمِنْ ذَاتِہٖ اِلَّا ھُوَ لٰکِنْ قَدْ تَعْلَمُ بِاِعْلَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاِنَّ ثَمَّہٗ مَنْ یَّعْلَمُھَا وَقَدْ وُجِدَ ذٰلِکَ لِغَیْرِ وَاحِدٍ کَمَا رَأَیْنَا جَمَاعَۃً عَلِمُوْا مَتٰی یَمُوْتُوْنَ وَعَلِمُوْا مَافِی الْاَرْحَامِ حَالَ حَمْلِ الْمَرْاَۃِ وَقَبْلَہٗ ۔ترجمہ:۔ نبی پاک ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ ان پانچوں غیبوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اسکے یہ معنی ہیں کہ بذات خود اپنی ذات سے انہیں اللہ ہی جانتا ہے مگر خدا کے بتائے سے کبھی اوروں کو بھی ان کا علم ملتا ہے بے شک ایسے موجود ہیں جو ان غیبوں کو جانتے ہیں اور ہم نے متعدد اشخاص ان کے جاننے والے پائے ایک جماعت کو ہم نے دیکھا کہ انہیں معلوم تھا کب مریں گے اور انہوں نے عورت کے حمل کے زمانہ میں بلکہ حمل سے بھی پہلے جان لیا کہ پیٹ میں کیا ہے''۔

دلیل نمبر 68۔ علامہ ابراہیم بیجوری شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں: لَمْ یَخْرُجْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا بَعْدَ اَنْ اَعْلَمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِھٰذِہِ الْاُمُوْرِ اَیِ الْخَمْسَۃِ ۔ترجمہ:۔ نبی ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ان پانچوں غیبوں کا علم دے دیا

"۔

دلیل نمبر 69۔ حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزماں سید شریف عبد العزیز مسعود حسنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: "هُوَ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنَ الْخَمْسِ الْمَذْكُورَةِ فِي الْآيَةِ الشَّرِيفَةِ وَكَيْفَ يَخْفَىٰ عَلَيْهِ ذٰلِكَ وَالْأَقْطَابُ السَّبْعَةُ مِنْ أُمَّتِهِ الشَّرِيفَةِ يَعْلَمُونَهَا وَهُمْ دُونَ الْغَوْثِ فَكَيْفَ بِالْغَوْثِ فَكَيْفَ بِسَيِّدِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ الَّذِي هُوَ سَبَبُ كُلِّ شَيْءٍ وَمِنْهُ كُلُّ شَيْءٍ" ترجمہ:۔ قیامت کب آئے گی، مینہ کب اور کہاں اور کتنا برسے گا، مادہ کے پیٹ میں کیا ہے، کل کیا ہوگا، فلاں کہاں مریگا۔ یہ پانچوں غیب جو آیہ کریمہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ ﷺ پر مخفی نہیں اور کیونکر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ رہیں حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب جانتے ہیں اور ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے۔ پھر غوث کا کیا کہنا، پھر ان کا کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں ہر شے انہیں سے ہے ﷺ۔

دلیل نمبر 70۔ نیز ابریز عزیز میں فرمایا: قُلْتُ لِلشَّيْخِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ إِنَّ عُلَمَاءَ الظَّاهِرِ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَغَيْرِهِمْ اخْتَلَفُوا فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ يَعْلَمُ الْخَمْسَ فَقَالَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ كَيْفَ يَخْفَىٰ أَمْرُ الْخَمْسِ عَلَيْهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَالْوَاحِدُ مِنْ اَهْلِ التَّصَرُّفِ مِنْ اُمَّتِهِ الشَّرِيْفَةِ لَا يُمْكِنُهُ التَّصَرُّفُ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ هٰذِهِ الْخَمْسِ۔ ''یعنی میں نے حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ علمائے ظاہر محدثین وغیرہم مسئلہ خمس میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ علما کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا علم تھا۔ دوسرا انکار کرتا ہے اس میں حق کیا ہے فرمایا (جو نبی ﷺ کو پانچوں غیبوں کا علم مانتے ہیں وہ حق پر ہیں) حضور سے یہ غیب کیونکر چھپے رہیں گے حالانکہ حضور کی امت شریفہ میں جو اولیائے کرام اہل تصرف ہیں (کہ عالم میں تصرف فرماتے ہیں) وہ جب تک ان پانچوں غیبوں کو جان نہ لیں تصرف نہیں کر سکتے''

دلیل نمبر 71۔ تفسیر کبیر میں زیر آیہ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فرمایا: ''اَیْ وَقْتَ وُقُوْعِ الْقِیٰمَةِ مِنَ الْغَیْبِ الَّذِیْ لَا یُظْهِرُهُ اللّٰهُ لِاَحَدٍ فَاِنْ قِیْلَ فَاِذَا حَمَلْتُمْ ذٰلِکَ عَلَی الْقِیٰمَةِ فَکَیْفَ قَالَ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ مَعَ اَنَّهٗ لَا یُظْهِرُهٗ لِاَحَدٍ قُلْنَا بَلْ یُظْهِرُهٗ عِنْدَ قُرْبِ الْقِیٰمَةِ''۔

اس نفیس تفسیر نے صاف معنی آیت یہ ٹھہرائے کہ اللہ عالم الغیب ہے وہ وقت قیامت کا علم کسی کو نہیں دیتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

دلیل نمبر 72۔ امام قسطلانی شرح بخاری تفسیر سورہ رعد میں فرماتے ہیں: لَا یَعْلَمُ مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا اللّٰهُ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یُطْلِعُهٗ عَلٰی

مَا یَشَاءُ اللّٰہُ مِنْ غَیْبِہٖ وَالْوَلِیُّ تَابِعٌ لَہٗ یَاخُذُ عَنْہُ ترجمہ:۔کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوا اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ اللہ انہیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دیتا ہے یعنی وقت قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں رہے اولیاء جو ہیں وہ رسولوں کے تابع ہیں ان سے علم حاصل کرتے ہیں"۔

دلیل نمبر 74,73۔علامہ حسن بن علی مدابغی حاشیہ فتح المبین ، امام ابن حجر مکی اور فاضل ابن عطیہ فتوحات وہبیہ شرح اربعین امام نووی میں نبی کریم رؤوف ورحیم ﷺ کو علمِ قیامت عطا ہونے کے باب میں فرماتے ہیں: "اَلْحَقُّ کَمَا قَالَ جَمْعٌ اِنَّ اللّٰہَ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعَالٰی لَمْ یَقْبِضْ نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَطْلَعَہٗ عَلٰی کُلِّ مَا اَبْھَمَہٗ عَنْہُ اِلَّا اَنَّہٗ اُمِرَ بِکَتْمِ بَعْضٍ وَالْاِ عْلَامِ بِبَعْضٍ ۔ترجمہ:۔"حق مذہب وہ ہے جو ایک جماعت علماء نے فرمایا کہ اللہ عزوجل ہمارے نبی ﷺ کو دنیا سے نہ لے گیا یہاں تک کہ جو کچھ حضور سے مخفی رہا تھا اس سب کا علم حضور کو عطا فرما دیا۔ہاں بعض علوم کو نسبت حضور کو حکم دیا کہ کسی کو نہ بتائیں اور بعض کے بتانے کا حکم کیا"۔

دلیل نمبر 75۔ علامہ عشماوی کتاب مستطاب ، عجب العجاب شرح صلاۃ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں: "قِیْلَ اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُوْتِیَ عِلْمَھَا (اَیِ الْخَمْسِ) فِیْ اٰخِرِ الْاَ مْرِ لٰکِنَّہٗ اُمِرَ فِیْھَا بِالْکِتْمَانِ وَھٰذَا الْقِیْلُ ھُوَ الصَّحِیْحُ ۔یعنی کہا گیا

کہ نبی ﷺ کو آخر میں ان پانچوں غیبوں کا بھی علم عطا ہو گیا مگر ان کے چھپانے کا حکم تھا اور یہی قول صحیح ہے"۔

قارئین! اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے خالص الاعتقاد میں جن جن علماء کے حوالے دیئے انکی ایک طویل فہرست صفحہ ۸۰ پر اس عنوان کے تحت مرتب فرمائی "اب دیکھیے کہ گنگوہی و اسمٰعیل و وہابیہ نے معاذ اللہ کن کن آئمہ و علماء و محدثین و فقہاء و مفسرین متکلمین و اولیا و صحابہ و انبیا علیہم الصلاۃ والثناء کو کافر بنا دیا"

اس فہرست میں سب سے اول تو خود اللہ کریم ہیں اور خود حضور نبی پاک ﷺ کی ذات اقدس ہے کہ خدا نے حضور کے علم غیب عطائی کا بیان کیا اور بخاری و مسلم و ترمذی کی احادیث میں حضور اقدس نے اس کا اثبات کیا پھر متاخرین سے متقدمین کی طرف یہ فہرست کچھ اس طرح ہے۔

ا۔ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی، ۲۔ مولٰینا ملک العلماء بحر العلوم، ۳۔ علامہ شامی صاحب رد المختار، ۴۔ آئمہ اہلسنّت مصنفان عقائد، ۵۔ شیخ محقق مولٰینا حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی، ۶۔ علامہ شہاب خفاجی، ۷۔ امام فخر الدین رازی، ۸۔ علامہ سید شریف جرجانی، ۹۔ علامہ سعد الدین تفتازانی، ۱۰۔ ملا علی قاری مکی، ۱۱۔ امام ابن حجر مکی، ۱۲۔ علامہ محمد زرقانی، ۱۳۔ علامہ عبدالرؤف مناوی، ۱۴۔ امام احمد قسطلانی، ۱۵۔ امام قرطبی، ۱۶۔ امام بدر الدین عینی، ۱۷۔ امام بغوی صاحب

تفسیر معالم، ۱۸۔ شیخ علاء الدین علی بغدادی صاحب تفسیر خازن، ۱۹۔ علامہ بیضاوی، ۲۰۔ علامہ نظام الدین نیشاپوری صاحب تفسیر غرائب القرآن، ۲۱۔ علامہ جمل شارح جلالین، ۲۲۔ امام ابوبکر رازی صاحب تفسیر انموذج جلیل، ۲۳۔ امام قاضی عیاض، ۲۴۔ امام زین الدین عراقی استاد امام ابن حجر عسقلانی، ۲۵۔ حافظ الحدیث احمد سجلماسی، ۲۶۔ ابن قتیبہ، ۲۷۔ ابن خلکان، ۲۸۔ امام کمال الدین دمیری، ۲۹۔ علامہ ابرہیم بجیوری، ۳۰۔ علامہ سنوانی، ۳۱۔ علامہ رافعی، ۳۲۔ علامہ عشماوی، ۳۳۔ علامہ ابن عطیہ، ۳۴۔ امام نصر الدین سمرقندی صاحب ملتقط، ۳۵۔ علامہ بدر الدین محمود بن اسرائیل صاحب جامع فصولین، ۳۶۔ شیخ عالم بن علا صاحب تاتارخانیہ، ۳۷۔ امام فقیہ صاحب فتاویٰ حجہ، ۳۸۔ امام عبدالوہاب شعرانی، ۳۹۔ امام یافعی، ۴۰۔ امام اوحد ابوالحسن شنطوفی، ۴۱۔ امام ابن حاج مکی، ۴۲۔ امام محمد، صاحب مدحیہ بردہ شریف، ۴۳۔ حضرت مولانا جامی رومی، ۴۴۔ حضرت مولوی معنوی، ۴۵۔ حضرت سید عبدالعزیز دباغ، ۴۶۔ حضرت سیدی علی خواص، ۴۷۔ حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند، ۴۸۔ حضرت خواجہ عزیزان رامیتنی، ۴۹۔ حضرت شیخ اکبر، ۵۰۔ حضرت سیدی علی وفا، ۵۱۔ حضرت سیدی رسلان دمشقی، ۵۲۔ حضرت سیدی ابوعبداللہ شیرازی، ۵۳۔ حضرت سیدی ابوسلیمان دارانی، ۵۴۔ حضرت قطب کبیر سید احمد رفاعی، ۵۵۔ حضور قطب الاقطاب سیدنا غوث اعظم، ۵۶۔ حضرت امام علی رضا، ۵۷۔

حضرت امام جعفر صادق، ۵۸۔ حضرات عالیہ دیگر آئمہ اطہار، ۵۹۔ حضرت امام مجاہد، ۶۰۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس، ۶۱۔ حضور سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ، ۶۲۔ عامہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

ہم نے خالص الاعتقاد کے ۱۲۰ میں صرف ۵۷ حوالے نقل کئے ممکن ہے فہرست بالا میں مذکور کسی شخصیت کا حوالہ ہمارے درج کردہ حوالوں میں نہ آسکا ہو آخر پہ فاضل بریلوی قدس سرہ کے یہ الفاظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اعلیٰ حضرت خالص الاعتقاد صفحہ ۸۳ پر کتنے ایمانی قوت، جذبہ، نسبتِ اسلاف سے بھرپور لیکن انتہائی پر درد الفاظ میں فرماتے ہیں ''وہابیو! یہ کہنا آسان تھا کہ احمد رضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا قائل ہو گیا اور یہ عقیدہ کفر کا ہے مگر نہ دیکھا کہ احمد رضا کی جان کن کن پاک دامنوں سے وابستہ ہے احمد رضا کا سلسلہ اعتقاد علما اولیا آئمہ صحابہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ رب العالمین تک مسلسل ملا ہوا ہے۔ والحمد للہ رب العلمین۔

(2)

حضور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ مختار کل ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ ۔

حضور سید عالم ﷺ کے اختیارات وعطا کا بیان

(1) یَا عَائِشَۃُ لَوْشِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیَ جِبَالُ الذَّھَبِ ، (مشکوٰۃ شریف مترجم، کتاب الفتن باب فی اخلاقہ وشمائلہ ﷺ ۔ فصل سوم حدیث ۵۵۸۶)

ترجمہ: اے عائشہ اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں۔

قارئین! اگر حضور کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا نقل کفر کفر نباشد تو یہ فرمان کیسا ہے؟ حضور کے چاہنے سے تو پہاڑ سونا ہو جاتے ہیں پہاڑ پتھر ہیں۔ ان کا سونا بن جانا ناممکن ہے لیکن آقا کے فرمانے سے یہاں ممکن ہو رہا ہے پھر صحیح حدیث میں ہے کہ اگر میرا بندہ کسی بات پر قسم کھالے تو میں ضرور پورا کروں پھر محبوب جو چاہیں اللہ کیوں نہ پورا کرے۔

(2) قَالَ اِنَّ مَوْعِدَ کُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّی لَاَنْظُرُ اِلَیْہِ وَاَنَا فِی مَقَامِی ھٰذَا وَاِنِّی قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّی لَسْتُ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِی وَلٰکِنِّی اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا ۔

(بخاری مترجم جلد دوم صفحہ ۵۵۰ و دوسری روایت واللہ انی لا اخاف ان تشرکو ابعدی

صفحہ ۳۵۷) متفق علیہ۔ اس حدیث مبارکہ میں ثابت ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ نے کل خزانوں کی چابیاں عطا کی ہیں حدیث کا ترجمہ یہ ہے "فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بے شک تمہارے ملنے کی جگہ حوض کوثر ہے اور بے شک اس حوض کوثر کو میں یہاں کھڑے دیکھ رہا ہوں۔ (آپ نے منبر شریف پر یہ الفاظ فرمائے) اور بے شک مجھے تحقیق زمین کے کل خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں اور بے شک مجھے تمہارے متعلق یہ ڈر نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے بلکہ ڈر یہ ہے کہ تم دنیا داری کی رغبت میں پڑ جاؤ گے (بحوالہ مشکوٰۃ شریف، کتاب الفتن، باب الکرامات، فصل اول حدیث نمبر ۵۷۰۴، مطبوعہ فرید بک سٹال جلد ۳ صفحہ ۲۰۴)

(3) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔ ترجمہ:۔ "اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا"۔

(4) حضرت ربیعہ کو آپ نے فرمایا۔ سَلْ یَا رَبِیْعَةُ۔ اے ربیعہ مانگ جو کچھ مانگنا ہے جو یہ کہے کہ نعوذ باللہ! حضور دے کچھ نہیں سکتے تھے صرف الفاظ کی حد تک یا محض نعوذ باللہ بڑ مارنے کے طور پر یہ الفاظ کہے اس نے ہمارے آقا حضور اقدس ﷺ پر کذب کا التزام کیا وہ کافر ہے۔ یہ فرمانا خود سرکار کے مختار کل ہونے کا ثبوت ہے حدیث کے آخر پر صحابی کو سجدوں سے مدد کرنے کا حکم دینا محض عبادت کی ترغیب ہے ورنہ لازم آئیگا کہ ہم سجدے کر کے جنت لینے میں اللہ کی نعوذ باللہ مدد کرتے ہیں حدیث کا غلط مطلب بیان کرنا بھی حضور ﷺ کو جھٹلانا ہے۔

(5) جنتی پھلوں کو توڑنے یا نہ توڑنے کا اختیار (مترجم بخاری جلد اول صفحہ ۴۲۴)

قَالُوا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ رَاَیْنَاکَ تَنَاوَلْتَ شَیْاً فِیْ مَقَامِکَ ثُمَّ رَاَیْنَاکَ تَکَعْکَعْتَ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ وَتَنَاوَلْتُ عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَصَبْتُہٗ لَاَ کَلْتُمْ مِنْہُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا۔ (ابن ماجہ جلد اول مترجم صفحہ ۳۶۴) ترجمہ:۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے نماز میں جناب کو ہاتھ آگے کرتے دیکھا فرمایا میں نے جنتی پھل کا خوشہ توڑنے کا ارادہ کیا اگر ایسا کر دیتا تو تم رہتی دنیا تک اس سے کھاتے رہتے۔

(6) بارش برسوانے اور بادل دور ہٹانے کا اختیار بذریعہ دعا:

صحابہ نے عرض کی فَادْعُ اللّٰہَ اَنْ یُّسْقِیَنَا فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَسْقِنَا مَرَّتَیْنِ وَاَیْمُ اللّٰہِ مَا نَرٰی فِی السَّمَاءِ قَزْعَۃً مِّنْ سَحَابٍ فَنَشَاَتْ سَحَابَۃٌ وَّاَمْطَرَتْ ۔۔۔ اگلے جمعہ شریف کو منظر یوں تھا۔ فَلَمَّا قَامَ النَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ صَا حُوْا اِلَیْہِ تَھَدَّمَتِ الْبُیُوْتُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰہَ یَحْبِسُھَا عَنَّا فَتَبَسَّمَ النَّبِیُّ ﷺ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا۔

(ابن ماجہ مترجم جلد اول صفحہ ۴۱۴)

(7) بخاری شریف میں ہے حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ اَللّٰہُ مُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ۔ اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرماتے ہیں میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(8) قرآن مجید میں ہے۔ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ۔ اور اے محبوب جو کوئی آپ سے سوال کرے آپ انہیں نہ جھڑکئے۔

(9) اِنَّہٗ لَا یَرُدُّ سَائِلًا۔ ترجمہ: بے شک حضور پاک ﷺ کسی سائل کو واپس

نہ لوٹاتے تھے (مترجم ابن ماجہ جلد دوئم صفحہ۳۷۲)

(10) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَللّٰهُ اَجْوَدُ جُوْدًا ثُمَّ اَنَا اَجْوَدُ۔ ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سب سے بڑا سخی اللہ رب العالمین ہے پھر تمام انسانوں میں سب سے بڑھ کر سخی میں ہوں۔ (مشکوٰۃ مترجم جلد اول صفحہ۷۳)

(11) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ عَفَوْتُ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ فَهَاتُوْ صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا ۔ ترجمہ: حضور سیدنا مولا علی راوی ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں نے تم سے (خدمت کے) گھوڑوں اور اونٹوں کی زکوٰۃ معاف کردی ہے پس چاندی کی زکوٰۃ دو جو چالیس درہموں میں سے ایک درہم ہے (جامع ترمذی شریف جلد اول مترجم صفحہ۳۵۲) اس حدیث مبارک میں قد عفوت سے ہر لحاظ سے واضح ہے کہ حضور سید عالم ﷺ شریعت کے عام احکام میں بااختیار ہیں جس طرح چاہیں استثناء فرمائیں۔

المختصر:۔ حدیث اول سے آپ کے چاہنے سے ظاہری ناممکن بھی ممکن ہونے کا ثبوت ہے بلکہ حدیث کا اصل مدلول اور مقصود ہی سرکار کا ''اپنے چاہنے'' کی قوت بیان کرنا ہے۔ حدیث دوم سے صراحتاً ثابت ہے کہ کل زمین کے خزانوں کی ملکیت اللہ کی طرف سے آپ کو عطا ہے۔ نمبر 3۔ سے واضح ہے کہ بفرمان خدا حضور بھی غنی فرماتے ہیں۔ نمبر 4 کے تحت حضور کا مختار کل ہونا ثابت ہے۔ نمبر 5 سے بھی حضور کے ارادہ وتصرف میں جنت کے پھل توڑنے یا نہ توڑنے کا ثبوت

ہے۔ بالخصوص۔ نمبر 7 کے تحت حضور قاسم ہیں یہ بخاری شریف ہے۔ نمبر 8 کے تحت اللہ کے قرآن نے پوری کائنات کو درِ مصطفیٰ کریم ﷺ کا سائل فرمادیا اس میں ہر قسم کا سائل مراد ہے یہاں سائل کی تخصیص اور تقیید کیلئے قیامت تک کوئی دلیل شرعی پیش نہیں کی جاسکتی۔ نمبر 9 کے تحت صحابہ کا مشاہدہ ہے کہ آپ کسی بھی سائل کو واپس نہیں لوٹاتے۔ نمبر 10 میں قولی فرمانِ نبوی ہے کہ اللہ کے بعد میں ہی سب سے بڑا سخی ہوں۔ نمبر 11، 12 سے واضح ہے کہ آپ شریعت کے احکام میں استثناء کیلئے بااختیار ہیں۔

چند سوال:۔ (1) کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ احادیث نعوذ اللہ نہیں ہیں؟ (2) اگر ہیں اور صحیح ہیں تو کیوں نہیں مانتے؟ (3) ایک مسلمان کا کام حضور اقدس کی شان بیان کرنا ہے بالخصوص جب حضور اقدس ﷺ خود اپنے "قاسم" ہونے "سل یاربیعہ" کے اعلان پر مبنی رحمتیں برسانے اور "اپنے چاہنے" کی قوت کو بیان کریں تو جوان حدیثوں کو چھپائے کیا امتی کہلانے والے کو یہ زیب دیتا ہے؟ (4) یا کیا یہ الفاظ کہنے کہ حضور نے صرف بڑ مارنے کیلئے کہا "سل یا ربیعہ" جبکہ نعوذ باللہ آپ دے کچھ نہ سکتے تھے یا آپنے اپنے آپ کو قاسم" جو فرمایا وہ محض لفاظی تھی۔ کیا یہ کفر نہیں ہے؟ یقیناً کفر ہے۔ (12) ابوداؤد شریف کتاب الطلاق باب فی الظہار میں صحابی رسول حضرت ابن العلاء بیاضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور واقعہ مذکور ہے کہ روزہ توڑنے کے کفارہ کا حکم پوچھنے حاضر ہوئے تو ان الفاظ میں عرض کی فاحکم فی بما اراک اللہ۔ ترجمہ: میرے بارے وہ فیصلہ فرمائیں جس کا اللہ نے

آپ کو حکم دیا ہے تو حضور سید عالم ﷺ نے حکم الٰہی کی تینوں صورتیں ارشاد فرمائیں (1) کہ غلام آزاد کر، (2) یا ساٹھ روزے متواتر رکھ، (3) یا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ صحابی رسول نے ان تینوں احکام پر اپنی مجبوری و معذوری عرض کی کہ غلام کیسے آزاد کروں۔ ما املک رقبۃ غیرھا۔ ترجمہ: میں کسی غلام کا مالک ہی نہیں ہوں۔ ساٹھ روزے کیسے رکھوں قل وھل اصبت الذی اصبت الا من الصیام۔ ترجمہ: عرض گزار ہوا کہ روزوں کے باعث ہی تو یہ حرکت سرزد ہوئی ہے'' ساٹھ مسکینوں کو کھلانے پر عرض کیا والذی بعثک لقد بتنا وحشین مالنا طعام۔ ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم دونوں نے فاقے میں رات گذاری ہے ہمارے پاس تو اپنے کھانے کیلئے بھی نہیں ہے''

اس جواب پر شرعی نقطہ نظر سے مزید کوئی حل ممکن نہیں تھا امت کا کوئی بھی مفتی قیامت تک کوئی چوتھا حل پیش نہیں کر سکتا لیکن اختیارات مصطفیٰ کا اب ظہور ہوتا ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

فَانْطَلِقْ اِلٰی صَاحِبِ صَدَقَةِ بَنِیْ زُرَیْقٍ فَلْیَدْفَعْهَا اِلَیْکَ فَاَطْعِمْ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا وَّسْقًامِنْ تَمْرٍ وَکُلْ اَنْتَ وَعِیَالُکَ بَقِیَّتَهَا ۔ترجمہ: فرمایا بنی زریق کے فلاں زکوٰۃ دینے والے کے پاس چلا جا۔ وہ تمہیں کھجوریں دے گا ایک وسق کھجوریں ساٹھ مسکینوں کو کھلا دینا باقی خود کھالینا اور اپنے گھر والوں کو کھلا دینا''

(سنن ابوداؤد مترجم کتاب الطلاق جلد۲ صفحہ ۱۷۳)

پس ثابت ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ شریعت کے عام احکام میں بھی بااختیار ہیں

جس طرح چاہیں استثناء فرمادیں۔ آپ کو محض چٹھی رساں صرف وہی کہے گا جو محض آپ کے بغض وحسد وکینہ سے سر سے پاؤں تک بھرا ہوگا اور جو آپ سے بغض کرے اسکے کفر میں کیا شک ہے۔

(3)

ندائے یا رسول اللہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد واستغاثہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن . وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ ۔

دور سے ندائے غائب بالخصوص ندائے یا رسول اللہ اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے مدد کرنے کا حدیث صحیح سے ثبوت

قارئین! پہلے عنوان بالا پر ایک اہم دلیل، پھر عنوان بالا کے قائل پر تقویۃ الایمان، فتاویٰ رشیدیہ اور بہشتی زیور سے شرک کا فتویٰ لگانا اور پھر اسے شرک کہنے والوں کی اپنی کتب سے اس کی تردید کریں گے۔ (1) صحابیٔ رسول کا دور سے ندائے یا رسول اللہ کرنا اور پھر اپنی مدد کیلئے دور سے آقا کو پکارنا اور حضور سید

عالم ﷺ کا عملاً اس پکار کا جواب دینا اور مدد کرنے کا اظہار فرمانا اگر صحیح حدیث سے ثابت ہو جائے تو اصولاً کسی مسلمان کو انکار کرنا ممکن نظر نہیں آتا۔ لیکن یہ توفیق صرف اسی کو ملتی ہے جس کے نصیبوں میں ہدایت، تعظیم نبوت اور تعظیم حدیث پاک ہو اور ہمارے ذمے تو محض صحیح حدیث پہنچانا ہے اور یہ اصول ہے کہ ایمان کا مدار بخاری، مسلم یا دیگر کتب صحاح پر نہیں بلکہ صحیح حدیث پر ہے یہ صحیح حدیث مبارک مع سندِ صحیح، طبرانی صغیر ص ۲۰۱، اصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۹۷ اور کتاب الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۴۶ پر بالتفصیل موجود ہے۔ اس حدیث کی راویہ بھی تمام مومنوں کے امی جان، ام المومنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں پوری سند پہلے ملاحظہ ہو۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْقُرْمُطِيُّ مِنْ وُلْدِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ نَضْلَةَ الْخُزَاعِيُّ حَدَّثَنَا عَمِّي مُحَمَّدُ بْنُ نَضْلَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ حَدَّثَتْنِيْ مَيْمُوْنَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ۔

قارئین! سند کے بعد واقعہ کی تفصیل حدیث مبارکہ میں یوں مرقوم ہے کہ قریش حضور پرنور نبی کریم رؤوف ورحیم ﷺ کے ایک پیارے صحابی حضرت راجز مسمی عمرو بن سالم کو قتل کرنا چاہتے تھے جو ہجرت میں اکیلے رہ گئے تھے چنانچہ حضرت راجز مکہ شریف سے نکلے اور مدینہ منورہ مقدسہ زاداللہ شرفہ وتعظیمہ کا راستہ

اختیار کیا۔ جب کوئی مصیبت پڑتی تو صحابی رسول حضرت راجز نبی پاک ﷺ کو غائبانہ پکارتے اور آپ ﷺ اس کی امداد فرما دیتے چنانچہ ایک موقع پر وہ ہر طرف سے دشمن کے گھیرے میں آ گئے آدھی رات کے بعد کا وقت تھا عین اس وقت نبی پاک کے پروانے نے حضور پرنور جان عالم ﷺ کو پکارا اور فریاد کی کہ حضور مجھے بچایئے ورنہ دشمن قتل کر دے گا حضور پرنور ﷺ اس رات ام المومنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری پر ان کے گھر آرام فرما تھے اور صحابی کے امداد کیلئے پکارنے کے وقت آپ اٹھ کر تہجد کا وضو فرما رہے تھے کہ ام المومنین فرماتی ہیں۔

فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ فِی مُتَوَضَّاہُ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ ثَلَاثًا . نصرت . نصرت ثلاثا۔ ترجمہ: حضرت میمونہ فرماتی ہیں میں نے اپنے کانوں سے سنا آپ ﷺ اپنے مقام وضو پر ہی ارشاد فرماتے ہیں میں تیرے پاس پہنچا۔ میں تیرے پاس پہنچا تو امداد کیا گیا تو امداد کیا گیا تین دفعہ ایسے ہی فرمایا۔

قارئین! حدیث مبارک کے الفاظ حضرت میمونہ کے ایمان افروز سوالات اور سرکار اقدس کے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دور سے یارسول اللہ ﷺ پکارنے اور آپ کے اس پکار اور فریاد کو سننے اور سن کر امداد فرمانے کے جواب پر مشتمل ہیں جو ہر لحاظ سے اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے کافی ہیں۔ ملاحظہ ہوں:۔

فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ سَمِعْتُکَ تَقُوْلُ فِی مُتَوَضَّائِکَ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ نَصِرْتَ نُصِرْتَ ثَلَاثًا کَاَنَّکَ تَکَلَّمُ اِنْسَانًا فَھَلْ کَانَ

مَعَکَ اَحَدٌ فَقَالَ ھٰذَا رَاجِزٌ یَسْتَصْرِخُنِیْ ۔ترجمہ: حضرت میمونہ فرماتی ہیں آپ وضوفرما کر باہر نکلے تو میں نے کہا یارسول اللہ! میں نے خود سنا کہ آپ اپنے وضو کے مقام پر تین دفعہ یہ الفاظ فرمارہے تھے لبیک لبیک۔ نصرت نصرت آقا! گویا آپ تو جیسے کسی انسان سے بالمشافہ بات کررہے تھے۔ کیا آپ کے ساتھ مقام وضومیں کوئی آدمی تھا؟ آپ نے فرمایا یہ میرا صحابی راجز مجھ سے فریاد کر رہاتھا"

قارئین! صحابی سینکڑوں میل دور ہے اپنے آقا سے امداد کی فریاد کرتا ہے حضور اقدس ﷺ نے پہلے لبیک لبیک کہہ کر اپنے حاضروناظر ہونے کا ثبوت دیا پھر نصرت نصرت سے اپنی مدد کا ثبوت دیا پھر اس امداد کے متعلق ہماری امی جان حضرت میمونہ کو بھی بتایا۔

قارئین! بات ختم نہیں ہو جاتی بلکہ عقائد اہلسنّت پر صحابہ کی مہر لگنے لگی ہے اور وہ بھی خود بارگاہ مصطفیٰ کریم ﷺ میں وہ اس طرح کہ جب یہ اپنے آقا کے امداد یافتہ صحابی، اپنی مشکلات میں اپنے آقا کی مشکل کشائی کا عملی نظارہ کرنے والے صحابی جب مدینہ منورہ پہنچتے ہیں تو اپنی آپ بیتی کو جگ بیتی بناتے ہوئے دربار نبوت میں چند شعر پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک شعر ملاحظہ کریں جس میں پوری امت کو حضور پرنور نبی کریم ﷺ سے مدد طلب کرنے کا درس دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

فَاسْتَنْصِرْ رَسُوْلَ اللّٰہِ نَصْرًا اَعْتَدًا وَادْعُ عِبَادَ اللّٰہِ یَاتُوْا مَدَدًا

ترجمہ: پس تو رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگ کیونکہ آپ کی مدد ہر وقت تیار ہے اور اللہ کے بندوں کو پکارا کر وہ تیری مدد کو پہنچیں گے"

مکمل اشعار کیلئے ملاحظہ ہوں۔ (طبرانی صغیر صفحہ ۲۰۱، اصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۹۷، کتاب الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۴۶)

قارئین! الحمد للہ ہم اہل سنت و جماعت چودہ صدیوں سے اور آئندہ بھی ہمیشہ اسی فرمان پر عامل ہیں جو ہمیں صحابہ پاک نے سکھایا ہے کیا نعوذ باللہ! صحابی نے شرک کیا؟ اگر شرک کیا؟ تو پھر تمام صحابہ اور خود حضور سید عالم ﷺ نے اس پر شرک کا فتویٰ کیوں نہ لگایا؟

2۔ ندائے یا رسول اللہ سے استغاثہ واستعانت کرنے والوں پر بے وقوفوں کا شرک کا فتویٰ لگانا

☆(1) تذکرہ الاخوان صفحہ ۸۶ پر ہے۔ "ربیع الاول میں مولود کی محفل ترتیب دینا اور جب وہاں ذکر حضرت کے پیدا ہونے کا آوے تو کھڑے ہونا، ربیع الثانی کو گیارہویں کرنا، عرس میں جانا حلوا پکانا، اور چراغ بہت سے جلانا عید کے روز سیویاں پکانا یہ تمام کرنے والا مسلمان نہیں ہے"۔

☆(2) فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۲ پر ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ کریں۔

"سوال"۔ جو بزرگوں سے مدد مانگتا ہو۔ یا بدعتی مثلاً جواز عرس و سوم وغیرہ ہے اور

یہ جانتا ہے کہ یہ افعال اچھے ہیں تو ایسے شخص سے عقد نکاح جائز ہے یا نہیں کیونکہ نصاریٰ و یہود سے تو جائز ہے تو ان سے کیوں نا جائز ہو؟

الجواب:۔ ”جو شخص ایسے افعال کرتا ہے وہ قطعاً فاسق ہے اور احتمال کفر کا ہے ایسے سے نکاح کرنا دختر مسئلہ کا اس واسطے نا جائز ہے کہ فاسق سے ربط ضبط کرنا حرام ہے“۔

☆(3) فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۹۰ پر ہے:۔ ”جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ بھی کہنا نا جائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بہ سبب علم غیب کے تو خود کفر ہے“۔

☆(4) بہشتی زیور صفحہ ۳۵ پر ہے۔ ”کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی کسی کو نفع نقصان کا مختار سمجھنا کسی سے مرادیں مانگنا یا یوں کہنا کہ خدا اور سول اگر چاہے گا تو شرک ہے“۔

درج بالا فتاویٰ کی تردید اور ندائے غائب اور استمداد و استعانت پر چھ لاجواب دیوبندی حوالہ جات

نزھۃ الخاطر والفاطر لملا علی قاری صفحہ ۶۱ پر فرمان حضرت غوث پاک ہے ”مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کُشِفَتْ عَنْہُ وَمَنْ نَادَانِیْ بِاِسْمِیْ فِیْ شِدَّۃٍ فُرِّجَتْ عَنْہُ وَمَنْ تَوَسَّلَ فِیْ حَاجَۃٍ قُضِیَتْ حَاجَتُہٗ“۔ ترجمہ: جس نے بھی حالتِ کرب و تکلیف میں مجھ سے استغاثہ کیا، مدد مانگی تو میں اسکی تکلف دور

کروں گا اور جس نے شدت و مصائب میں میرے نام کا سہارا لیا پھر بھی اسکی تکلیف اس سے دور کردوں گا اور جس نے کسی حاجت میں میرا وسیلہ ڈالا اس کی حاجت بھی مجھ سے پوری ہوگی۔ (نزہتہ الخاطر والفاطر صفحہ ٦١)

قارئین! ہم اہل سنت و جماعت حضور غوث پاک کا یہ فرمان بیان کریں تو دیوبندی اعتراض کرتے ہیں جبکہ درج ذیل چھ حوالے اور پھر ان کا حکم تقویۃ الایمان سے تمام دیوبندی ذریت کیلئے موت کا پیغام ہے۔

(1) قصائد قاسمی صفحہ ۸ پر ہے ۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا　　نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

(2) قصائد قاسمی صفحہ ۳۶ پر مولوی ضیاء الدین رام پوری حافظ محمد ضامن کو لکھتے ہیں

تیرا سایہ ہو جس پر اس پہ ہو اللہ کا سایہ　　خدا راضی ہو تو راضی ہو شاہا جس مسلماں سے

(3) تذکرۃ الرشید جلد اصفحہ ۲۰۶ پر انہی حکیم ضیاء الدین صاحب نے غرقاب ہونے والے جہاز کیلئے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی اور حافظ محمد ضامن صاحب کو دونوں طرف سے جہاز کو کندھا دیتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ جہاز کنارے لگ گیا۔

(4) تذکرۃ الرشید جلد اصفحہ ۱۱۴ پر ہے۔

ارحم علی یا غیاث فلیس لی　　کھفی سوی جلیسکم من زاد

یا سیدی للہ شیاءً انہ　　انتم لی المجدی وانی جاوی

(5) امداد المشتاق صفحہ ۱۱۶ (مصنفہ اشرف علی تھانوی و مولوی مشتاق احمد) پر
حاجی صاحب مہاجر مکی اپنے پیر حضرت خواجہ نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کو عرض کرتے ہیں۔

اے شہِ نور محمد وقت ہے امداد کا ‏ آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا

(6) نالہ امداد غریب مناجات صفحہ ۸ پر حاجی صاحب مہاجر مکی تحریر کرتے ہیں۔

اے رسول کبریا فریاد ہے ‏ یا محمد مصطفٰے فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل ‏ اے میرے مشکلکشا فریاد ہے
گردن وپا سے میرے زنجیر وطوق ‏ یا نبی کیجئے جدا فریاد ہے
قید غم سے اب چھڑا دیجئے مجھے ‏ یا شہِ ہر دوسرا فریاد ہے
یا نبی احمد واپس لو بلا ‏ اس لئے صبح ومسا فریاد ہے

کیا تقویۃ الایمان سے ان چھ حوالہ جات کا حکم اہل دیوبند کو قبول ہے؟

ان درج بالا سب حوالوں کو پڑھیں اور پھر ذرا ان پر صاحب تقویۃ الایمان کے الفاظ میں فتویٰ لگائیں تقویۃ الایمان صفحہ ۵ پر ہے۔ "چاہے کہ اکثر لوگ پیروں کو پیغمبروں کو اماموں کو اور شہیدوں کو فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں"
۔میں صرف دیوبندی ذریت سے ایک ہی سوال کروں گا کہ پہلے اپنے اکابرین پر تقویۃ الایمان سے یہ حکم چسپاں کرو اور پھر بتاؤ کہ یہ کیوں مشرک نہیں؟

رجال غیب کی مافوق الاسباب مدد کرنے پر حدیث یا عباداللہ اعینونی کی تحقیق:

مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۰، امام بزار کی کشف الاستار عن زوائد البزار جلد ۴ صفحہ ۳۴، مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۲ طبع بیروت، ملا علی قاری کی الحرز الثمین شرح حصن حصین ھامش الدر العالی صفحہ ۳۷۸ اور سب سے بڑھ کر خود غیر مقلدین کے امام علامہ شوکانی نے تحفۃ الذاکرین صفحہ ۱۵۵ اور علامہ وحید الزماں غیر مقلد نے ہدیۃ المھدی صفحہ ۲۷ پر اس حدیث یا عباد اللہ اعینونی کو قاعدہ محدثین کے تحت حدیث حسن تسلیم کیا ہے۔ غیر مقلد علامہ وحید الزماں کو لکھنا پڑا "انبیاء وصلحاء کو مدد کیلئے یا عباد اللہ اعینونی کہہ کر پکارنا شرک نہیں ہے (ہدیۃ المھدی صفحہ ۲۷)

اولیاء کرام سے استعانت کرنا احادیث واقوال علماء سلف سے ثابت ہے۔

☆ حضرت امام ابن ابی شیبہ رحمتہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً فَضْلًا سِوَی الْحَفَظَۃِ یَکْتُبُوْنَ مَاسَقَطَ مِنْ وَّرَقِ الشَّجَرِ فَاِذَا اَصَابَتْ اَحَدُکُمْ عَرْجَۃٌ فِی سَفَرٍ فَلْیُنَادِ اَعِیْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کراماً کاتبین کے علاوہ اللہ کے فرشتے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں جب تم میں سے کسی شخص کو سفر میں مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا دے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ

۱۰/۳۹۰ طبع ادارۃ القرآن کراچی)

☆ حضرت امام بزار نے اسی روایت کو باختلاف الفاظ مرفوعاً نقل کیا ہے۔(کشف الاستار عن زوائد البزار ۴/۳۴)

☆ حضرت امام نور الدین علی ابن ابی بکر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل کرتے ہیں "عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِذَا ضَلَّ اَحَدُكُمْ شَيْئًا وَهُوَ بِاَرْضٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ فَاِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا نَرَاهُمْ وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ رَوَاهُ الطِّبْرَانِيُّ وَرِجَالُهٗ وُثِّقُوْا"

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو گم کر بیٹھے۔ درآں حالیکہ وہ کسی اجنبی جگہ پر ہو تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ "اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو" کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے! یہ امر مجرب (یعنی تجربہ کیا ہوا ہے) اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کے راویوں کی توثیق کی گئی۔(مجمع الزوائد ۱۰/۱۳۲، طبع بیروت)

☆ حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری "یا عباد اللہ" کی شرح میں لکھتے ہیں "اس سے مراد فرشتے یا مسلمان جن یا مردان غیب، ابدال یعنی اولیاء کرام ہیں (الحرز الثمین شرح حصن حصین حاشیہ الدر العالی صفحہ ۳۷۸) حضرت ملا علی قاری استمداد عباد اللہ والی روایت نقل کرنے کے بعد تبصرہ لکھتے ہیں "قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ الثِّقَاتِ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ يَحْتَاجُ اِلَيْهِ الْمُسَافِرُوْنَ وَرُوِيَ

عَنِ الْمَشَائِخِ انه مجرب"۔ بعض ثقہ علماء نے کہا ہے یہ حدیث حسن ہے اور مسافروں کو اس کی ضرورت پڑتی ہے اور مشائخ عظام سے مروی ہے کہ یہ عمل مجرب ہے۔ (الحرز الثمین علی ھامش الدر العالی صفحہ ۳۷۹)

☆ اس کے علاوہ علامہ شوکانی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے بارے لکھتے ہیں "قَالَ فِی مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ"۔ "مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں"۔ (تحفۃ الذاکرین صفحہ ۱۵۵)

منکرین یا رسول اللہ سے ایک سوال کہ جس کا ان کے پاس قیامت تک کوئی جواب نہیں

سوال یہ ہے کہ اگر نعرۂ رسالت بدعت ہے تو بہ ہیئت کذائیہ نعرہ تکبیر بھی بدعت ہے کیونکہ زمانۂ نبوی میں تو کجا بلکہ حضور اکرم ﷺ کی ظاہری حیات کے صدیوں بعد تک اس نعرہ کا کہیں پتہ تک نہیں چلتا۔ کہ کسی مقرر کی تقریر، معزز شخصیت کی آمد، یا دوسرے معاملات کے وقت ایک شخص زور سے "نعرہ تکبیر" پکارے اور دوسرے اس کے جواب میں "اللہ اکبر" کہیں۔

البتہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ اور آپ کی ظاہری حیات کے بعد کے زمانہ میں صرف اتنا فرق ہوتا تھا کہ کسی خوش کن امر یا حیران کن بات یا عظمتِ الٰہی پر دال فعل دیکھ کر یا سن کر حضور اکرم ﷺ یا کوئی صحابی "اللہ اکبر" فرماتے۔ اکثر تو سامعین میں سے کوئی بھی "اللہ اکبر" نہ کہتا۔ ہاں البتہ شاذ و نادر ہی ایک دو صحابی"

اللہ اکبر" کہہ دیتے۔ لیکن وہ بھی زوردار آواز سے نہیں۔ بلکہ عام آواز سے تو نعرہ تکبیر میں درج ذیل بدعات ثابت ہوئیں۔

☆ اسے نعرہ تکبیر سے تعبیر کرنا ☆ جب کوئی نعرہ تکبیر کہے تو دوسروں کا "اللہ اکبر" کہنا ☆ نعرہ تکبیر کہنے والے کا چلا کر کہنا ☆ جواب دینے والوں کا چلا کر کہنا ☆ تقاریر کے درمیانی وقفوں میں یہ نعرہ لگانا ☆ معززین کے استقبال میں یہ نعرہ بلند کرنا۔

جب اتنی بدعات کے باوجود نعرہ تکبیر بدعت نہیں۔ تو نعرہ رسالت یا دوسرے نعروں پر شرک و بدعت کا فتویٰ کیوں؟

ہم کہتے ہیں جس طریقہ سے نعرہ تکبیر زمانہ نبوی میں رائج تھا۔ اسی طرح سے نعرہ رسالت بھی رائج تھا۔ اس کا مخالفین کے پاس کیا جواب ہے؟

(4)

مسئلہ استمداد واستعانت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ ۔

استمداد اور استعانت کا معنی ہے مدد طلب کرنا، میرے حضور غوث الاغیاث اعلیٰ حضرت سیدی و مولائی تاجدار حضرت کیلیانوالہ شریف خلیفہ اعظم اعلیٰ حضرت شیر ربانی شرقپوری، حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس

سلسلہ میں جو ایمان افروز مقالات الانسان فی القرآن میں تحریر فرمائے ہیں میں ان میں سے چند اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں

☆ دو گروہ مختلف ہیں ایک تو وسیلہ اور اسباب من اللہ کا قائل ہے

☆ دوسرے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سبیل، کسی وسیلہ اور اسباب کے قائل نہیں ہیں اور یہ خطا پر ہیں (الانسان فی القرآن صفحہ ۳۴۲)

☆ فرمایا: من دون اللہ سرتاپا شرک ہے اور من دون اللہ سے مقصود اللہ جل شانہ کے سوا (اس کے مقابلے پر) کسی غیر سے استمداد یعنی کسی بت سے استعانت ہے اور یہ شرک اور حرام ہے (صفحہ ۳۴۸)

☆ فرمایا: اے عزیز! خداوند کریم اپنے فضل سے تجھے نیک سمجھ عطا فرمائیں صحت حال اس امر میں اس طرح پر ہے کہ من دون اللہ سرتاپا شرک ہے اور فی سبیل اللہ جائز بلکہ دین ہے (صفحہ ۳۴۸)

☆ سوائے اس رب العالمین اور الہ واحد کے کسی اور کی عبادت کرنا شرک فی العبادت ہے چنانچہ فرمایا ہے، **وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا** ۔ترجمہ: اور نہ شریک کرا اپنے رب کی عبادت میں کسی کو۔ اس کے سوا ہر کسی کی استمداد اور نصرت کا جواز ہے جس کا ثبات تعلیماً اور عملاً قرآن مجید میں موجود ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ **وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ**

الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَّاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا (پ۵،ر۷)۔ ترجمہ: اور تم کو کیا ہوا ہے کہ تم ان بے چارہ مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر اللہ کی راہ میں نہیں لڑتے ہو جو ہر وقت دعائیں کرتے ہیں کہ اے خدا! ہم کو اس شہر سے نکال کہ اس کے رہنے والے بڑے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا ولی وحامی بنا اور اپنی طرف سے ہی کسی کو ہمارا مددگار بنا کر بھیج دے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ وہ مظلوم، بے کس اور بے یارومددگار قادر مطلق سے امدادو نصرت کیلئے کسی حامی ومددگار کو طلب کرتے ہیں چاہیے یہ تھا کہ وہ غیر خدا کی مدد مانگنے کے سبب سے خطاوار ٹھہرائے جائے ان کو وعید کی جاتی، ان کی مدد بھی نہ کی جاتی نہ ہی کسی کو ان کی حمایت ونصرت اور امداد کیلئے حکم صادر کیا جاتا، لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ (الانسان فی القرآن صفحہ ۳۴۷)

میں اپنے حضور اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ حضور پیر کیلانی قدس سرہ کی یہ مبارک عبارت درج کرنے کے بعد سوال کرتا ہوں کہ کیا خدا سے غیر خدا کی مدد مانگنا یہاں سنت مومنین ثابت ہو رہی ہے یا شرک؟ فیصلہ آپ پر ہے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائیں میرے حضور قبلہ عالم نے دوسری دلیل خود قرآن مجید سے ارشاد فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مخالفین کے غلبہ سے مجبور ہو کر نصرت واستمداد واستعانت ومدد طلب کر رہے ہیں کس سے؟ خدا سے نہیں۔ بلکہ خدا کے بندوں سے وہ بھی ان الفاظ میں "مَنْ اَنصَارِیْ اِلَى اللهِ"۔ کوئی ہے

میرا مددگار اللہ کی طرف؟ اور حواری تجواب بھی دے رہے ہیں۔ "نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ"۔ چونکہ "مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ" قول عیسیٰ علیہ السلام ہے لہٰذا میرے حضور قبلہ کا اس سے اخذ کردہ نتیجہ ملاحظہ فرمائیں آپ فرماتے ہیں۔

"ایسا فعل جو شرک کا مقتضی ہو ایک اولعزم مرسل سے صادر ہونا محال ہے بلکہ مرسلین کی نسبت ایسا گمان کرنا بھی سوءاعتقادی اور جرم ہے لہٰذا ماننا ہی پڑے گا کہ یہ سنت اللہ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گی"۔ پھر فرماتے ہیں "یہ استعانت دو وجہ پر منقسم ہے (1) اعلیٰ ہستیوں کو ادنیٰ کی طرف سے، (2) اور ادنیٰ کو اعلیٰ کی طرف سے" (الانسان فی القرآن)

اعلیٰ ہستیوں کو ادنیٰ کی طرف سے مدد و استعانت

اس کی کئی صورتیں ہیں:۔ (1) امت کا انبیاء و مرسلین کی خدمت کرنا اور جان و مال سے جہاد کر کے بظاہر طاقت سے انکی مدد کرنا۔ (2) بظاہر حفاظت کیلئے حواریوں سے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کا فرمانا من انصاری الی اللہ۔ یعنی کوئی ہے جو مدد کرے میری فی سبیل اللہ (یعنی محض اللہ کی رضا کیلئے)؟ اور ان کا حسب توفیق جواب دینا کہ نحن انصار اللہ یعنی ہم مددگار ہیں فی سبیل اللہ۔

(3) خود خداوند کریم ذوالجلال والاکرام فرماتے ہیں۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ وَ یُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ (پ۲۶، ر۵)۔ ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت

قدم رکھے گا۔

اور یہ مُسلّمَہ امر ہے کہ خداوند کریم کسی کی مدد سے بے نیاز ہیں اور خدا کی مدد کسی وجہ سے روا نہیں ہو سکتی اس لیے بندوں کی یہ مدد فی سبیل اللہ یعنی محض اللہ کی رضا کے حصول کیلئے ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو اسلام اور دین میں انبیاء و مرسلین کی مدد کرتا ہے وہ در حقیقت خدا کی مدد کرتا ہے۔

(4) یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اے نبی تمہیں اللہ کافی ہے اور تیری پیروی کرنے والے تمام مومن تمہیں کافی ہیں۔

ادنیٰ کو اعلیٰ کی طرف سے یعنی امت کو انبیاء و مرسلین و اولیاء اللہ کی طرف سے امداد۔ اس کی صورتیں یہ ہیں:۔

(1) انبیاء اپنی امتوں کی امداد پر مامور من اللہ ہوتے ہیں ان کی نصرت و اعانت کے بغیر خدا تک رسائی ممکن ہی نہیں در حقیقت ہر بات پر شرک شرک کہنے والوں کیلئے یہ نکتہ انتہائی قابل غور ہے کہ اگر نبی کی مدد کے بغیر توحید تک رسائی ممکن ہوتی تو صرف ھو اللہ احد کافی تھا لیکن توحید وہی مقبول ہے جو قل ھو اللہ احد ہو اسی طرح چاہیے تھا کہ ہر نبی صرف لا الہ الا اللہ تک کلمہ پڑھاتا اور کلمے کا دوسرا جز نبوت و رسالت کا اقرار لازمی نہ ہوتا لیکن اگر کوئی قیامت تک لا الہ الا اللہ کا ورد کرتا رہے وہ اس وقت تک کافر ہی رہے گا جب تک محمد رسول اللہ کا اقرار نہیں کرے گا امت کو ظاہری اور باطنی طور پر نفع پہنچانا رسالت کا بنیادی منصب ہے۔

ہر مسلک و مذہب کے نزدیک عالم اسلام کے عظیم ترین مفسر قرآن حضرت امام علامہ صاوی رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔

فَمَنْ زَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ کَاٰحَادِ النَّاسِ لَا یَمْلِکُ شَیْئًا اَصْلًا وَلَا یَنْفَعُ بِہٖ لَا ظَاهِرًا وَّلَا بَاطِنًا فَھُوَ کَافِرٌ خَاسِرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔ترجمہ: جو شخص یہ خیال کرے کہ نبی پاک ﷺ عام انسانوں کی طرح ہیں بالکل ہی کسی چیز کے مالک نہیں اور نہ ہی ان سے ظاہری اور نہ ہی باطنی طور پر نفع پہنچتا ہے تو وہ شخص کافر ہے اور دنیا و آخرت میں رسوا ہے (تفسیر صاوی جلد اول صفحہ ۱۶۷)

بلکہ یہاں قرآن فرماتا ہے کہ آپ کو بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ماننا کفار کا طریقہ تھا فرمایا "وَاَسَرُّوا النَّجْوَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ھَلْ ھٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (القرآن) فرمایا" ظالم چھپ چھپ کر کہتے ہیں کہ یہ نبی تمہاری مثل بشر ہی تو ہے" نہ خدا سے کچھ پوشیدہ نہ محبوب پاک سے کیونکہ بذریعہ وحی کفار کے اس فعل کی آپ کو خبر دے دی گئی کافروں کو کن سے چھپنے کی ضرورت پڑی ماننا پڑے گا کہ وہ صحابہ پاک سے چھپ چھپ کر نبی پاک کو بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کہتے الحمد للہ صحابہ کی غیرت دینی اور عشق مصطفیٰ کے اہل سنت امین ہیں وہ بھی آج کسی کو اپنے نبی کو بشر مثلکم نہیں کہنے دیتے اور یہی ایمان کی نشانی ہے۔ کیونکہ نبی پاک ہی ہمارے عقیدہ و عقیدت اور دین کا مرکز و محور ہیں۔

(2) حضور ﷺ باذن الٰہی ہر امتی کو ہدایت عطا فرماتے ہیں اور ہادی برحق ہیں اور اس سے بڑی مدد امتی کی اور کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ فرماتا ہے۔ وَاِنَّکَ

لَتَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (القرآن)۔ ترجمہ: ''اور اے محبوب تم ہدایت عطا کرتے ہو صراط مستقیم'' کی طرف اللہ رب العالمین ہے اللہ کسی کو گمراہ کرنا چاہے اور نبی ہدایت کردے یہ ناممکن ہے لیکن جس جس کیلئے ارادہ الٰہی میں ہدایت ہے ان سب کیلئے وسیلہ ہدایت حضور ﷺ ہیں اور آپ ہی کے ذریعے انہیں ہدایت ملتی ہے ان سب کیلئے حضور کو حکم ہے اِنَّکَ لَتَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ (القرآن)

(3) ہر امتی کو تعلیم احکام الٰہی اور فیض روحانیت کی رو سے حضور سید عالم ﷺ کی امداد کا عقیدہ رکھنا فرض ہے حضور سید عالم ﷺ اپنے فیض خاص سے ہر امتی کا تزکیہ فرمانے پر مامور من اللہ ہیں آپ کے چار فرائض نبوت خود قرآن مجید نے گنوائے ہیں۔ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ ۔ ترجمہ: آپ ﷺ ان پر قرآن مجید کی آیات تلاوت فرماتے ہیں امت کا تزکیہ فرماتے ہیں اور قرآن مجید کی تعلیم عطا فرماتے ہیں اور حکمت کی تعلیم امت کو عطا فرماتے ہیں۔

قارئین! مانا کہ تلاوتِ آیات و تعلیمِ کتاب ماتحت الاسباب ظاہری مدد ہے لیکن تزکیہ و حکمت کی تعلیم تو خالصتاً مافوق الاسباب باطنی مدد ہے لہٰذا آپ کی ظاہری اور باطنی مدد کا عقیدہ رکھنا فرض ہے

(4) حضور سید عالم نور مجسم ﷺ تمام عالمین کیلئے نافع ہیں کیونکہ آپ رحمتہ للعالمین ہیں۔ ذرا اپنے ایمان سے کہیں کہ صرف نزول قرآن اور ظاہر زمانہ پاک

میں حضور ﷺ رحمتہ للعالمین تھے یا قیامت تک ہیں؟ اور بعد قیامت بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رحمتہ للعالمین ہیں؟ یقیناً ہیں کیونکہ قرآن بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے اور آپ رحمتہ للعالمین بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہیں لہٰذا آپ کو رحمتہ للعالمین مان کر بھی نافع نہ ماننا قرآن مجید کا صاف انکار ہے کائنات کا ذرہ ذرہ سرکار کے علم میں ہے کہ کسے؟ کس وقت؟ کس انداز میں؟ اور کتنی؟ رحمت کی ضرورت ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وہابیہ دیوبندیہ اور اہل سنت و جماعت کے درمیان ایک متفق علیہ شخصیت ہیں جو علم حدیث میں استاد اور سند ہونے کی حیثیت سے بالخصوص بزعم خود وہابیہ و دیوبندیہ کیلئے ایک حجت کی حیثیت رکھتے ہیں ہم تفسیر عزیزی جلد اول صفحہ ۵۸۶ سے انکی عبارت درج کرتے ہیں آپ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا کے تحت ارشاد فرماتے ہیں ''یعنی باشد رسول شما برشما ۔۔۔ واجب العمل ست''۔ ترجمہ: ''یعنی تمہارے رسول تم پر گواہ ہیں اس لئے کہ آپ نور نبوت کے ساتھ اپنے دین کے ہر دیندار کے رتبہ پر مطلع ہیں کہ میرے دین میں کون کس درجہ پر پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اور جس حجاب سے وہ ترقی سے محجوب ہو گیا ہے وہ کون سا ہے؟ پس آپ پہچانتے ہیں تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان کے درجوں کو اور تمہارے اچھے اور برے اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو اسی لئے آپ کی شہادت دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے''۔

(تفسیر عزیزی جلد اول صفحہ ۵۸۶)

(5) استعانت واستمداد کا مدار حقیقت میں قوت تصرف پر ہے

ہمارے نزدیک پوری کائنات پر اللہ کریم نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو بالخصوص اور آپ کی طفیل آپ کے محبوبوں کو بالعموم تصرف کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ تصرف کی طاقت علیٰ کل شی قدیر ذات کی عطا کردہ ہو تو دراصل اس تصرف کا انکار ذاتِ باری تعالیٰ وتقدس جل جلالہ کا انکار ہوگا اسی لیے حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ کا مردود ہر لحاظ سے ناقابل معافی ہے صرف مردود بارگاہِ رسول کیلئے حکم ہوا کہ محبوب اس کیلئے بخشش مانگیں یا نہ مانگیں برابر ہے۔ ایک جگہ فرمایا سبعین مرۃ یعنی ستر بار بھی بخشش مانگیں آپ کی بارگاہ کے گستاخ کیلئے معافی نہیں۔ بلند بارگاہ کے آداب بھی بلند ترین ہیں یہ وہ بارگاہ اقدس ہے جہاں ناممکن کو بھی ممکن کر دینے کے تصرفات اللہ کریم نے محبوب کو عطا فرمادیئے اور یہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہیں۔

نباتات اور انسانوں پر نبی پاک کا تصرف

درختوں پر نبی ﷺ کے تصرف کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: میں کس طرح پہچانوں کہ آپ نبی ہیں! آپ نے فرمایا: اگر میں کھجور کے اس خوشہ کو درخت سے بلاؤں تو تم گواہی دو گے کہ میں اللہ کا رسول ہوں (ﷺ)۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلایا تو کھجوروں کا وہ خوشہ درخت سے اترا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے آکر گر گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوٹ جاؤ تو وہ

لوٹ گیا پھر وہ اعرابی مسلمان ہو گیا۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۴۸، مسند احمد جلد ۱، رقم الحدیث: ۱۹۵۴، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۲۳، المعجم الکبیر ج ۱۲، رقم الحدیث: ۱۲۶۲۲، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد ۶ صفحہ ۱۵، سنن دارمی رقم الحدیث: ۲۴، جامع الاصول جلد ۱۱، رقم الحدیث: ۸۸۹۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد کی چھت کھجور کے شہتیروں پر بنائی گئی تھی اور نبی پاک، صاحب لولاک ﷺ ان میں سے ایک شہتیر سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔ جب آپ کا منبر بنایا گیا اور آپ اس پر بیٹھ گئے تو ہم نے اس شہتیر کے رونے کی آواز سنی اس طرح جیسے اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتیٰ کہ حضور نبی کریم رءوف ورحیم ﷺ اس کے پاس آئے آپ نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ پرسکون ہو گیا۔
(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۵۸۵، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۶۴۷، سنن النسائی رقم الحدیث: ۱۳۹۵، جامع الاصول، جلد ۱۱، رقم الحدیث: ۸۸۹۷، مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۰۰) اور انسانوں پر تصرف کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ تبوک کے لیے جا رہے تھے تو اثناء سفر میں ہم نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان سے آتے ہوئے دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کن اباخیثمہ" ابو خیثمہ ہو جا تو وہ ابو خیثمہ ہو گیا۔ (صحیح مسلم بحوالہ تبیان القرآن)

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے فرمایا: کہ کن یہاں تحقق اور وجود کے لیے ہے یعنی اے شخص تجھے چاہیے کہ تو حقیقتاً ابوخیثمہ ہو جا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض نے جو کہا ہے وہ صحیح ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی جلد ۱۱ صفحہ ۶۹۱۰، مطبوعہ مکتبہ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابوالعباس قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ نے بھی یہی لکھا ہے۔

(المفہم جلد ۷ صفحہ ۹۶، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۷ھ نے بھی قاضی عیاض کے حوالے سے یہی تقریر کی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم جلد ۹ صفحہ ۱۸۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ)

☆ رجال غیب اور اولیاء اللہ کی غیبی وروحانی مدد برحق ہے

☆ حضرت شیخ المحقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی مشکوٰۃ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ امام شافعی گفتہ است قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب ست مراجابت دعاراو حجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ ہر کہ استمد اد کردہ شود بوئے درحیات استمد اد کردہ میشود بوئے بعد از وفات و یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدھم چہار کس راازمشائخ کہ تصرف میکند درقبور خود مانند تصرفہائے ایشاں درحیات خود یا بیشتر و شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی ودوکس دیگر راازاولیاء شمردہ ومقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ یافتہ است" حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک دعا کی قبولیت کیلئے مجرب تریاق کا درجہ رکھتی ہے حجۃ الاسلام

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر وہ شخص جس سے زندگی میں مدد مانگ
جائز ہے اس سے وفات کے بعد بھی مدد مانگنا جائز ہے۔ مشائخ عظام میں سے
ایک فرماتے ہیں میں نے چار حضرات کو دیکھا کہ وہ اپنی قبروں میں اس طرح
تصرف فرمارہے ہیں جیسے ظاہری حیات میں فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی
زیادہ ایک حضرت معروف کرخی دوسرے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہما اللہ او
دو دوسرے حضرات کا ذکر کیا اور ان کا مقصود تدبیر و تصرف کا ان چار حضرات میں
حصر اور محدود کرنا نہیں ہے بلکہ جو کچھ خود مشاہدہ کیا اور اپنے طور پر دریافت کیا و
بیان کر دیا۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ۱/۷۱۶ طبع لکھنو) حضرت شیخ عبدالحق
محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی تحریر سے جواب مسئلہ مزید روشن ہو گیا کہ بعد از وصال
اولیاء کرام سے استعانت کرنا جائز ہے کیونکہ ولی اللہ کی قوت تصرف وفات کے
بعد بڑھ جاتی ہے۔

☆ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں "حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی
علیہ الرحمۃ اپنی قبر میں زندہ اولیاء کی طرح تصرف فرمارہے ہیں (ہمعات صفحہ ۶۱
الغرض معلوم ہو گیا کہ تبع تابعین کے دور سے حضرت شاہ والی اللہ علیہ الرحمۃ کے
دور تک اولیاء کرام سے استعانت و استمداد کو نہ صرف جائز سمجھا جاتا رہا بلکہ عملی طو
پر ان سے فیوض و برکات حاصل کیے جاتے رہے۔

خود منکرین کے اکابر کا اعتراف:۔ منکرین استمداد اولیاء کے سرخیل مولو
اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں "اور جاننا چاہیے کہ بعض اولیاء اللہ سے بعد انتقال کے

بھی تصرفات اور خوارق سرزد ہوتے ہیں اور یہ امر معنی حد تواتر تک پہنچ گیا ہے (الکشف صفحہ ۴۵) مولوی محمود الحسن دیوبندی اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہِ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت در حقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ (حاشیہ القرآن صفحہ ۴ تاج کمپنی کراچی)

بحمدہٖ تعالیٰ ہم اہلسنّت اللہ تعالیٰ کو حقیقی مددگار سمجھتے ہیں اور اولیاء کرام کو اس کی عطاء و اذن سے مددگار سمجھتے ہیں۔ علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں '' البتہ جو ندا نص میں وارد ہے مثلاً ''یا عباد اللہ اعینونی'' وہ باتفاق جائز ہے۔ یہاں سے معلوم ہو گیا حکم وظیفہ یَا شَیْخ عَبْدَالْقَادِرْ شَیْئًا لِلّٰہِ کا لیکن اگر شیخ کو متصرف حقیقی سمجھے تو منجر الی الشرک ہے ہاں اگر وسیلہ ذریعہ جانے یا ان الفاظ کو بابرکت سمجھ کر خالی الذھن ہو کر پڑھے کچھ حرج نہیں'' (کلیات امدادیہ رسالہ فیصلہ ہفت مسلہ صفحہ ۸۴، طبع دار الاشاعت کراچی) حاجی صاحب مرحوم کی تحریر سے واضح ہو گیا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کو متصرف حقیقی جان کر نداو استعانت کی جائے تو شرک ہے ورنہ نہیں الحمد للہ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اللہ تعالیٰ کی عطاء و اذن سے مدد فرماتے ہیں۔

ندائے غیب و استمداد پر مزید چھ لاجواب دیوبندی حوالہ جات

(1) قصائد قاسمی صفحہ ۸ پر ہے۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

(2) قصائد قاسمی صفحہ ۳۶ پر مولوی ضیاء الدین رام پوری حافظ محمد ضامن کو لکھتے ہیں ۔

تیرا سایہ ہو جس پر اس پہ ہو اللہ کا سایہ خدا راضی ہو تو راضی ہو شاہا جس مسلماں سے

(3) تذکرۃ الرشید جلد ا صفحہ ۲۰۶ پر انہی حکیم ضیاء الدین صاحب نے غرقاب ہونے والے جہاز کیلئے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی اور حافظ محمد ضامن صاحب کو دونوں طرف سے جہاز کو کندھا دیتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ جہاز کنارے لگ گیا۔

(4) تذکرۃ الرشید جلد ا صفحہ ۱۱۴ پر ہے۔

ارحم علی ایا غیاث فلیس لی کھفی سوی جلیسکم من زاد

یا سیدی للہ شیاءً انہ انتم لی المجدی وانی جاوی

(5) امداد المشتاق صفحہ ۱۱۶ (مصنفہ اشرف علی تھانوی و مولوی مشتاق احمد) پر حاجی صاحب مہاجر مکی اپنے پیر حضرت خواجہ نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کو عرض کرتے ہیں۔

اے شہِ نور محمد وقت ہے امداد کا آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا

(6) نالہ امداد غریب مناجات صفحہ ۸ پر حاجی صاحب مہاجر مکی تحریر کرتے ہیں۔

اے رسول کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفےٰ فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے میرے مشکلکشا فریاد ہے

گردن و پا سے میرے زنجیر و طوق یا نبی کیجئے جدا فریاد ہے

قید غم سے اب چھڑا دیجئے مجھے یا شہِ ہر دوسرا فریاد ہے

یا نبی احمد واپس لو بلا اس لئے صبح و مسا فریاد ہے

خود رسول اللہ ﷺ کا استعانت فرمانا:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نَسْتَعِيْنُ بِمُشْرِكٍ۔ (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ)۔ ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہم کسی مشرک سے مدد نہیں مانگیں گے۔ (مشکوٰۃ)۔ مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں سے مدد طلب کریں گے، اگر مسلمان سے استعانت ناجائز ہوتی تو مشرک کی کیوں تخصیص کی جاتی، پس جب نبی کا دوسرے لوگوں سے استعانت کرنا روا ہے تو اس سے صراحتاً ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے دوسرے لوگوں کا مدد مانگنا بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔

ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے استغاثہ کیا:۔

ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کے دشمن کے واسطے مدد مانگی چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۂ قصص کے دوسرے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے: "وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ"۔ ترجمہ: "اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) شہر کے

اندر آئے ایسے وقت کہ وہاں کے لوگ بے خبر تھے، تو پایا وہاں دو آدمیوں کو کہ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ یہ ایک تو ان کی قوم میں سے تھا اور وہ دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تھا"۔ "فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ"۔ ترجمہ: "پس حضرت موسیٰ سے مدد مانگی اس نے جوان کی قوم میں سے تھا اس دوسرے شخص پر جو دشمنوں میں سے تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دشمن کو مکہ مارا اور اس کا کام تمام کر دیا"۔ دیکھئے ایک امتی کا نبی سے مدد مانگنا لفظ "استغاثہ" کے ساتھ اس آیت میں صراحتاً پایا جاتا ہے۔ اگر اس قسم کی استعانت منع ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس مقام پر اس کی تردید فرما دیتا کہ انبیاء اللہ سے مدد مانگنا ناجائز اور کفر ہے جس طرح عبادت غیر کو جا بجا منع فرمایا ہے اور اسکی تردید فرمائی ہے۔

مسلمانو! خوب یاد رکھو کہ حقیقت میں تو مدد دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس شخص کو بظاہر بطور سبب مجاز حضرت موسیٰ علیہ السلام مدد دینے والے ہیں کیونکہ عالم اسباب کا یہ ایک نہایت ضروری سبب ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول استمداد کی تائید میں:

ایک دفعہ خلیفہ منصور عباسی نے حج کیا اور روضۂ مقدسہ کی زیارت کی تو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے سے دریافت کیا کہ اے ابو عبداللہ! میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف؟ امام

مالک نے فرمایا: تم اس رحمۃ للعالمین کی طرف سے کیوں منہ پھیرتے ہو، آپ ﷺ تو تمہارے اور تمہارے دادا آدم علیہ السلام تک وسیلہ ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کی طرف ہی منہ کر کے آپ ﷺ کو شفیع بناؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے: "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا "۔ ترجمہ: اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں، آپ کے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور ان کیلئے رسول بھی استغفار کرے تو البتہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنیوالا رحیم پائیں گے" (سورہ نساء) پس جب رسول اللہ ﷺ دنیا میں تھے تو زیارت کرنے والے کو آپ ﷺ کی طرف منہ کرنا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا پڑتی تھی، پس روضۂ مقدسہ میں حاضر ہونے کے وقت یعنی آپ ﷺ کی زیارت کا یہی احترام ہے (زرقانی، شفا قاضی عیاض، مواہب لدنیہ)

دیکھئے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے محدث کبیر امام کل پیشوائے اہل مدینہ کے الفاظ سے صاف توسل واستمداد کی تائید ہوتی ہے، حضور ﷺ کی قبر مبارک کی طرف رخ کرنا، حضور کو وسیلہ سمجھنا اور حضور کو شفیع بنانا صاف استمداد کی تعلیم ہے۔

(بحوالہ الاستمداد والتوسل صفحہ ۳۶)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا جائز اور ناجائز استعانت میں فیصلہ

السوال: "استعانت واستمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ ایم"

اس عبارت میں استعانت و استمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں ۔ غیر اللہ سے استعانت و استمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں؟ خالی الذہن ہونے کی تاویل کی توجیہہ بالکل جی کو نہیں لگتی ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے"۔

الجواب:۔ "جو استعانت و استمداد بالمخلوق باعتقادِ علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے اور جو باعتقادِ علم وقدرت غیر مستقل ہو، اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت نہ ہو معصیت ہے اور جو باعتقادِ علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت ہو جائز ہے، خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت اور جو استمداد بلا اعتقادِ علم وقدرت ہو، نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریقِ استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے، جیسے: اِسْتِمْدَادُ بِالنَّارِ وَالْمَاءِ وَالْوَاقِعَاتِ التَّارِیْخِیَّۃِ ، ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہیں۔ پس استمداد ارواحِ مشائخ سے صاحبِ کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے اور غیر صاحبِ کشف کے لئے محض ان حضرات کے تذکرہ وتصور سے قسم رابع کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید ہے اور غیر صاحبِ کشف کے لئے (جو مفید نہ ہو) قسم خامس ہے۔

(فتاویٰ اشرفیہ جلد دوئم وضیاء القلوب بحوالہ الاستمداد والتوسل صفحہ ۲۹)

کیا انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے اعانت کے لئے پیدا کیا ہے یا نہیں؟

حضرت امام جلال الدین سیوطی کی ایمان افروز تحریر:۔

اولیاء اللہ امت نبویہ کے حقانی حکیم ہیں، جس طور سے وہ عرض و معروض کو پہچانتے ہیں کوئی دوسرا نہیں پہچان سکتا اور ان امراض کی مدافعت میں جو مدد وہ دے سکتے ہیں کوئی دوسرا نہیں دے سکتا، چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی ماموریت خاص اعانت کیلئے ہوئی ہے اور ان سے استعانت ایسے وقت میں مشروع ہے جس وقت کوئی سہارا بادی النظر میں نہ ہو، چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رسالۃ "اَلْخَبَرُ الدَّالُّ عَلٰی وُجُوْدِ الْقُطُبِ وَالْاَوْتَادِ وَالنُّجَبَاءِ وَالْاَبْدَالِ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"کہ اولیاء اللہ کی تخلیق خاص اعانت کے واسطے ہے:

يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ۔ یعنی ان کے ذریعہ سے مینہ برستا ہے۔

تُنْصَرُ بِهِمْ عَلَى الْاَعْدَاءِ۔ یعنی ان کی مدد سے اعداء پر فتح کامل حاصل ہوتی ہے ان کی وجہ سے عذاب ٹلا رہتا ہے، ان کی برکت سے بلا دور ہوتی ہے۔

جب اولیاء اللہ اس کام کے لئے مامور ہوئے تو پھر ان سے استمداد کرنا ناجائز کیوں ہوگا۔

(بحوالہ الاستمداد والتوسل از حضرت مولانا محمد صالح نقشبندی صفحہ ۸۹)

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اپنے مستمدین و معتقدین کو مدد پہنچانا:۔

حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است، مغلاں در صحرایا در وقت خواب اسباب و اسپان خود بحمایت حضرت خواجہ مے سپارند و تائیدات از غیب ہمراہ ایشاں می شود۔ دریں باب حکایات بسیارست (حاشیہ مکتوب ۵۸ دفتر دوم)۔

ترجمہ: حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے معتقدوں کے حال پر مصروف رہتے ہیں، مغل لوگ جنگلوں میں یا سوتے وقت اپنے اسباب اور گھوڑوں کو حضرت خواجہ کی حمایت کے سپرد کر دیتے ہیں اور غیب سے تائیدات ان کے شامل حال ہو جاتی ہیں، اس بارہ میں بکثرت حکایات منقول ہیں"۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ دربارہ استمداد:۔

ابن تیمیہ جیسے شخص کے استمداد کے منع و انکار کی کیا وقعت ہے جبکہ ایک طرف مولانا شاہ عبدالعزیز جیسے خاتم المحدثین اور رئیس الفقہاء اس کے موید ہوں اور دوسری طرف امام ربانی جیسے مجدد اعظم اور عارفِ اکبر اس پر صاد صحیح ثبت فرمائیں حضرت المجدد کے کلمات طیبات یہ ہیں:

ہم چنیں ارباب حاجات از اعزہ باحیاء و اموات در مخاوف ومہالک مددھا طلب مے نمایند و مے بینند کہ صور آں اعزہ حاضر شدہ و دفع بلیہ ازیں ھا نمودہ است گا ہست کہ آں اعزہ را از دفع آں بلیہ اطلاع بود و گاہ نبود۔

(مکتوبات مطبوعہ امرتسر دفتر دوم، مکتوب ۵۸ صفحہ ۲۵)

ترجمہ:۔ اسی طرح اہل حاجات خدا کے پیاروں سے جو زندہ ہوں یا فوت شدہ

ہوں خوف وہلاکت کے مقامات میں مددیں طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان خدا کے پیاروں کی صورتوں نے حاضر ہو کر ان سے بلا کو دفع کیا ہے اور کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان خدا کے پیاروں کو اس بلا کے دفع کیے جانے کی اطلاع ہوئی اور کبھی نہیں ہوئی ہے"

اس ارشاد سے جواز استمداد کے علاوہ تین سبق اور ملتے ہیں:

(1) اہل حاجات جو خدا کے پیاروں سے مدد طلب کرتے ہیں یہ گویا خدا ہی سے طلب امداد ہے کیونکہ وہ ان کو مستقل سمجھ کر استمداد نہیں کرتے جو موہم شرک ہوتی، بلکہ ان کو صرف واسطہ اور ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

(2) ان کے اعتقاد کے پاک و بے لوث ہونے کا ثبوت یہ کہ ان کو منجانب اللہ امداد مل جاتی ہے، ورنہ اگر ان کا عقیدہ موہم شرک ہوتا تو الٹا ان پر غضب نازل ہوتا اور ان پر اس بلا کی گرفت اور سخت ہو جاتی۔

(3) اس امداد کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ بعض اوقات ان محبوبانِ خدا کو جن سے استمداد کی جاتی ہے اس امداد اور کار برآئی کی خبر ہی نہیں ہوتی، کیونکہ بامرِ حق دیگر ارواحِ طیبہ یا ملائکہ یا ان محبوبانِ خدا کی صورِ مثالیہ حاضر ہو کر امداد کر دیتی ہیں۔

شہیدوں کی اعانت اپنے متعلقین کو:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرِ مظہری میں زیرِ آیت " وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ

يَقۡتُلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ'' تحریر فرماتے ہیں: وَقَدْ تَوَاتَرَ عَنْ كَثِيرٍ مِنَ الاَكَابِرِ اِنَّهُمْ يَنْصُرُوْنَ اَوْلِيَائَهُمْ وَيُدَمِّرُوْنَ اَعْدَآئَهُمْ۔ ترجمہ: اور بڑے بڑے فضلاء سے مواتر منقول ہے کہ اولیاء اللہ وفات کے بعد اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں۔

قاضی صاحب تذکرۃ الموتی والقبور میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

اولیاء اللہ دوستاں ومعتقداں رادر دنیا وآخرت مددگاری مے فرمایند ودشمناں را ہلاک مے نمایند۔ ترجمہ: اولیاء اللہ دنیا وآخرت میں دوستوں اور معتقدوں کی مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

استمداد کے بارے ابن تیمیہ کے نظریہ کا بطلان

الاستمداد والتوسل صفحہ ۱۳۹ مطبوعہ ادارہ مظہر علم لاہور پر حضرت مولانا محمد صالح نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۱۹۵۹ء ابن تیمیہ کا نظریہ لکھنے کے بعد کیا خوب بطلان کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ ''استمداد باولیاء کے مانعین کے سرکردہ علامہ ابن تیمیہ کو سمجھنا چاہیے وہ اپنے ''رسالہ زیارت قبور'' میں رقمطراز ہیں:

وَاِنْ قَالَ اَنَا اَسْاَلُهٗ لِكَوْنِهٖ اَقْرَبَ اِلَى اللّٰهِ مِنِّيْ يَشْفَعُ لِيْ فِيْ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ لِاَنِّيْ اَتَوَسَّلُ اِلَى اللّٰهِ بِهٖ كَمَا يُتَوَسَّلُ اِلَى السُّلْطَانِ بِخَوَاصِّهٖ وَاَعْوَانِهٖ فَهٰذَا مِنْ اَفْعَالِ الْمُشْرِكِيْنَ وَالنَّصَارٰى فَاِنَّهُمْ يَزْعَمُوْنَ اَنَّهُمْ يَتَّخِذُوْنَ اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ شُفَعَاءَ يَسْتَشْفِعُوْنَ بِهِمْ فِيْ مَطَالِبِهِمْ وَكَذَالِكَ

اَخبَرَ اللّٰہُ عَنِ المُشرِکِینَ (مَانَعبُدُھُم اِلَّا لِیُقَرِّبُونَا اِلَی اللّٰہِ زُلفیٰ) ۔

ترجمہ: اگروہ (طالب امداد) اپنے فعل کی تائید میں یہ دلیل پیش کرے کہ صاحب قبر قربِ الٰہی میں مجھ سے بڑھا ہوا ہے وہ میری سفارش کرتے ہیں جیسے کہ بادشاہ کے پاس اس کے خواص اور درباری دیگر لوگوں کیلئے وسیلہ ہوتے ہیں پس یہ افعال مشرکین و نصاریٰ کی طرح ہیں کیونکہ وہ اپنے احبار اور رہبان کے بارے گمان رکھتے تھے کہ ان کے مطالب حل کرانے کیلئے اللہ کے ہاں یہ ان کے سفارشی ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس قول کو قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے:

وَمَانَعبُدُھُم اِلَّا لِیُقَرِّبُونَا اِلَی اللّٰہِ زُلفیٰ ۔ ''کہ ہم ان بتوں کو نہیں پوجتے مگر اس لئے کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنادیں'' (زیارت قبور، ابن تیمیہ)

قارئین! علامہ صاحب کا دعویٰ کس قدر بلند آہنگ ہے، مگر جس دلیل پر دعویٰ کا مدار ہے وہ کس قدر غیر چسپاں ہے اور اس کو کہتے ہیں: کَلِمَۃُ الحَقِّ اُرِیدَ بِہٖ البَاطِلُ

۔ترجمہ: ۔حق بات کے باطل معنی لئے گئے ہیں۔

یعنی دعویٰ یہ ہے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے استمداد کرنے والے مشرکوں کی مانند ہیں (معاذ اللہ من ذالک) اور دلیل یہ ہے کہ جس طرح یہ لوگ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام میں ذریعہ قرب پانے کے امیدوار ہیں اسی طرح مشرک لوگ بتوں کے ذریعہ قرب حق کے امیدوار ہوتے ہیں، جس کے معنی یہ ہوگئے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے استمداد کرنا یا شفاعت چاہنا بتوں سے استمداد کرنے کے برابر ہے اور اس سے یہ لازم آیا کہ معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی

مثال بتوں پر صادق آتی ہے، اس صورت میں ناظرین انصاف فرمائیں کہ استمداد با اولیاء کرنے والے زیادہ گنہگار ہوئے یا ان اولیاء کرام اور انبیاء علیہم السلام کو بتوں کے ساتھ مثال دینے والا؟ ؎ لو آپ اپنے جال میں صیاد آ گیا

افسوس کہ منکرین استمداد نے جوش استدلال میں انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے ادب کا خیال نہ رکھا، اب ذرا اس استدلال کے دغل و خدع کا راز سنئے۔

اس استدلال آیت مذکورہ سے علامہ ابن تیمیہ نے دلیل کو دعویٰ پر چسپاں کرنے کیلئے اولیاء سے مراد احبار و رہبان لئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس لفظ سے مراد اصنام و اوثان ہیں، چنانچہ تفسیر خازن میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

اَوْلِیَاءَ یَعْنِی الْاَصْنَامَ اسی طرح تفسیر مدارک میں ہے۔ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَاءَ اَیْ اٰلِھَۃً وَھُوَ مُبْتَدَأٌ مَحْذُوْفُ الْخَبَرِ تَقْدِیْرُہٗ وَالَّذِیْنَ عَبَدُوا الْاَصْنَامَ۔ قارئین! پس یہی خارجیت ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بخاری شریف میں خدا کی بدترین مخلوق فرمایا۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد کا قاضی شوکانی سے امداد مانگنا

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی غیر مقلد اپنے مشہور دیوان نفخ الطیب میں قاضی شوکانی سے بایں الفاظ طالب امداد ہوتے ہیں: ؎

زمرہ رائے در افتاد بہ ارباب سنن   شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے

ترجمہ: اہل رائے کی جماعت اہل حدیث جماعت سے الجھ رہی ہے، اے شیخ سنت

! کچھ مدد کیجئے اے شوکاں کے قاضی ! کچھ مدد کیجئے۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھوپالی کا رسول اللہ ﷺ سے امداد مانگنا:

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھوپالی قصیدہ عنبریہ میں رسول اللہ ﷺ سے

بایں الفاظ استغاثہ کرتے ہیں:

مَالِی وَرَائِکَ مُسْتَغَاثٌ فَارْحَمِنْ یَارَحْمَةً لِلْعَالِمِیْنَ بُکَالِی

ترجمہ: یارحمۃ للعالمین! میرے لئے آپ کے سوا کوئی فریادرس نہیں ہے، پس آپ

ﷺ میرے رونے پر ضرور رحم فرمائیے۔

مولوی محمد عثمان غیر مقلد کا رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگنا

مولوی محمد عثمان غیر مقلد اپنی کتاب ''نظارۂ گلبن عثمان'' میں رسول اللہ ﷺ سے

مدد کا یوں خواستگار ہوتا ہے:

اے شافعِ محشر ہے یہی وقت مدد کا   جز آپ کے سب ہیبت حق کھائے ہوئے ہیں

سب نبی تم سے مدد خواہ ہیں ہم کیسے نہ ہوں   شافع حشر ہو تم عیش کے ساماں تم ہو

غیر مقلدین جو استمداد و استعانت کے دشمن ہیں ان کا خود اہل اللہ سے استعانت

کرنا دنیا کے عجائبات سے ہے اور درحقیقت یہ اس مسئلہ استمداد کی حقانیت کیلئے

قدرتی وغیبی تائید ہے۔

(5)

مسئلہ وسیلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم . اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ . وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم اَمَّا بَعۡدُ ۔

حضرت آدم علیہ السلام کا سیدنا ومولانا حضور پرنور حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا اور اس حدیث کی 23 کتب حدیث وتفسیر و تاریخ سے تخریج وتحقیق ۔ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطا سرزد ہوگئی تو انہوں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا اور کہا: میں تجھ سے حضرت (سیدنا) محمد ﷺ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی محمد کیا ہے! اور محمد کون ہیں؟ تب انہوں نے کہا تیرا نام برکت والا ہے، تو نے جب مجھے پیدا کیا تھا، تو میں نے عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ تو میں نے جان لیا کہ اس سے زیادہ مرتبہ والا کون شخص ہوگا جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے

ان کی طرف وحی کی اے آدم وہ تمہاری اولاد میں آخر النبیین ہیں اور ان کی امت تمہاری اولاد میں سے آخری امت ہے اور اے آدم! اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو (بھی) پیدا نہ کرتا"

(1) المعجم الصغیر جلد ۲ صفحہ ۸۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ (2) المعجم الصغیر جلد ۲، رقم الحدیث: ۹۹۲، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، (3) المعجم الاوسط جلد ۷، رقم الحدیث: ۶۴۹۸، مطبوعہ مکتبہ المعارف، ریاض، (4) الشریعہ للاجری صفحہ ۳۷۳، ۳۷۰، ریاض، (5) المستدرک جلد ۲ صفحہ ۶۱۵، مطبوعہ دار الباز مکہ المکرمہ، (6) دلائل النبوۃ، للبیہقی، جلد ۵ صفحہ ۴۸۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، (7) وفاء الوفاء لابن الجوزی صفحہ ۳۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور، (8) مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۵۳، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، (9) مجمع البحرین جلد ۶ صفحہ ۱۵۱، مطبوعہ مکتبہ الرشد، ریاض، (10) الخصائص الکبریٰ جلد ا صفحہ ۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، لائل پور، (کتب تاریخ وسیرت) (11) البدایہ والنہایہ، للحافظ ابن الکثیر، جلد ا صفحہ ۸۱، جلد ۲ صفحہ ۳۲۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، (12) المواہب اللدنیہ جلد ا صفحہ ۳۵، جلد ا صفحہ ۳۵، جلد ۳، صفحہ ۴۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت (13) شرح المواہب للزرقانی جلد ا صفحہ ۴۴، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت (14) سبل الھدیٰ والرشاد، جلد ا صفحہ ۸۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت (15) سیرت حلبیہ، جلد ا صفحہ ۳۵۴، مطبوعہ شرکہ مکتبہ ومطبع مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ عصر، (16) قصص الانبیاء للحافظ ابن کثیر، جلد ا صفحہ ۳۰، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ، (کتب تفسیر) (17)

درمنثور جلد ا صفحہ ۱۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، (18) تفسیر ثعالبی جلد ا صفحہ ۵۳، مطبوعہ موسسہ علمی بیروت، (19) روح البیان جلد ا صفحہ ۱۱۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ (20) روح المعانی جلد ا صفحہ ۲۳۷، مطبوعہ دار الحیاء التراث العربی بیروت، (دیگر کتب) (21) فتاوی ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۵۱، مطبوعہ السعودیہ العربیہ (22) شفاء السقام للسبکی صفحہ ۱۲۰، مطبوعہ حیدر آباد دکن، (23) علامہ علی متقی ھندی، کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۴۵۵۔ (تحقیق وتخریج از علامہ سعیدی: تبیان القرآن)

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد لکھا ہے (تلخیص المستدرک جلد ۶ صفحہ ۶۱۵) اس کی سند میں کوئی وضاع راوی نہیں ہے۔ بلکہ سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ حافظ ابن تیمیہ نے اس حدیث سے وسیلہ کے جواز پر استدلال کیا ہے (فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۵۱، مطبوعہ السعودیہ العربیہ)

رسول اللہ ﷺ کا اپنے توسل پر مہر تصدیق ثبت فرمانا:

صحیح بخاری میں ہے کہ جب ایک اعرابی نے آکر رسول اللہ ﷺ سے قحط کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور مینہ برسنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے چچا ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ان کا شعر ہمیں سناتا ہے، تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو طالب کا وہ شعر جو رسول اللہ ﷺ کی مراد تھی ان کے قصیدے میں سے پڑھ کر سنایا:

وَاَبیَضُ یُستَسقَی الغَمَامُ بِوَجھِہٖ ثُمَالُ الیَتَامٰی عِصمَۃٌ لِلاَرَامِلِ

ترجمہ:۔ یعنی گورے رنگ والا جس کے چہرے کے وسیلے سے مینہ طلب کیا جاتا ہے، جو یتیموں کا ماویٰ اور رانڈوں کا ملجا ہے۔ یہ شعر سن کر آپ ﷺ کا چہرۂ انور دمکنے لگا۔

حضرت ابو طالب کے یہ اشعار کہنے کا سبب یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش پر قحط پڑا تھا تو حضرت ابو طالب نے بارش کی دعا کی اور رسول اللہ ﷺ سے توسل کیا آپ ﷺ اس وقت بچے تھے تو آسمان سے خوب مینہ برسا۔ (ابن ماجہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے دعا کرنا:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قُحِطُوْا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ " اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک راوی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب کا یہ طریقہ تھا کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضور نبی پاک ﷺ کے چچا جان حضرت عباس کے وسیلہ سے بارش کیلئے دعا کرتے پس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے: "الٰہی ہم تیری طرف اپنے نبی پاک ﷺ کا وسیلہ ڈالتے تھے۔ تو بارش برسا دیتا تھا۔ اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ

ڈالتے ہیں پس ہم پر بارش برسا راوی کہتے ہیں پس فوراً مینہ برستا"

اس سے صحابہ کا عقیدہ ثابت ہوا کہ نبی کا وسیلہ محدود نہیں آپ سے نسبت اور رشتہ کا وسیلہ بھی دیا جائے تو اللہ قبول فرماتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق کے بخاری شریف میں لفظ ہم نے اوپر درج کیے۔ فرماتے ہیں۔ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا۔ کہ ہم تجھے اپنے نبی کے چچا جان کا وسیلہ دیتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کا توسل:۔

شفا قاضی عیاض، مدارج النبوت اور حصن حصین میں ہے:

اَنَّ اِبنَ عُمَرَ خَدِرَتْ رِجْلُهٗ فَقِیلَ لَهٗ اذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیكَ یَزُلْ عَنكَ۔ ترجمہ: ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں سو گیا اور بے حس و حرکت ہو گیا، کسی نے آپ کو اس کا علاج بتلایا کہ آپ کسی ایسے شخص کو یاد کیجئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو فوراً یہ عارضہ جاتا رہے گا"۔

فصاح یا محمداہ۔ آپ نے اسی وقت چلا کر کہا: یا محمداہ ! پس اس کا پاؤں تندرست ہو گیا۔

میدان جہاد میں توسل بالنبی ﷺ کا کرشمہ:۔ التوسل والاستمداد صفحہ ۲۷ تصنیف حضرت مولانا محمد صالح پر ہے۔

"فتوح الشام میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قنسرین سے کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار سپاہی دے کر لڑائی کے ارادے

سے روانہ کیا چنانچہ وہاں کے حاکم یوقنا سے مڈ بھیڑ ہوگئی، جس کے پاس پانچ ہزار جرار سپاہی موجود تھے جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی تو دشمن کے اور پانچ ہزار سپاہی ان کی امداد کیلئے میدان کارزار میں آ گئے، غرضیکہ ایک ہزار مسلمان سپاہیوں کا دس ہزار کفار سے مقابلہ ہوگیا، ادھر اسلامی فوج خوب جاں نثاری کر رہی تھی، ادھر حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت مضطرب ہو کر یوں پکار رہے تھے: **يَا مُحَمَّدُ ! يَا مُحَمَّدُ ، يَا نَصرَ اللهِ ! اَنزِلُ**

اے محمد! اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اے اللہ کی مدد! آ، نزول فرما۔

خدا کی شان رسول اللہ ﷺ کو پکارنا تھا کہ امدادِ غیب کا نزول ہوا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی"

یہودیوں کا آنحضرت ﷺ کے نام مبارک سے توسل کے فتح ونصرت طلب کرنا

اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ رکوع ۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے: "**وَكَانُوا مِن قَبلُ يَستَفتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا**" ترجمہ:۔ اور وہ لوگ اس سے پہلے کافروں کے مقابلے میں اپنی فتح یابی کی دعائیں کیا کرتے تھے۔ تفسیر خازن، مدارک، روح البیان و تفسیر عزیزی سب میں ہے کہ یہود، نبی آخر الزماں ﷺ کے اسم مبارک کا وسیلہ دے کر اللہ سے کفار کے مقابلے پر فتح کی دعا مانگا کرتے اور اللہ قبول فرماتا۔

حضور نبی پاک ﷺ کے نام کی برکت سے درندوں کا ایذاء نہ دینا

محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ سرزمین روم میں حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کی راہ بھول گئے، جنگل میں لشکر کو تلاش کرتے پھرتے تھے کہ ایک شیر سامنے آ گیا، آپ نے اس سے فرمایا: "یَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ مِنْ اَمْرِیْ کَیْتَ وَ کَیْتَ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ لَہٗ بُصْبُصَۃً حَتّٰی قَامَ اِلٰی جَنْبِہٖ کُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا اَھْوٰی اِلَیْہِ ثُمَّ اَقْبَلَ یَمْشِیْ اِلٰی جَنْبِہٖ حَتّٰی بَلَغَ ثُمَّ رَجَعَ الْاَسَدُ۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

ترجمہ: اے شیر! میں غلام ہوں رسول اللہ ﷺ کا، میں راستہ بھول گیا ہوں، یہ سنتے ہی شیر خوشامد کرتا سامنے آیا اور آپ کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا جب کوئی کھٹکا ہوتا اس طرف متوجہ ہو جاتا، پھر آپ کے پہلو میں آ جاتا، اسی طرح شیر آپ کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ لشکر میں پہنچے، پھر شیر واپس چلا گیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

دیکھئے، غلاموں کی حکومت کہ آقا کا نام لیا جنگلی درندے بجائے تکلیف دینے کے محافظ بن گئے اور خدمت گار ہو گئے۔

اولیاء اللہ کی برکت سے عذاب کا ٹلنا، فتح پانا، بادلوں کا آنا:

مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: اَلْاَبْدَالُ یَکُوْنُ بِالشَّامِ وَھُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا کُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہٗ یُسْقٰی بِھِمُ الْغَیْثُ وَیُنْتَصَرُ بِھِمْ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَیُصْرَفُ عَنْ اَھْلِ الشَّامِ بِھِمُ الْعَذَابُ۔ ترجمہ:۔ شام میں چالیس ابدال رہتے ہیں جونہی ان میں سے کوئی فوت ہو تو اسکی جگہ دوسرا آ جاتا ہے۔ ان کے وسیلے سے بارش ہوتی ہے انہی کی وجہ سے

دشمنوں پر اہل شام کو مدد دی جاتی ہے اور اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے
۔ملکِ شام میں ہوتے ہیں وہ چالیس مرد ہیں، جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا
ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک قائم مقام کر دیتا ہے، انہیں کی وجہ سے بادل لائے
جاتے ہیں انہیں کی بدولت دشمنوں پر نصرت دی جاتی ہے، انہیں کی برکت سے اہل
شام سے عذاب دفع کئے جاتے ہیں۔

باب سوئم

مسئلہ بدعت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم . اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ . وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ ۔

اللہ کریم سنتِ رسول ﷺ پر عمل کرنے والے کو "فاتبعونی" کی رو سے "یحببکم اللہ" کی سند محبوبیت سے نوازتے ہیں پس سنت پر عمل اور اس کا احیاء ہی ہر اس مسلمان کا مقصود ہے جو تھوڑا سا بھی دینی شعور رکھتا ہو۔ یہ سادہ سی بات ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا عقل تسلیم کرتی ہے یا کیا یہ ممکن ہے کہ ہر عامی مسلمان تو اس بات کو جانتا ہو لیکن بڑے بڑے اولیاء اللہ، محدثین، مفسرین اور چودہ صدیوں سے اہل سنت و جماعت سواد اعظم اس بنیادی نکتے سے ناشناسا رہے ہوں؟ اور انکے بارے یہاں تک کہہ دیا جائے کہ من حیث المسلک کل کے کل سواد اعظم اہل سنت و جماعت ایسی بدعتوں کے مرتکب تھے یا آج بھی ہیں کہ جو سراسر گمراہی ہیں کہ جس سے دوزخ ان کا مقدر ہے؟ یہ وہ انتہا پسندی ہے کہ جو خارجیوں کی نشانی ہے بخاری شریف اور ابوداؤد شریف کی صحیح احادیث میں حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں۔ یَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ ۔ ترجمہ: "جو بات بات پر حدیث پڑھیں گے" دراصل انکی یہ نشانی ان کے تکبر، ان کے اکھڑ پن، ادب واحترامِ

اسلاف سے عاری ہونے، اپنے آپ کو حرفِ آخر سمجھنے بلکہ اپنے سوا کسی کو مسلمان نہ سمجھنے کے زعمِ فاسدہ کی نشاندہی کرتی ہے۔ اپنے آپ کو "غیر مقلد" کہلانے والوں نے شاید کبھی غور نہیں کیا، بات بات پر حدیث پڑھنا اور حدیث کا مطالبہ کرنا اور احادیثِ رسول ﷺ کے غلط مطلب سے مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی قرار دینا، یہ سو فیصد وہی نشانیاں ہیں جو مخبر صادق حضور سید عالم ﷺ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمادی ہیں۔ میری مودبانہ گذارش ہے کہ جب سنت کی اہمیت کو عام آدمی بھی سمجھتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اہل سنت سلف وخلف اس سے ناواقف رہے ہوں؟ ہم اس سوچ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اس سلسلے میں فقیر کے دلائل سنیں! ہم کہتے ہیں کہ ہمارے اسلاف وموجود اولیاء کرام بزرگان دین درحقیقت مظہر فیضان مصطفیٰ ﷺ ہیں بلکہ یوں کہیں کہ" فیض وبرکت جو انہیں سنت نبوی پر عمل سے نصیب ہے یا اسوہ حسنہ نبوی کی جس استقامت سے انہوں نے پیروی کی۔ اس نے خود ان میں ایک ایسے "اسوۂ حسنہ" کو جنم دیا ہے کہ جس کو خود قرآن بھی اسوۂ حسنہ کہتا ہے اور ہمیں اس کے اتباع کا حکم بھی دیتا ہے۔ قرآن مجید ہے "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ" ترجمہ: البتہ تحقیق تمہارے لئے ان لوگوں کی ذوات میں اسوہ حسنہ یعنی بہترین نمونہ موجود ہے جو اللہ سے ملنے اور دن آخرت کی امید رکھتے ہیں" (الممتحنہ: ٦) پس ثابت ہوا بدعت صرف وہ بری ہے جس سے سنت ختم ہو اور جس سے خود سنت زندہ ہو یا سنت کے زندہ ہونے کا وہ کام سبب بنے

، وہ بدعت نہیں بلکہ اگر وہ اہل سنت سے ثابت ہے تو سورہ ممتحنہ کے اس حکم کے عموم میں شامل ہو کر عمل صالحین کی حیثیت سے خود اسوہ حسنہ کا حسن اپنے اندر رکھتا ہے اور فرمان رسول ﷺ میں۔ مَنْ سَنَّ سُنَّةَ الْحَسَنَةِ کے تحت خود اس کام کو" سنت حسنہ" ارشاد فرمایا گیا ہے۔" سنت حسنہ" کو ہی "نعمت البدعۃ" کا جامہ خود حضرت سیدنا عمر فاروق نے پہنایا۔ تراویح باجماعت مکمل رمضان شریف تک، دور فاروقی میں شروع ہوئی اور خود بخاری شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے نعمة البدعة هذه یعنی یہ بہت ہی اچھی بدعت ہے ارشاد فرمایا اور بلالحاظ مسلک غیر مقلد و دیوبندی بھی اہل سنت کے ساتھ اس بدعت حسنہ پر عامل ہیں۔ اس کے بدعت ہونے سے انکار ممکن نہیں کیونکہ اسے خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدعت فرما رہے ہیں۔ کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ کی حدیث سے واقف نہ تھے؟ پھر بھی آپ صالحین امت کے جاری کردہ عمل کو نعمت البدعۃ ارشاد فرمائیں تو پھر اہل سنت موردِ الزام کیوں؟

بفضلہٖ تعالیٰ ہم مسئلہ بدعت پر ہر لحاظ سے اتمام حجت کرنا چاہتے ہیں کہ جس کے بعد کسی خبیث کو اہل سنت کو اہل بدعت کہنے کی کبھی جرات نہ ہو سکے۔ اور اگر کوئی ایسا کہے تو میری یہ تحریر پڑھنے والا بچہ بچہ بھی انہیں کہہ سکے کہ باجماعت پورا رمضان تراویح پڑھنے کی بدعت پر تم بھی عمل کر رہے ہو۔ میں چند فقروں اور کہیں

کہیں کچھ الفاظ کے اضافہ کے ساتھ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کی بین الاقوامی سلسلہ اشاعت کی ''نئی نئی باتیں'' نامی کتاب سے درج ذیل تین عنوانات کے تحت مسئلہ بدعت کا شافی حل پیش کر رہا ہوں۔(1) بدعات قسم اول: امت کی متفق علیہ بلکہ معمول بہ بدعتیں۔

(2) قسم دوئم: اصل بدعتیں، کہ جن کا رد حدیث رسول ﷺ میں مقصود ہے۔

(3) قسم سوئم: اہل سنت کی معمول بہ بدعات حسنہ، کہ جن کے باعث ثواب ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔

بدعات قسم اول: امت کی متفق علیہ بلکہ معمول بہ بدعتیں

''یہاں پہلے ہم ان بدعتوں کا ذکر کریں گے جن کو ہم اچھا سمجھتے ہیں اور یہ بدعتیں بلا لحاظ عقیدہ و مسلک بشمول ہر بدعت کو گمراہی کہنے والوں کے، ہماری زندگی، ہماری تعلیم اور ہمارے معاشرے کا لازمی جز بن چکی ہیں ہم نے بخوشی یہ تمام بدعتیں اختیار کر رکھی ہیں شاید ہمیں معلوم نہیں۔ افسوس! اگر معلوم ہوتا تو ہر بدعت کو کبھی گمراہ نہ کہتے۔

(1) قرآن کریم خط نسخ میں لکھنا، حروف پر نقاط لگانا الفاظ پر اعراب ڈالنا، قرآن حکیم کو تیس پاروں اور پھر ہر پارے کو ربع، نصف، ثلث میں تقسیم کرنا ان میں سے کوئی بات ''خیر القرون'' میں نہ تھی۔

(2) مسجدوں میں مینارے اور گنبد بنانا، جھاڑ فانوس لگانا، فرش و فروش اور قالین

بچھانا، ایئر کنڈیشنر لگانا۔۔۔۔۔ یہ سب باتیں بعد کی ہیں۔

(3) لاؤڈ اسپیکر لگانا، اس میں اذان دینا، نماز پڑھنا، خطبہ دینا، خطبہ جمعہ سے قبل لمبی لمبی تقریریں کرنا۔۔۔وغیرہ وغیرہ

(4) دوربینوں سے چاند دیکھنا، تار بھیجنا، ریڈیو اور ٹی وی پر اعلان کرنا، روزہ کھولنے کیلئے سائرن بجانا، یا نقارہ بجانا۔۔وغیرہ وغیرہ

(5) تفسیر وحدیث اور فقہ کی کتابیں مدون کرنا، نصاب بنانا، طلبہ کا تحریری امتحان لینا، پاس اور فیل کرنا، شیلڈ اور کپ دینا۔

(6) ہوٹلوں میں دینی مجالس قائم کرنا، حسن قرأت کے مقابلے کرانا، انعام دینا --

(7) فوجیوں کو وردیاں پہنانا، جھنڈے کو سلامی دینا، قومی ترانہ سننا اور اس کے لیے سروقد کھڑے ہونا، ایسی بہت سی بدعتیں ہیں جو ہم نے خوشی خوشی اختیار کر رکھی ہیں اگر کوئی ان پر آج بدعت و گمراہی کا حکم لگا کر ختم کرانا چاہے تو شاید اس کو خبطی اور دیوانہ کہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ معاشرہ اور اخبارات اسلام اور پاکستان کے حوالے سے انہیں اتنا مشکوک سمجھیں کہ ان چیزوں کو بدعت ضالہ کہہ کر روکنے والوں کو اسلام دشمن ایجنٹ قرار دیں۔

قسم دوئم: وہ بدعتیں جو گمراہی ہیں اور جن کا رد حدیث رسول کا مدلول اور مقصود ہے

"بعض نئی باتیں اور بدعتیں ایسی بھی ہیں کہ قرآن وحدیث میں جن کی صاف صاف ممانعت موجود ہے لیکن پھر بھی وہ ہمارے معاشرے کا لازمی جز بن کر رہ گئی ہیں، مگر ہم خاموش ہیں حالانکہ کوئی ذی شعور بھی ان گمراہ کن بدعتوں کو جائز نہیں کہہ سکتا جبکہ بلا لحاظ عقیدہ و مسلک سب بالعموم اور ہر بدعت کو گمراہی کہنے والے بالخصوص ان بدعتوں کے ایسے اعلانیہ مرتکب ہیں گویا کہ وہ سنت ہیں (معاذ اللہ) مطلق احساس ہی نہیں۔ ہم یہاں ایسی چند ہمہ پہلو بری بدعتوں کا ذکر کریں گے:۔

(1) سب سے بڑی بدعت تو یہ ہے کہ ہم نے انسانوں پر اللہ ورسول کے قانون کے بجائے اللہ ورسول کے دشمنوں کا قانون نافذ کر رکھا ہے جب کہ قرآن میں اللہ ورسول کی اتباع و پیروی کو لازم کیا ہے۔ ۸۱ مگر کسی کو اس میں شرک و بدعت نظر نہیں آتے اور نہ ہی کبھی ان لوگوں نے حکمرانوں کو مشرک اور بدعتی کہنے اور چھاپنے کی سعی کی ہے۔ آخر کیوں؟

(2) مسلمان سربراہان مملکت، کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے حلیف و دمساز ہیں جب کہ قرآن حکیم میں کھلی ممانعت موجود ہے۔ ۸۲ پھر بھی اس میں شرک و بدعت نظر نہیں آتے

(3) ننگے سر رہنا، داڑھیاں منڈانا جب کہ ہم کو معلوم ہے حضور ﷺ نے ہمیشہ ٹوپی پہنی اور عمامہ باندھا اور داڑھی کی شدید تاکید فرمائی۔ ۸۳ صرف غسل، عمرہ اور حج کے احرام اور وضو میں سر کا مسح کرتے ہوئے ہمارے آقا ﷺ نے سر مبارک ننگا کیا۔ ان تین مواقع کے علاوہ کبھی ہم اپنے نبی کے سر ننگا رکھنے کا تصور بھی

نہیں کر سکتے پھر یہ بھی ثابت ہے کہ خود حضور ﷺ کی بھرواں داڑھی مبارک تھی۔ ۸۴ آپ نے مونچھیں پست کرنے اور داڑھی بڑھانے کا حکم دیا۔ ۸۵ مگر ہم کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہے ہیں اور احساس تک نہیں کہ کس بدترین بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں ہر بدعت کو گمراہی کہنے والوں کو ان اعمال میں بھی شرک و بدعت نظر نہیں آتے۔

(4) عورتیں سج بن کر بازاروں میں گھومتی پھرتی ہیں جب کہ قرآن کریم میں سج بن کر نکلنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ ۸۶ اور فرمایا، دور جاہلیت کی طرح بے پردہ نہ پھرو۔ ۸۷ دوپٹے کو گریبانوں پر ڈالے رہو۔ ۸۸ غیر مردوں کو اپنا سنگھار نہ دکھاؤ۔ ۸۹ باہر نکلو تو چادر کا ایک حصہ چہرے پر ڈال لو۔ ۹۰ اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔ ۹۱ حضور ﷺ نے خوشبو لگا کر عورت کو باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے۔ ۹۲ نابینا صحابی ابن اسحاق حضرت عائشہ کے پاس آئے تو آپ پردے میں چلی گئیں۔ ۹۳ یہ سب باتیں اپنی جگہ مگر آج نعوذ باللہ ہم کو قرآن وحدیث کے خلاف کسی عمل میں بدعت و گمراہی نظر نہیں آتی۔ اور کسی طرف سے شرک و بدعت کی بات سننے میں نہیں آتی۔

(5) شادی بیاہ کی محفلوں میں بے دریغ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے حالاں کہ ریا کاری اور فضول خرچی کی قرآن وحدیث میں سخت ممانعت آئی ہے اور فضول خرچی کرنے والے کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔ ۹۴ مگر اس شیطانی عمل میں بھی کسی کو شرک و بدعت نظر نہیں آتے۔

(6) بعض خواتین فخر یہ مردوں کا لباس پہنتی ہیں جب کہ حضور ﷺ نے ایسی خواتین پر لعنت فرمائی ہے۔ 95 یہاں تک فرمایا ایسی خواتین کو اپنے گھروں سے نکال دو۔ 96 یہ بھی فرمایا وہ عورت ہم میں سے نہیں جو مردوں جیسی بنے۔ 97 یہاں تک فرمایا، مردانی عورت جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہو گی۔ 98 ان احادیث کے ہوتے ہوئے ہمارا کیا طرز عمل ہے، سب کے سامنے ہے۔ ان باتوں میں کسی کو شرک و بدعت کیوں نظر نہیں آتا؟ یوں سمجھیں جن برائیوں کے جڑ سے خاتمہ کیلئے کُلُّ بِدعَةٍ ضَلَالَةٌ کُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ کا سخت حکم ارشاد فرمایا گیا اسے یکسر بھول کر شرک و بدعت کی مشین کا رخ نیک اور نیکی میں مشغول علماء و عوام اہلسنّت و جماعت کی طرف کر دیا گیا۔ کیا ایسے لوگ دین دشمن اور بیرونی قوتوں کے ایجنٹ نہیں ہیں؟ شاید اس پہلو پر ہم نے کبھی نہ سوچا اور ہم ان لوگوں کو ایک مذہبی فریق ہی سمجھتے رہے جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں ہے

(7) منصوبہ بندی کے بہانے بچوں کی پیدائش پر پابندی لگانا دور جدید کی بدترین بدعت ہے، صرف پیٹ اور منہ پر نظر رکھنا، دماغ، آنکھیں اور ہاتھ پیر کو فراموش کر دینا، ولادت کے اعداد و شمار دینا، شرح اموات سے صرف نظر کرنا، اللہ کے نظام کو اپنے ہاتھ میں لینا جب کہ قرآن حکیم میں اعلان فرما دیا گیا ”کوئی زمین پر چلنے والا نہیں جس کا رزق ہمارے ذمہ کرم پر نہ ہو۔ 99 اللہ اکبر کیڑے مکوڑے سب کھائیں اور انسان بھوکے رہیں۔ ہزار منصوبہ بندیاں ہوں جس جان کو آنا ہے، آ کر رہے گی۔ 100 حضور انور ﷺ کا یہ ارشاد حق و صحیح ہے۔ منصوبہ بندی کے

اس عمل میں کسی کو شرک و بدعت نظر نہیں آتے۔

(8) تصویر سازی ہمارے معاشرے میں عام ہے علماء و عوام سب پسند فرماتے ہیں، مگر حضور ﷺ نے تصویروں کو پسند نہیں فرمایا بلکہ بیت اللہ کی دیواروں پر مقدس افراد کی تصاویر کو اپنے دست مبارک سے مٹایا۔ ۱۰۱ دولت کدے میں مصور پردہ لٹکایا گیا تو اس کو اتروا دیا پھر اس کو دولخت کر دیا گیا۔ ۱۰۲ الغرض جس چیز میں تصویر دیکھتے بغیر مٹائے نہ چھوڑتے۔ ۱۰۳ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے صاحب خانہ کے پردے میں تصاویر ملاحظہ فرمائیں، تو دعوت میں شریک نہ ہوئے، واپس آگئے۔ ۱۰۴ یہ ساری باتیں احادیث میں موجود ہیں۔ ۱۰۵ مگر ہمارا طرز عمل سراسر اس کے خلاف ہے پھر بھی کسی کو ان باتوں میں شرک و بدعت نظر نہیں آتے۔

(9) شراب پینا، گانے بجانے کی محفلیں قائم کرنا، مرد و عورت کا گھل مل کر شریک ہونا، تالیاں بجانا، قہقہے لگانا، قرآن و حدیث میں ان سب باتوں کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے مگر ہم کو ان باتوں میں کبھی شرک و بدعت نظر نہ آتے۔

کیا کیا عرض کروں، کہاں تک عرض کروں؟۔۔ یہ ساری بدعتیں ہمارے معاشرے کا لازمی جزو بن چکی ہیں، ان بدعتوں کے خلاف کوئی آواز سنائی نہیں دیتی، کوئی تحریک نظر نہیں آتی۔

(3) قسم سوئم: اہل سنت کی معمول بہ بدعات حسنہ، کہ جن

کے باعث ثواب ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔

آج کچھ لوگوں کی نکتہ چیں اور خردہ گیر آنکھ یہ قسم دوئم کی سب بدعتیں دیکھتی چلی جاتی ہے، کہیں نہیں رکتی ۔ رکتی ہے تو کہاں رکتی ہے۔ عقل حیران ہے، یقین انگشت بدنداں ہے عشق ومحبت فریادی ہیں۔لیکن استغفر اللہ!

(1) نکتہ چیں آنکھ کو حضور انور ﷺ کا جشن ولادت منانا شرک وبدعت نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یوم ولادت اور یوم وصال کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔۱۰۶ سب دنوں میں یہ دن نہایت ممتاز ہیں۔ حضور انور ﷺ کی ولادت پیر کو ہوئی، آپ پیر کو ولادت کی خوشی میں اظہار تشکر کے طور پر روزہ رکھا کرتے تھے ۔۱۰۷ اللہ کے نیک بندوں نے بھی ولادت کی خوشی میں جشن منانا شروع کیا مگر نکتہ چیں آنکھ کو وہ اچھا نہیں لگتا، اس میں شرک وبدعت کی بو آتی ہے۔ حالانکہ انہیں اپنے قائدین اور اکابرین کے یوم ولادت منانے، اپنی شادی کی سال گرہ منانے اور اپنے بچے کی سالگرہ منانے، یہود ونصاریٰ کی طرح موم بتیاں جلانے اور بجھانے، کیک کاٹنے میں کوئی برائی محسوس نہیں ہوئی، سب کچھ اچھا لگتا ہے مگر یہ اچھا نہیں لگتا کہ نبی کریم ﷺ کے ذکر اذکار ہوں، محامد وفضائل بیان کیے جائیں۔ محبت والے تو اگر خواب میں بھی حضور انور ﷺ کو دیکھ لیں تو اس روز جشن مناتے ہیں ۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے ۱۰۳۰ھ اور ۱۰۳۳ھ کے درمیان خواب میں حضور انور ﷺ کی زیارت کی تو گھر والوں کو جشن منانے اور

انواع واقسام کے کھانے پکانے کا حکم دیا۔ ۱۰۸ مگران نکتہ چیں آنکھوں پر حسرت ہے کہ ان کو یہ سب باتیں ہی شرک و بدعت نظر آتی ہیں۔

(2) آج خردہ گیر آنکھ کو نعت پڑھنا اور نعت سننا بھی شرک و بدعت نظر آتا ہے۔ حالانکہ حضور انور ﷺ نے خود اشعار کی تعریف فرمائی۔ ۱۰۹ عمرو بن ثرید کے والد سے امیہ بن ابی الصلت کے ایک سو اشعار سماعت فرمائے۔ ۱۱۰ بعض اشعار خود پڑھے۔ ۱۱۱ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد نبوی شریف میں خود منبر بچھایا اور ان کو بٹھایا، اشعار سماعت فرمائے۔ ۱۱۲ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے سب سے پہلا منظوم مولود نامہ پڑھا اور آپ نے سماعت فرمایا۔ ۱۱۳ حضرات قدس جناب کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قصائد پیش کیے اور آپ نے سماعت فرمائے۔ یہ ساری باتیں احادیث میں موجود ہیں مگر نہ معلوم کیوں نکتہ چیں آنکھ نعت خوانی کو شرک و بدعت سمجھتی ہے!۔ ایک پروفیسر صاحب نے بچوں کو اس لیے مسجد سے نکال دیا کہ وہ نعت پڑھ رہے تھے، دوسرے پروفیسر صاحب نے ایک تبلیغی مرکز میں ایک نعت خواں سے نعت سننا چاہی تو نعت خواں کی زبان روک دی گئی۔ ہم ناچ گانے دیکھ اور سن سکتے ہیں، نعت نہیں سن سکتے۔ ایک عزیز نے بتایا، ایک صاحب ٹی وی میں گانے سن رہے تھے مگر جب نعت شریف کی باری آئی تو بچے سے کہا ''ٹی وی بند کرو شرک ہو رہا ہے'' انا للہ و انا الیہ راجعون ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ عقل سوال کیے بغیر نہیں رہ سکتی!

(3) آج نکتہ چیں آنکھ کو کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کرنا بھی شرک و بدعت نظر آتا ہے حالاں کہ صحابہ کرام، صحابیات اور مسلمان بچوں کا آخری عمل ہی یہی تھا کہ انہوں نے حضور انور ﷺ کے جسد اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کیا۔۱۱۴۔ جلیل القدر فرشتوں نے اپنے لشکروں کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پیش کیا، خود قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض فرشتوں نے اپنے لشکروں کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پیش کیا اور خود قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض فرشتے کھڑے کھڑے صلوٰۃ وسلام پیش کر رہے ہیں۔۱۱۵۔ یہ وہ عمل ہے جو اللہ و رسول کی تعظیم و تکریم اور خوشنودی کیلئے اختیار کیا گیا۔ ہندوستان کے مشہور محدث شیخ عبدالحق محدث دہلوی کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کرتے اور اس کو وسیلہ نجات اخروی سمجھتے ۱۱۶ ہم ہر جگہ کھڑے ہونے کیلئے تیار ہیں، قومی ترانے بجیں تو کھڑے ہو جائیں، جھنڈے کی سلامی ہو تو کھڑے ہو جائیں، اسمبلی میں کسی مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا جائے تو کھڑے ہو جائیں حتیٰ کہ ٹکٹ لینا ہو تو لائن میں کھڑے ہو جائیں مگر نکتہ چیں آنکھ کو سوائے صلوٰۃ وسلام کے کہیں شرک و بدعت نظر نہیں آتا۔

(4) نکتہ چیں آنکھ کو فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا میں بھی شرک و بدعت نظر آتا ہے اس لیے بعض عرب ممالک میں یہ دعا نہیں ہوتی۔ حضور انور ﷺ نے فرض نمازوں کے بعد والی دعا کو زیادہ قبولیت والی فرمایا ہے ۱۱۷ اور ہر نماز کے بعد دعا کا حکم دیا ہے ۱۱۸ خود حضور انور ﷺ دعا مانگ کر ہاتھ چہرے پر پھیر لیا کرتے تھے، ۱۱۹ جب دعا مانگتے ہاتھ اٹھاتے پھر ہاتھ منہ پر پھیر لیا کرتے تھے ۱۲۰ حضور

ﷺ باآواز بلند دعا مانگا کرتے تھے اگر ایسا نہ کرتے تو اتنی بہت سی دعائیں ہم تک کیسے پہنچتیں؟ افسوس ہم اس کو بھی شرک و بدعت سمجھنے لگے!

(5) نکتہ چیں آنکھ کو اس کھانے میں بھی شرک و بدعت نظر آتا ہے جس پر سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھی گئی ہو۔ بعض لوگ ایسے کھانوں اور مشروبات کو نجس بھی سمجھتے ہیں۔ موٹی سی بات ہے کہ پاک کھانے پر پاک آیات پڑھی جائیں تو اس کو زیادہ پاکیزہ ہونا چاہیے، نجس کیسے ہو گیا؟

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:۔

''اور تمہیں کیا ہوا اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا حالانکہ وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بے شک بہتیرے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں، بے جانے۔ بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے''۔ 121

غور فرمائیں جن حضرات نے مندرجہ بالا امور پر عمل فرمایا وہ کافر و مشرک نہ تھے، وہ کذاب و بدکردار نہ تھے، وہ ذلیل و حقیر نہ تھے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ان کی صداقت و شرافت اور پاکیزگی و پاک بازی پر زمانہ گواہ ہے۔ انہوں نے انسانوں کو بنایا، معاشرے کو سنوارا۔ وہ معاشرے پر عذاب بن کر مسلط نہ ہوئے، رحمت بن کر برسے۔ یہ کیا قیامت ہے کہ ہر کافر و مشرک اور فاسق و فاجر کے طریقوں پر عمل ہو رہا ہے، ان کی ہر بدعت پسند ہے اور علماء امت کی ہر بدعت کفر و شرک۔ یہ کیا راز ہے، یہ کیا بھید ہے؟

(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی عبارات کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں کس احتیاط سے انہوں نے ہر بات کے ماخذ تفصیلاً بیان کیے ہیں)

۸۱ سورہ آل عمران: ۳۱ ۸۲ سورہ نسآء: ۸۹، سورہ آل عمران: ۲۹، ۱۳۹، ۱۴۴، سورہ مآئدہ: ۱۵۱، سورہ عنکبوت: ۴۱، سورہ ممتحنہ: ۱ ۸۳ سنن نسائی، جلد ۲ صفحہ ۴۷ ۸۴ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۵۹ ۸۵ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۸۷۵، ابوداؤد شریف جلد ا صفحہ ۱۲۲، مسلم شریف جلد ا صفحہ ۱۲۹ ۸۶ سوہ احزاب: ۳۳ ۸۷ سورہ احزاب: ۳۳ ۸۸ سورہ نور: ۳۱ ۸۹ سورہ نور: ۳۱ ۹۰ سورہ احزاب: ۵۹ ۹۱ سورہ نور: ۳۱ ۹۲ ٹالٹائی: پیغمبر اسلام، لاہور ۱۹۲۰ء صفحہ ۴۴ ۹۳ طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۴۹ ۹۴ سورہ اسراء: ۲۷، ۲۶، سورہ اعراف: ۳۱، سورہ انعام: ۱۴۱ ۹۵ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۸۷۴ ۹۶ ترمذی شریف صفحہ ۳۹۶ ۹۷ مسند احمد بن حنبل ۹۸ نسائی شریف ۹۹ سورہ ہود: ۶ ۱۰۰ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۸۷۴ ۱۰۱ سیرت بن ہشام جلد ۲ صفحہ ۴۷۲ ۱۰۲ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۱، سنن ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ ۱۰۳ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۸۸۰ ۱۰۴ سنن نسائی جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ ۱۰۵ جامع ترمذی ۳۶۹، ابن ماجہ صفحہ ۲۶۸، سنن ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ ۱۰۶ سورہ مریم: ۱۵ ۱۰۷ ابن اثیر، اسد الغابہ جلد ا صفحہ ۲۱، ۲۲ ۱۰۸ مکتوب امام ربانی، دفتر ۳ مکتوب نمبر ۱۰۶ ۱۰۹ مشکوۃ، کتاب الادب، باب

البیان والشعر حدیث نمبر ۲ ۱۱۰ ایضاً حدیث نمبر ۵ ۱۱۱ ایضاً حدیث نمبر ۱۰ ۱۱۲
ایضاً، حدیث نمبر ۹ ۱۱۳ ابن کثیر؛ میلاد مصطفےٰ صفحہ ۲۹، ۳۰ ۱۱۴ عبدالحق محدث
دہلوی: مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۴۰ ۱۱۵ سورہ صفت: ۱ ۱۱۶ عبدالحق محدث
دہلوی: اخبار الاخیار، صفحہ ۶۲۴ (ارود)، اخباری الاخیار (فارسی) مطبوعہ دہلی (
۱۳۰۹ھ) صفحہ ۳۰۹ ۱۱۷ مشکوۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب الذکر بعد الصلوٰۃ، فصل نمبر
۲، حدیث نمبر ۱ ۱۱۸ ایضاً، باب صفۃ الصلوٰۃ، حدیث نمبر ۱۰ ۱۱۹ ایضاً، کتاب
الدعوات، فصل نمبر ۲، حدیث نمبر ۲۳ ۱۲۰ ابن ماجہ، باب رفع الیدین فی الدعاء
صفحہ ۲۸۴، بخاری، کتاب الدعوات، باب رفع الیدین فی الدعا جلد ۲ صفحہ ۹۳۸
۱۲۱ سورہ انعام: ۱۱۹۔

قارئین محترم! مسئلہِ بدعت پر میرا معترضین سے ایک ہی سوال ہے اگر ہماری اوپر بیان کردہ قسمِ اول کی بدعات درست ہیں۔ جائز ہیں۔ ساری امت میں معمول بہ ہیں۔ ان پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں تو قسمِ سوم کی بدعاتِ حسنہ پر کیوں اعتراض ہے۔ اب بدعت اور بدعت حسنہ کا تجزیہ خود معترضین کے گھر سے پیش خدمت ہے۔

بدعت اور بدعت حسنہ کا تجزیہ مودودی کے قلم سے

غلافِ کعبہ کی نمائش کے سلسلے میں مودودی موصوف بانی امیر جماعتِ اسلامی (جو درحقیقت جماعت مودودی ہے کیونکہ اس جماعت کے نزدیک اسلام کی ہر وہ تعبیر

ہی درست ہے جو ان کے بانی مودودی نے کی ہے) پر اعتراض کیا گیا کہ غلافِ کعبہ کی نمائش و زیارت اور اسے جلوس کے ساتھ روانہ کرنا ایک بدعت ہے کیونکہ حضور پرنور نبی پاک ﷺ اور خلافتِ راشدہ کے دور میں کبھی ایسا نہیں کیا گیا ۔ حالانکہ غلاف اس زمانے میں بھی چڑھایا جاتا تھا تو مودودی اس کا جواب یوں لکھتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو ایشیا لاہور جلد ۲ شمارہ نمبر ۱۸، ۴ مئی ۱۹۸۰ء

"کسی فعل کو بدعتِ مذمومہ قرار دینے کے لیے صرف یہی بات کافی نہیں ہے کہ وہ نبی ﷺ کے زمانے میں نہ ہوا تھا۔ لغت کے اعتبار سے تو ضرور ہر نیا کام بدعت ہے مگر شریعت کی اصطلاح میں جس بدعت کو ضلالت قرار دیا گیا ہے ۔ اس سے مراد وہ نیا کام ہے جس کے لیے شرع میں کوئی دلیل نہ ہو جو شریعت کے کسی حکم یا قاعدے سے متصادم ہو ۔ جس سے کوئی ایسا فائدہ حاصل کرنا یا کوئی ایسی محرت دفع کرنا متصور نہ ہو جس کا شریعت میں اعتبار کیا گیا ہے جس کا نکالنے والا اسے خود اپنے اوپر یا دوسروں پر اس ادعا کے ساتھ لازم کرلے کہ اس کا التزام نہ کرنا گناہ اور کرنا فرض ہے ۔ یہ صورت اگر نہ ہو تو مجرد اس دلیل کی بنا پر کہ فلاں کام حضور کے زمانے میں نہیں ہوا ۔ اسے "بدعت" یعنی ضلالت نہیں کہا جاسکتا ۔ بخاری نے کتاب الجمعہ میں چار حدیثین نقل کی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ عہدِ رسالت اور عہدِ شیخین میں جمعہ کی صرف ایک اذان ہوتی تھی ۔ حضرت عثمان نے اپنے دور میں ایک اذان کا اور اضافہ کر دیا لیکن اسے بدعت ضلالت کسی نے بھی قرار نہیں دیا ۔ بلکہ تمام امت نے اسی نئی بات کو قبول کرلیا ۔ بخلاف اس کے انہی حضرت

عثمان نے منیٰ میں قصر کرنے کی بجائے پوری نماز پڑھی تو اس پر اعتراض کیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر صلوٰۃ ضحیٰ (نماز چاشت) کے لیے خود بدعت اور احداث کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اُحسَنَ مَا اَحدَثُوا (یہ ان بہترین نئے کاموں میں سے ہے جو لوگوں نے نکال لیے ہیں۔بِدعَتٌ و نِعمت البِدعَۃُ۔یعنی بدعت ہے اور اچھی بدعت ہے۔مَا اَحدَثَ النَّاسُ شَیأً اَحَبالِی مِنھَا یعنی لوگوں نے کوئی ایسا نیا کام نہیں کیا ہے جو مجھے اس سے زیادہ پسند ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کے بارے میں وہ طریقہ جاری کیا جو نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں نہ تھا۔وہ خود اسے نیا کام کہتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں نِعمَتَ البِدعَتَ ھٰذہ ۔یہ اچھا نیا کام ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ مجرد نیا کام ہونے سے کوئی فعل بدعت مذمومہ نہیں بن جاتا بلکہ اسے بدعت مذمومہ بنانے کے لیے کچھ شرائط ہیں۔امام نووی شرح مسلم کتاب الجمعہ میں کُلُّ بِدعَۃٍ ضَلَالَۃٌ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔علماء نے کہا ہے کہ بدعت (یعنی باعتبار لغت نئے کام) کی پانچ قسمیں ہیں ایک بدعت واجب ہے ۔دوسری بدعت مندوب ہے (یعنی پسندیدہ) ہے جسے کرنا شریعت میں مطلوب ہے۔تیسری بدعت حرام ہے، چوتھی مکروہ ہے اور پانچویں مباح ہے اور ہمارے اس قول کی تائید حضرت عمر کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔جو انہوں نے نماز تراویح کے بارے میں فرمایا۔

علامہ عینی عمدۃ القاری (کتاب الجمعہ) میں عبد بن حمید کی یہ روایت نقل کرتے ہیں

کہ ”جب مدینہ شریف کی آبادی بڑھ گئی اور دور دور مکان بن گئے تو حضرت عثمان نے دوسری اذان کا یعنی جواب جمعہ کے روز سب سے پہلی دی جاتی ہے کا حکم دیا اور اس پر کسی نے اعتراض نہ کیا مگر منیٰ میں پوری نماز پڑھنے پر اعتراض کیا گیا۔

علامہ ابن حجر فتح الباری کتاب التراویح میں حضرت عمر کے قول نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”بدعت ہر اس نئے کام کو کہتے ہیں جو کسی مثال سابق کے بغیر کیا گیا ہو۔ مگر شریعت میں یہ لفظ سنت کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے اور اس بنا پر بدعت کو مذموم کہا گیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ جو نیا کام شرعاً مستحسن کی تعریف میں آتا ہو وہ اچھا ہے اور جو شرعاً بُرے کام کی تعریف میں آتا ہو، وہ برا۔ ورنہ پھر مباح کی قسم سے ہے“

(ایشیا لاہور جلد ۲۷، شمارہ نمبر ۱۸، ۴ مئی ۱۹۸۰ء بمطابق ۱۷ جمادی الاول ۱۴۰۰ ہجری)

باب چہارم

مسئلہ سماعِ اہل قبور اور اس سے متعلقہ اوہام شرک کا رد

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ . اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ . وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ اَمَّا بَعۡدُ ۔

مسئلہ سماع اہل قبور

مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر میرے حضور غوث الاغیاث مراد حضور شیر ربانی شرقپوری سرکار، حضرت اعلیٰ حضرت سیدی سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے ''مسلمانی در کتاب و مسلماناں در گور'' ترجمہ: کہ مسلمانی اب صرف کتابوں میں رہ گئی ہے اور حقیقی مسلمان قبروں میں چلے گئے ہیں'' اور یہ قبریں کیا ہیں؟ یہ عذاب وثواب کی جگہیں ہیں ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے۔ اِنَّمَا الۡقَبۡرُ رَوۡضَةٌ مِّنۡ رِيَاضِ الۡجَنَّةِ اَوۡ حُفۡرَةٌ مِّنَ النَّارِ۔ ترجمہ: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے (ترمذی شریف)

قارئین کرام! مومن کامل کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے پھر یہ بھی قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ مر کر مومن مٹی نہیں بلکہ کئی درجے اعلیٰ حیات طیبہ اسے قبر میں عطا ہوتی ہے ملاحظہ ہو آیت مبارکہ ''مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَ هُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً'' ترجمہ: جو عمل صالح کرے مرد ہو یا عورت

بشرطیکہ مومن ہو۔ ہم اس کو ضرور بالضرور بہت ہی پاکیزہ زندگی والی زندگی عطا کریں گے'' قرآن وحدیث کا مدلول اور مقصود قبر کی زندگی کو ثابت کرنا ہے اور قرآن سے مومن کیلئے قبر میں حیات طیبہ کی نص وارد ہے اور حدیث سے مومن کی قبر کا باغ جنت ہونا ثابت ہوا۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ جنت میں موت نہیں۔ حیات ہے۔ حیات ہے تو سماع بھی ہے۔ سماع بھی حیاتِ طیبہ والا ہے کہ جنتی عالم اسباب میں نہیں بلکہ عالم قدرت میں ہے کہ ہزاروں میلوں سے بھی زیادہ فاصلے سے جس کے سننے کی قوت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ ہم قرآن وحدیث سے سماعِ اہل قبور انبیاء واولیاء کے ثبوت سے پہلے یہ بیان کریں گے کہ دشمنان خدا و رسول اور مسلمانوں کو مشرک کہنے والے خارجیوں کو سماع موتی کے انکار کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور برصغیر میں وہابیت و دیوبندیت نے سماع موتی میں تشکیک سے انکار تک کا سفر کیسے طے کیا؟ اور مفروضوں پر بنیاد قائم کر کے مسلمانانِ عالم پر شرک کی بے مہاری خانہ ساز شریعت کیسے ایجاد کی؟ یہ داستان بڑی دلچسپ بھی ہے اور حقیقت پر مبنی بھی۔

سماع موتی کے انکار کی ضرورت

یہ بات ہر ادنیٰ سمجھ والے سے بھی مخفی نہیں رہ سکتی کہ استمداد واستعانت اور توسل دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف منتقل ہونے والے حضرات سے صرف اسی صورت میں متصور ہو سکتا ہے جبکہ ان میں زائرین اور حاضرین بارگاہ کی معرفت تسلیم کر لی

جائے اوران کے سلام وکلام کا سماع وشعور مانا جائے چونکہ قرآن وحدیث کے مضبوط وثقہ دلائل، صحابہ کرام کے اجماعی طرزِ عمل اور چودہ صدیوں تک تمام اولیاء کرام، مجددین اور امت مسلمہ کا مسلسل عمل اوراجماع بھی اسی عقیدہ پر رہا ہے اور یہ قیامت تک اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے اب وہابیہ نے دیکھا کہ ان بزرگان دین کی روحانیت سے زائرین کی روحانیت بھی زندہ رہے گی نتیجتاً لوگ مسلکِ حق اہل سنت وجماعت پر قائم رہیں گے۔ لہٰذا دین وایمان، قرآن وحدیث اور چودہ صدیاں تک امت مسلمہ کے اجماعی عمل کی دھجیاں اڑاتے ہوئے وہابیت نے اپنی بقا اسی میں سمجھی کہ سماع موتی کا انکار کر دیا جائے۔ چنانچہ عوام مومنین، اولیاء اللہ، شہداء حتی کہ انبیاء کرام علیہم السلام انتہا یہ کہ خود امام الانبیاء حضور نبی کریم ﷺ کے سماعِ سلام وکلام کا بھی انکار کر دیا گیا۔ وہابیت کی اس عیاری ومکاری اور خود ساختہ عقیدہ سماع موتی کے انکار کے پس پردہ جو اصل مقصد وہ حاصل کرنا چاہتے تھے وہ چار وانگ عالم میں گونجنے والی محبت بھری ہر مومن کی صدائے درود وسلام "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" اور ندائے "یارسول اللہ" "یا علی" "یا شیخ عبدالقادر جیلانی" کو روکنا تھا ورنہ انکارِ دلائل قرآن وحدیث واجماع امت کی اتنی بڑی جسارت وہ کبھی نہ کرتے۔

وہابیت کا سماع موتی میں تشکیک سے انکار تک کا تدریجی سفر

سرزمین ہندوستان پر دسویں صدی کے آخر اور گیارہویں صدی کے آغاز میں

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں مقربانِ بارگاہِ خداوندی سے استمداد و استعانت کو شرک و بت پرستی کہنے والوں کا فتنہ ایک قلیل گروہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ نے اشعۃ اللمعات جلد سوم صفحہ ۴۰۲ پر ان الفاظ میں اس فرقے کا تذکرہ کیا۔

"درقربِ ایں زماں فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد و استعانت را از اولیاءِ خدا کہ نقل کردہ شدہ انداز دار فانی بدار بقا"

ترجمہ: "اس زمانے میں ایک فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو ان اولیاء اللہ کی امداد و استعانت کا منکر ہے جو کہ اس دنیائے فانی سے دار ابدی کی طرف منتقل ہو گئے ہیں" پھر ان کا رد فرماتے ہوئے آپ رقمطراز ہیں:۔

وزندہ از نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوشحال اند و مردم را ازاں شعور نیست و متوجہاں بجناب ایشاں را مشرک بخدا و عبدہ اصنام می دانند و می گویند آنچہ میگویند۔

ترجمہ حالانکہ (یہ اہل قبور) اولیاء کرام اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ رزق دیئے جاتے ہیں۔ اور خوشحال ہیں اگرچہ لوگوں کو ان امور کا احساس و شعور نہیں ہے اور ان مقدس ہستیوں کی طرف متوجہ ہونے والوں اور ان کی بارگاہ میں حاضری دینے والوں کو یہ فرقہ مشرک بخدا اور بت پرست سمجھتے ہیں (اشعۃ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۴۰۲)" اور چونکہ حضرت شیخ محقق دہلوی گیارہویں صدی کے آغاز میں یہ ذکر کر رہے ہیں معلوم ہوا کہ ہزار سال تک اہل قبور اولیاء کرام سے استمداد و استعانت و روحانیت پر کسی نے اعتراض نہ کیا اور ایک ہزار سال تک امت مسلمہ کا کسی

عقیدے پر متفق رہنا اور اجماع کرنا سبیل المومنین ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے اور نعوذ باللہ من ذلک ایک ہزار سال تک امتِ مسلمہ کا گمراہی پر قائم رہنا ممکن ہے یہ فرمانِ رسول مقبول نبی مکرم نور مجسم صاحب قرآن ﷺ ہے اور سبیل المومنین یعنی مسلمانوں کے طے شدہ راستے سے بغاوت واخراج کی وعید قرآن پاک سے ملاحظہ فرمائیں۔

مَن يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۔ترجمہ: جو رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے راستے کے الٹ راستہ اختیار کرے اسے ہم ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ خود پھرے اور اسے جہنم میں پہنچائیں گے"

اور فرمان رسول کریم ﷺ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ بھی موجود ہے۔بہر حال حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تصریح فرمائی کہ اہل قبور اولیاء کرام کی استمداد واستعانت اور انکے سماع کلام ومعرفتِ زائرین کا انکار صرف گیارہویں صدی ہجری کی ابتداء میں اس سرزمین ہندوستان پر ایک قلیل ترین گروہ نے پہلی بار کیا اس کے بعد تیرہویں صدی کے آغاز میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کا فتنہ نجدِ عرب میں پیدا ہوا جس نے حجاز عرب میں غلبہ حاصل کر کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بے شمار مزاراتِ اقدس کو زمین بوس کر دیا اور ظلم کی انتہا کر دی۔قبورِ مومنین اولیاء کرام جنہیں نبی کریم ﷺ "رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ" فرماتے ہیں انہیں اصنام واحجار قرار دیا اور مزارات کی زیارت اور ان سے استمداد

استعانت کے حصول کے عقیدہ کو بت پرستی قرار دیا۔ علامہ شامی نے اس گروہ پر اپنی مشہور زمانہ کتاب ردالمختار جلد سوئم صفحہ ۴۲۷، ۴۲۸ میں پوری تفصیل بیان کی ہے اور دلائل سے ان پر خارجی ہونے کا فتویٰ لگایا۔

ہندوستان میں اسی نجدی مذکور کی ''کتاب التوحید'' کا ترجمہ اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان'' کے نام سے اردو میں کیا یہ کتاب ۱۹۲۰ء سے ۱۹۶۰ء تک ہندوستان پاکستان میں وہابیت کی تمام شاخوں اہلحدیث، دیوبندی جماعت، مودودی کے مدرسہ منصورہ نزد لاہور، تبلیغی جماعت اور نومولود الاخوان نامی جماعت نزد چکوال کے تمام مدارس میں عقائد کے طور پر طلباء کو سبقاً پڑھائی جانے لگی۔

یہ بات ہر ادنیٰ سمجھ والے سے بھی مخفی نہیں رہ سکتی کہ استمداد و استعانت اور توسل دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف منتقل ہونے والے حضرات سے صرف اسی صورت میں متصور ہو سکتا ہے جبکہ ان میں زائرین اور حاضرین بارگاہ کی معرفت تسلیم کر لی جائے اور ان کے سلام و کلام کا سماع وشعور مانا جائے یعنی سماع موتی ہی اصل مسئلہ ہے جو جمہور صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اور جمہور اہلسنّت کا متفقہ اور اجماعی مسلک رہا ہے اور آج بھی ہے اور جس پر احادیث صحیحہ صریحۃ الادلۃ جو کہ درجہِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں شاہد صادق اور دلیل ناطق ہیں۔ خود علامہ سید انور شاہ صاحب کاشمیری کی زبانی سنیں۔ فرماتے ہیں۔ وَالْاَحَادِیْثُ فِیْ سَمَاعِ الْاَمْوَاتِ قَدْ بَلَغَتْ مَبْلَغَ التَّوَاتُرِ۔ (فیض الباری جلد ثانی صفحہ ۴۶۷) ترجمہ: فوت شدگان کے سننے کی احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں''۔

دیوبندی وہابیہ کی وہ خطرناک ترین قسم ہے جس نے سماع موتی کے مسئلے پر تشکیک و تردد سے انکار تک کا فاصلہ تدریجاً طے کیا:۔ اس تدریجی سفر کی تفصیل کچھ اس طرح ہے حوالہ جات کچھ اس طرح ہے:۔

(1) پہلے نمبر پر دیوبندیہ نے سماع موتی کے مسئلے کو مختلف فیہ قرار دیا اور کہا کہ یہ ناقابل فیصلہ ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۸۷، ۱۰۰، ۹۴، ۶۰، ۷۰ پر لکھتے ہیں۔ "مسئلہ سماع موتی عہد صحابہ سے مختلف فیہ ہے اسکا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا"

(2) اسی طرح اشرف علی تھانوی۔ امداد الفتاویٰ جلد ۵ صفحہ ۳۷۷ پر لکھتے ہیں۔ "دونوں طرف اکابرین ہیں اور دلائل ہیں۔ ایسے اختلافی مسئلہ میں فیصلہ کون کر سکتا ہے؟۔"

(3) اب مولانا محمد قاسم نانونوی کی تحریر جمال قاسمی صفحہ ۹ سے پڑھیں:۔ "سماع اموات کے قصہ میں اول تو یہ معروضی ہے کہ یہ امر قدیم سے مختلف فیہ ہے دوسرے ضروریات دینی اور عقائد ضروریہ میں سے نہیں۔ علاوہ بریں طرفین میں بڑے بڑے اکابرین ہیں اگر ایک طرف میں بالکل ہو رہئے۔ تو کسی نہ کسی طرف والوں کو برا سمجھنا بڑے گا اس لئے اہل سلام کو یہ ضروری ہے کہ ایسے مسائل میں خواہ مخواہ ایسے پکے نہ ہو بیٹھیں کہ دوسری طرف کو بالکل باطل سمجھ لیں۔"

اور پھر کہا کہ یہ ناقابل فیصلہ مسئلہ ہے

☆ (2) قارئین! یہاں تک شک و تردد اور گومگو کی پالیسی تھی اب ہر طرف کے

اختیار کی تجویز اور ہر طرف صحیح ہونے کو دیکھیں ۔ یہ تشکیک و تردد سے سماع موتی کے انکار تک سفر کی دوسری منزل ہے

(1) اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں

''غرض اس طرح جانیں کہ اس میں کلام طویل ہے اور دونوں شقوں میں وسعت ہے''۔(الکشف صفحہ ۴۲۷ از اشرف علی تھانوی)

☆(2) مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:۔

''یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہ ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا تلقین کرنا بعد دفن کے اسی پر ہی مبنی ہے جس پر عمل کرے درست ہے''۔(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۸۷، از رشید احمد گنگوہی)

☆(3) حضرات! اب اس سفر کی تیسری ایمان سوز منزل شروع ہو رہی ہے وہ اس طرح کہ درحقیقت تقویۃ الایمان کے عقائد کو سچ ثابت کرنا بھی دیوبندیوں کی بہت بڑی ضرورت تھی جو سوائے سماع موتی کے انکار کے ممکن نہیں کیونکہ تقویۃ الایمان میں درج عقائد کا سارا دارومدار ہی اس بات پر ہے کہ اہل قبور بشمول حضور پُرنور نبی کریم ﷺ سب مر کر مٹی میں مل گئے ہیں اور اب اہل اسلام جو قبور اولیاء کرام یا مدینہ طیبہ روضہ نبوی پر جاتے ہیں یہ سب نعوذ باللہ اصنام و احجار اور اوثان کے پاس جاتے ہیں۔ یعنی صرف پتھروں کے پاس جاتے ہیں اس لئے قبورِ انبیاء و اولیاء پر جانے والے تمام لوگ مشرک ہیں۔ اس سے بتوں والی تمام آیات کو اہل اللہ اہل قبور پر چسپاں کرنے کا تمام راستہ بھی ہموار ہو جاتا ہے۔ پس یہ وہ ''تقویۃ

الایمانی'' عقائد تھے کہ جنہیں ثابت کرنے کے مقاصد کے پس پردہ سماع موتی کے مسئلے پر دیوبندیوں نے ایک عجیب ڈھنگ اختیار کیا انہوں نے عوام کے اعتقاد میں ایک غلط فہمی فرض کی کہ وہ انبیاء واولیاء کو متصرف حقیقی اور مستقل فی الامور سمجھتے ہیں جبکہ جاہل سے جاہل مسلمان بھی متصرف حقیقی اور مستقل فی الامور صرف اللہ رب العزت کو مانتے ہیں اور انبیاء واولیاء کا باذن اللہ اور بہ عطائے الٰہی تصرف مانتے ہیں جو وہابیہ کے نصیبوں میں نہیں اور اس مفروضے کی بناء پر انکارِ سماع کو واجب قرار دینے کی خود ساختہ شریعت ایجاد کی گئی۔ ملاحظہ ہو کہ جب مولانا اشرف علی تھانوی نے تشکیک۔ مختلف فیہ ہونے اور نا قابل فیصلہ ہونے کے تمام فاصلے طے کر لئے تو اب صاف صاف لکھ دیا۔

''البتہ عوام کا سا اعتقادِ اثبات کہ ان کو حاضر و ناظر متصرف مستقل فی الامور سمجھتے ہیں یہ صریح ضلالت ہے اگر اس کی اصلاح بدون انکار سماع نہ ہو سکے تو انکارِ سماع واجب ہے'' (التکشف صفحہ ۴۲۷، از اشرف علی تھانوی)

اور چونکہ یہ شرط اور ضرورت باتفاق اکابر واصاغر دیوبند اس وقت موجود ہے تو انکارِ سماع واجب وفرض ہوگیا''۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰالِکَ۔ افسوس کہ اشرف علی تھانوی اور تمام دیوبندیوں کو ایک فرض کی ہوئی غلط فہمی کی اصلاح کا کوئی اور راستہ نظر نہ آیا اور قارئین! یقین جانیں کہ وہابیہ کی خود ساختہ شریعت میں تمام مسائل کا استنباط اسی طریقے سے ہوتا ہے مثلاً وہ یہ سمجھتے ہیں کہ (1) یہ مصلحت مفروضہ مذکورہ بالا مدنظر رکھ کر سماعِ کا موتی کا انکار واجب کیا جا سکتا ہے

۔(2) تو اسی طرح قیامت کے دن شفاعت کا انکار بھی لازم ہے۔ کیونکہ اس سے لوگ گناہوں پر دلیر ہو جائیں گے۔ (3) اسی طرح زندہ لوگوں کے صدقات اور دعوات سے اموات کو نفع پہنچنے کا انکار بھی لازم ہے کیونکہ اس اعتقاد سے عمل میں کوتاہی پیدا ہوتی ہے اور ورثاء واغیار کی امداد پر بھروسہ کر کے لوگ خود سعی عمل سے گریز کرنے لگتے ہیں۔ ''دیوبندیہ کا سماع موتی کا انکار'' کیا جہالت والحاد نہیں ؟ قارئین! مذکورہ بالا طرز فکر کی بناء پر بے شمار طے شدہ مسائل سے انحراف وہابیہ دیوبندیہ کی اسی سوچ کا نتیجہ ہے اب انکارِ سماع موتی تک کا سفر دیوبندی وہابی طے کر آئے جبکہ قرآن وحدیث کے صریح دلائل سماع موتی کے مسئلے میں اتنے ظاہر و باہر تھے کہ انکا انکار صریح گمراہی ہے۔ یہ تو ہر عامی بھی تسلیم کرے گا کہ کم ازکم ہندو پاک کے وہابیوں سے زیادہ محتاط اور پاسبانِ عقیدۂ توحید حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی ہیں۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی سماع موتی کے منکر کو اشعۃ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۴۰۱ پر جاہل باخبار و منکر دین'' یعنی ''احادیث سے بے خبر اور دین کا منکر بتاتے ہیں'' اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سماع موتی کا مسئلہ تفصیلاً لکھنے کے بعد آخر پہ فرماتے ہیں:۔

''بالجملہ انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن او شبہ نیست'' (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۹۱، ۹۲)۔ ترجمہ: خلاصہ کلام یہ کہ اموات واہل قبور سے شعور و ادراک کا انکار کرنا بالفرض کفر نہ ہو تو اس کے الحاد و بے دینی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا''

☆ (4) چوتھی اور آخری منزل کفر صریح کا ارتکاب:

قارئین! وہابیوں دیوبندیوں نے جب انکار سماع موتی کر لیا تو اب الحاد، بے دینی، بے ایمانی حتی کہ بارگاہ نبوی ﷺ تک ان کا مذاق واستہزا کی جسارت کرنا اور کفر صریح کا مرتکب ہونا ملاحظہ فرمائیں، نقل کفر کفر نباشد، لکھتے ہیں۔ (بحوالہ جلاء الصدور)

لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ ﷺ یَسْمَعُ قَوْلَ امْرَأَۃٍ وَاقِفَۃٍ عَلٰی بَابِ الْحُجْرَۃِ الشَّرِیْفَۃِ حِیْنَ کَانَ فِی الْاَحْیَاءِ فَکَیْفَ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ ترجمہ: نبی ﷺ زندگی میں اس عورت کی کلام کو نہیں سن سکتے تھے جو حجرہ مبارکہ کے دروازہ پر کھڑی ہوتی تھی تو وفات کے بعد سن سکنے کا کیا امکان؟

میت کی حیاتِ برزخی پر قرآن مجید سے چھ دلائل

(۱) مِمَّا خَطِیْئٰتِھِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا۔ ترجمہ: مخالفین نوح علیہ السلام اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کئے گئے اور فوراً آگ میں داخل کئے گئے۔

(۲) اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَّ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ''ترجمہ:۔ وہ فرعونی صبح و شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا کہ فرعونیوں کو شدید ترین عذاب میں داخل کردو۔

(۳) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا

تشعرون ۔ ترجمہ:۔ اور اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور تم شعور نہیں رکھتے۔

(۴) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۔ ترجمہ:۔ اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ گمان بھی نہ کرو وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں سے انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔

(۵) وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا ، اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۔ ترجمہ:۔ اور اے محبوب یہ سوال کریں ان رسولوں سے جنہیں ہم سے پہلے بھیجا کہ ”کیا ہم نے رب رحمٰن کے علاوہ ایسے معبود بنائے ہیں جو قابل عبادت ہوں؟“

(٦) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۔ ترجمہ:۔ جس مرد یا عورت نے عمل نیک کئے بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے ضرور بالضرور اس زندگی سے بہتر حیاتِ طیبہ عطا کریں گے۔

قارئین! آیت نمبر 1 ۔ میں قوم نوح کے غرق ہونے کا ذکر ہے۔ ان کی قبریں نہیں بنیں لیکن حیات برزخی شروع ہے اور فرمایا اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۔ یعنی غرق ہوتے ہی انہیں آگ میں داخل کر دیا گیا۔ اسی طرح فرعونی بھی بیچ دریا غرق ہوئے قبریں موجود نہیں لیکن فرمایا صبح و شام انہیں آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اگر برزخ میں حیات نہیں۔ تو عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آیت نمبر 3 اور آیت نمبر 4 میں شہداء کو زبان سے مردہ نہ کہنے بلکہ مردہ گمان بھی نہ کرنے کا حکم ہے بلکہ

ان کو رزق دیئے جانے کی نص قطعی ان آیات میں موجود ہے۔ کیا رزق زندگی کے بغیر متصور ہے؟ شہداء کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے باوجود اللہ انہیں زندہ فرما رہا ہے معلوم ہوا۔ زندگی خدا بخشتا ہے اور اس نے شہداء کو زندگی دی ہے اس کا منکر کافر ہے کیونکہ وہ قرآن کا منکر ہے۔ آیت نمبر 5 میں سابقہ تمام وصال شدہ انبیاء سے سرکار دو عالم ﷺ کو سوال کرنے کا حکم ہو رہا ہے؟ معلوم ہوا وصال شدہ انبیاء کرام سے سوال کیا جا سکتا ہے اور وہ جواب بھی دیتے ہیں ورنہ حضور اقدس ﷺ کا سوال کرنا بے معنی ہوگا اور آیت نمبر 6 میں ہر صالح مسلمان کو بعد از وصال حیاتِ طیبہ یعنی اس دنیا سے کہیں بہتر اور ہر لحاظ سے بہتر زندگی کا وعدہ ہے اور اس بہتر زندگی میں سماع بھی شامل ہے۔

احادیث سماع اہل قبور

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ بدر کے کنویں میں پھینکے ہوئے مقتولین کفار پر جا کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا "هَلْ وَجَدْتُم مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا" کیا تم نے اپنے رب کے وعدہ کو سچ پالیا ہے؟" تو آپ ﷺ سے عرض کیا گیا "قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تُكَلِّمُ اَجْسَادًا لَا اَرْوَاحَ فِيْهَا قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ" ترجمہ:۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے خالی جسموں سے کیسی گفتگو فرما رہے ہیں کہ جن میں ارواح نہیں ہیں تو حضور سید

عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو میں نے ان سے کہا وہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو''۔ (بخاری شریف مع فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۴۰۷، مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۸۷)

قارئین! یہاں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا فر مردے میں بھی ادراک وشعور اور فہم وسماع ثابت ہے۔ ان کافر مردوں نے حضور سید عالم ﷺ کے فرمان کو ویسے ہی سنا جیسے موجود صحابہ کرام نے سنا۔

(۲) امام مسلم حضرت قتادہ سے راوی ہیں ''قَالَ اِنَّ الْمَیِّتَ اِذَا وُضِعَ فِی قَبْرِہٖ اِنَّہٗ لَیَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِھِمْ اِذَا نَصَرَفُوْا (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۸۶) ترجمہ:۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو بے شک وہ مردہ واپس لوٹنے والوں کی جوتوں کی آہٹ کو بھی سنتا ہے۔

قارئین! یہی فرمان رسول پاک ﷺ امام بخاری حضرت انس سے اور امام ابو داؤد نے حضرت براء بن عازب سے روایت فرمایا ہے۔ صحاح کی تین کتب سے یہ حدیث پاک میت کے سماع میں قطعی نص ہے، زندہ آدمی بسا اوقات شاید اتنی ہلکی آواز نہ سن سکے لیکن برزخ میں روح انسانی کا بدن سے تعلق مزید مضبوط ہونے سے وہ پہلے سے زیادہ اب سننے پر قادر ہو گیا باوجود اس کے کہ اس پر کئی من مٹی موجود ہے۔ اب سماع موتی میں کوئی منکر حدیث ہی شک کر سکتا ہے؟ یہ بھی واضح رہے کہ اس حدیث میں میت کے مسلمان کافر ہونے کی کوئی تخصیص نہیں بلا تفریق ہر میت پلٹنے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔

(۳) لَمَّا تُوُفِّیَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ بِالْحُبْشِیِّ فَحُمِلَ اِلٰی مَکَّۃَ

فدفن بها فلما قدمت عائشة اتت قبر بن ابی بکر قالت . "واللہ لو حضرتک مادفنت الاحیث مت " (ترمذی شریف بحوالہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۹)۔ ترجمہ:۔ جب حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حبشہ میں وصال ہوا تو انہیں مکہ لاکر دفن کیا گیا جب حضرت عائشہ مکہ تشریف لائیں تو اپنے بھائی کی قبر پر تشریف لے گئیں (بھائی سے فراق کے غم میں اسے مخاطب کر کے کچھ اشعار پڑھے) پھر فرمایا "خدا کی قسم! تمہاری وفات کے وقت میں موجود ہوتی تو تم جہاں فوت ہوئے تھے تمہیں وہیں دفن کرتی" (ترمذی شریف بحوالہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۹)

(۴) قَالَ کَسْرُ عَظْمِ الْمَیِّتِ کَکَسْرِہٖ حَیًّا (مالک ابوداؤد، ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۴۹) ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کی ہڈی توڑنا ایسے ہی ہے جیسے کہ زندہ کی ہڈی توڑنا۔

(۵) حرف یا سے قبر والے کو سلام سنتِ نبوی ہے "عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ مَرَّ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِیْنَۃِ فَاَقْبَلَ عَلَیْھِمْ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ (ترمذی شریف) حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں کچھ قبروں کے پاس سے گذرے تو آپ نے ان قبروں کی طرف چہرہ مبارک کا رخ کیا اور فرمایا "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ" ترجمہ: اے اہل قبور تم پر سلام ہو"

(۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی میری باری

آتی ہر اس رات کے آخری حصہ میں حضور ﷺ جنت البقیع کی طرف تشریف لے جاتے۔ فَیَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ ..... الخ۔ ترجمہ:۔ "پس فرماتے سلام ہو تم پر اے قوم مومنین"! پھر فرماتے "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ الْبَقِیْعِ الْغَرْقَدِ" ترجمہ۔ اے اللہ اہل بقیع غرقد کی مغفرت فرما"

(مسلم شریف، مشکوۃ شریف صفحہ ۱۵۴)

(۷) طبرانی نے اوسط میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حاکم و بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا کہ نبی کریم ﷺ جب احد شریف سے واپس لوٹے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے مزارات پر تشریف لے گئے اور فرمایا اَشْھَدُ اَنَّکُمْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ اللّٰہِ فَزُوْرُوْھُمْ وَسَلِّمُوْا عَلَیْھِمْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُسَلِّمُ عَلَیْھِمْ اَحَدٌ اِلَّا رَدُّوْا عَلَیْہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (شرح الصدور صفحہ ۸۵، از علامہ جلال الدین سیوطی) ترجمہ:۔ فرمایا "میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سب اپنے اللہ کے ہاں زندہ ہو۔ پس ان کی زیارت کو آیا کرو اور ان پر سلام بھیجا کرو۔ مجھے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو شخص بھی قیامت تک انہیں سلام دے گا یہ شہداء اس کا جواب دیں گے۔

(شرح الصدور صفحہ ۸۵)

احادیث بالا سے ثابت شدہ امور:۔

حدیث نمبر ا متفق علیہ ہے اور اس سے کافر مردے کا سماع بھی ثابت ہے۔ حدیث نمبر 2 میں بھی مسلم و غیر مسلم میت کی تخصیص کے بغیر حکم ہے کہ وہ اپنی قبور سے واپس لوٹنے والوں کے جوتوں کی آواز تک سنتے ہیں اور یہ بخاری مسلم اور ابوداؤد تینوں کتب حدیث میں موجود ہے جس کا انکار ہرگز ممکن نہیں۔ حدیث نمبر 3 میں حضور ام المومنین کا بھائی کی قبر پر جانا اور ان سے زندوں کی طرح کلام کرنا حیات و سماع موتی پر آپ کے عقیدہ کا واضح اظہار ہے۔ حدیث نمبر 4 میں واضح طور پر تکلیف دینے میں زندہ و مردہ کو برابر قرار دیا گیا ہے۔ حدیث نمبر 5 میں خود رسول اللہ ﷺ کا قبر کی طرف چہرہ کرنا اور حرف یا سے انہیں پکارنا اور سلام کہنا سنت عمومی ہے کہ جس پر پوری امت کا عمل ہے۔ حدیث نمبر 6 خاص اوقات فضیلت اور قبولیت دعا میں قبرستان جانا۔ انہیں سلام کہنا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرنا سنت سے ثابت ہے اور حدیث نمبر 7 میں مسلمان میت کا زائرین کو جواب دینا ثابت ہوا۔ اگر خلاصہ کے طور پر یوں کہیں کہ مسلک اہل سنت سماع اہل قبور کے بارے میں مکمل طور پر ان احادیث سے ثابت ہے تو یہ عین حقیقت کا اظہار ہوگا ۔الحمدللہ رب العالمین۔

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی سے غلط استدلال اور اس کا جواب

سماع موتی کے منکرین سورہ نمل ۸۰، ۸۱، سورہ روم :۵۱، ۵۲، اور سورہ فاطر :۲۲ سے استدلال کرتے ہیں۔ پ ۲۰، ر ۲، سورہ نمل: ۸۰، ۸۱، اور پ ۲۱، ر ۸، سورہ روم:

۵۱،۵۲ دونوں مقام پر آیات (صرف ایک دو حروف کے ساتھ) بالکل ایک جیسی ہیں جو یہ ہیں

(۱) اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ وَمَآ اَنْتَ بِھٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِھِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ (سورہ نمل: ۸۰،۸۱) ترجمہ:۔ بے شک آپ مردہ کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکارنا سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ دے کر پھریں اور نہ آپ اندھوں کو انکی گمراہی سے ہدایت دے سکتے ہیں آپ تو صرف انہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پس وہی سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔

(2) وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۔ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ ۔ (پ۲۲،ر۱۵، فاطر:۲۲)۔ ترجمہ:۔ اور زندے اور مردے برابر نہیں۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور نہیں آپ کے سنائے سنتے جو قبروں میں ہیں۔ آپ تو صرف ڈر سنانے والے ہیں۔

قارئین! یہ وہ آیات مبارکہ ہیں جن سے نفی سماعِ موتی پر کچھ لوگ غلط استدلال کرتے ہیں۔ اور قبروں پر جا کر عرض معروض کرنے کو ان آیات سے متعارض سمجھ کر زائرین اولیاء پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں جبکہ ہم نے اوپر قرآن مجید سے چھ آیات بینات پیش کیں جن سے حیاتِ قبر و برزخ روزِ روشن کی طرح واضح ہے پھر صحاح ستہ سے احادیث مبارکہ پیش کیں کہ جن سے سماعِ موتی کا انکار ممکن ہی نہیں۔

قرآن مجید منزل من اللہ ہے۔ان آیات مبارکہ میں کچھ الفاظ قرآن مجید کی مخصوص اصطلاحات کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔

مثلاً (1) پہلی آیت میں موتی سے قرآن مجید کی مراد کفار ہیں۔ جو زندہ چلتے پھرتے ہیں لیکن اللہ انہیں مردے ارشاد فرماتا ہے۔

(2) صم یعنی بہرے سے بھی کفار مراد ہیں جو کلام ہدایت سننے سے عاری ہو چکے ہیں۔

(3) عمی سے مراد دل کے اندھے ہیں۔اسکی وضاحت اگلے الفاظ عن ضلالتھم کر رہے ہیں۔

سورہ نمل اور سورہ روم کی محولہ بالا آیت مبارکہ میں درج بالا تین اصطلاحات پیش نظر رہنی چاہیئں ۔ ویسے بھی سوچیں کہ پہلی آیت کے آخر میں الفاظ ہیں ۔ اذا ولوا مدبرین تو کیا کبھی مردوں کو بھی پیٹھ پھیر کر مڑتے ہوئے دیکھا گیا ہے؟

(4) سورہ فاطر کی اوپر درج کردہ آیت میں احیاء اور اموات بھی مخصوص اصطلاحات میں شہید کے موتی ہونے میں کوئی شبہ نہیں لیکن قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے کہ انہیں اموات نہ کہو۔ بل احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں لہٰذا یہاں بھی اموات سے مراد کفار اور احیاء سے مراد مسلمان ہیں۔

اہلسنت کی تمام تفاسیر بیضاوی، کبیر و ابوسعود و مدارک و خزائن العرفان میں اور غیر مقلدین کی تفسیر مصنفہ حافظ صلاح الدین یوسف مطبوعہ سعودیہ میں بھی ان آیات بینات کی یہی شرح کی گئی ہے کہ ان آیات میں مردوں سے مراد کفار ہیں اور ان

سے پند وموعظت اور کلام ہدایت بہ سمع قبول سننے کی نفی کی گئی ہے چونکہ وہ مردہ دل ہیں اس لیے نصیحت سے نفع نہیں اٹھاتے ان کے مقابل ان آیات میں ہی اہل ایمان کے سننے کی بھی تصریح ہے کہ جن کے پاس سمجھنے والے دل ہیں اور جو علم الٰہی میں سعادتِ ایمان سے بہرہ اندوز ہونے والے ہیں یہ ہی ان آیات مبارکہ کے معانی ہیں جو خود اللہ کریم کی مراد ہیں اور تمام مفسرین متقدمین نے جنہیں بیان کیا ہے۔ ان آیات کے معانی یہ بتانا کہ مردے نہیں سنتے بالکل غلط ہے صحیح احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے اور خود ان آیات میں بھی اہل ایمان کے سننے کا انکار تو ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ **ان تسمع الا من یومن بایاتنا** کے الفاظ کی نص قطعی موجود ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے قلم سے انک لا تسمع الموتیٰ کے تین مختصر مگر انتہائی مدلل جواب

"**فاقول و باللہ استعین** ۔جواب اول: آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے نہ نفی سماع۔ نظیر اس کی آیہ کریمہ **انک لا تھدی من احببت** ہے اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا **ولکن اللہ یھدی من یشاء** یعنی لوگوں کو ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے یوہیں یہاں بھی ارشاد ہوا۔ **ان اللہ یسمع من یشاء** وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سننا تمہاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے الایۃ من قبیل انک لا تھدی

من احببت ۔ جواب دوم: نفی سماع ہی مانو تو یہاں سماع قطعاً بمعنی سماع قبول و انتفاع ہے باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے وہ میری نہیں سنتا کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی بلکہ صاف یہی مقصود کہ سنتا تو ہے مانتا نہیں اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا۔ آیۂ کریمہ میں اسی معنی کے ارادے پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیۂ کریمہ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے اللہ عزوجل اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ تم نہیں سناتے مگر انہیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں اور بہت ظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کرنے کا وقت یہی زندگی دنیا ہے مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے پھر اس سے کیا کلام۔ تو یہ حاصل ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھایئے نہیں مانتے علامہ حلبی نے سیرۃ انسان العیون میں فرمایا۔ اَلسَّمَاعُ الْمَنْفِیُّ فِی الْاٰیَۃِ بِمَعْنَی السَّمَاعِ النَّافِعِ ۔ یعنی آیت میں جس سننے کی نفی ہے اس سے نفع بخش سماع مراد ہے۔ امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیرِ آیت سورہ فاطر فرمایا شَبَّھَہَ الْکُفَّارَ بِالْمَوْتٰی حَیْثُ لَا یَنْتَفِعُوْنَ بِمَسْمُوْعِھِمْ ۔ ترجمہ:۔ یہاں کفار کو موتی سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ مردے کی طرح انہیں بھی سننا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا۔ اَلنَّفْیُ مُنْتَصَبٌ عَلٰی نَفْیِ النَّفْعِ لَا عَلٰی مُطْلَقِ السَّمْعِ

ترجمہ:۔ یہ نفی نفع کی نفی کا معنی دیتا ہے نہ کہ سننے پر مطلع ہونے کی نفی کا۔ جواب سو
:مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے؟ موتی سے۔ موتی کون ہیں۔ ابدان کہ رو
کبھی مرتی ہی نہیں اہلسنّت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔ ہاں کس سے نفی فر
ہے۔ من فی القبور سے یعنی جو قبر میں ہے قبر میں کون ہے جسم کہ روحیں تو علیین یا
جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہا مقامات عزو اکرام میں ہیں جس طرح ارواح
کفار سجین یا نار یا چاہ وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت وآلام میں۔ امام علامہ سبکی
شفاء السقام میں فرماتے ہیں۔ لَا تُدَّعٰی اَنَّ الْمَوْصُوْفَ بِالْمَوْتِ مَوْصُوْفٌ
بِالسَّمَاعِ اِنَّمَا السَّمَاعُ بَعْدَ الْمَوْتِ لِحَیٍّ وَّھُوَ الرُّوْحُ۔ شاہ عبدالقادر
صاحب برادر شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیر آیت وما انت بمسمع من
فی القبور۔ فرماتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کر وہ سنتے ہیں
بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے
اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سن سکتا ہے۔ (حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات
صفحہ ۳۳ تا ۳۵، تصنیف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ)

سماع موتی پر دیوبندیوں کے کچھ حوالہ جات

☆ (1) ''فرمایا کہ آیت اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی میں نفی سماع حواس خمسہ
ظاہرہ سے مراد ہے نہ مطلقاً اسماع اور استماع موتی حواس باطنیہ سے پیغمبروں و
اولیائے کرام کو ممکن ہے جیسا کہ حدیث قلیب میں مصرح ہے'' (صفحہ ۹۶، امداد

المشتاق، صفحہ ۲۲۹، افاضاتِ یومیہ، حصہ ششم از تھانوی)

☆ (2) ''سماعِ انبیاء کرام علیہم السلام بعد وفات زیادہ تر قرینِ قیاس ہے اور اسی لیے ان کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے ایامِ حیات میں احیاء کی زیارت ہوا کرتی ہے''۔ (جمال قاسمی صفحہ ۱۵)

☆ (3) ''محمد قاسم صاحب نانوتوی سماعِ اولیاء اللہ کے قائل تھے۔۔ قاری محمد طیب صاحب کہتے ہیں کہ ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہی مسلک ہے کہ سماعِ موتی ثابت ہے'' (سوانحِ قاسمی صفحہ ۲۹، ۳۳)

☆ (4) ''اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں ہے، صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے، فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا، فرمایا حضرت صاحب نے کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا جو حالتِ حیات میں اٹھایا تھا'' (امداد المشتاق صفحہ ۱۱۳، از تھانوی)

☆ (5) ''تھانوی صاحب نے فرمایا فقہاء نے لکھا ہے کہ مردہ کے پاس جب اس کی قبر پر جائے تو وہی معاملہ کرے جو معاملہ کہ اس کی زندگی میں اس کے ساتھ کرتا۔ یعنی مردہ کا ادب بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ زندہ کا۔۔۔ میت کا ادب بعد موت بھی وہی ہے جو اس کی زندگی میں تھا'' (افاضاتِ یومیہ، حصہ ہفتم، صفحہ ۴۲۰)

☆ (6) نیز مرید کو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہیے کہ شیخ کی روح کسی خاص جگہ میں مقید و محدود نہیں ہے، مرید جہاں بھی ہوگا، خواہ قریب ہو یا بعید تو گویا شیخ کے جسم سے دور ہے لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں، جب اس امر کو پختہ یقین سے

جان لے گا اور ہر وقت شیخ کو یاد رکھے گا تو ربطِ قلب پیدا ہو جائے گا اور ہر دم استفادہ ہوتا رہے گا اور مرید کو کسی واقعے میں شیخ کی حاجت پیش آئے تو (ربطِ قلب کی وجہ) سے شیخ کو قلب میں موجود مان کر زبان حال سے سوال کرے)

☆(7) ''اور جاننا چاہیے کہ بعض اولیاء اللہ سے بعد انتقال کے بھی تصرفات اور خوارق (کرامات) سرزد ہوتے ہیں اور یہ امر معنی حد تواتر تک پہنچ گیا ہے''۔ (بوادر النوادر صفحہ ۸۰، از اشرفعلی تھانوی۔ التکشف صفحہ ۴۵، از تھانوی مطبوعہ سجاد پبلشرز لاہور)

☆(8) ''شیخ جب قرافہ (قبرستان) کی زیارت کو تشریف لے جاتے، اہل قبور کو سلام کرتے اور اہل قبور ایسی آواز سے جواب دیتے کہ ساتھ کے لوگ سن لیتے تھے۔۔۔آپ کی قبر برکتوں میں مشہور ہے اور لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں'' (جمال الاولیاء جلد ا صفحہ ۱۶۸، النور، بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ، از اشرف علی تھانوی، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون)

☆(9) ''بات یہ ہے کہ جب کوئی کامل اس دنیا سے گزر جاتا ہے تو عوام یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بزرگ دنیا سے نابود ہو گئے، حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس موت کے بعد اس کامل کا وجود عرض و جوہر کے مرکب سے نکل کر سرتاپا جوہر ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ اپنے کمال میں اور قوی تر ہو جاتا ہے'' فیوض الحرمین (اردو) صفحہ ۱۴۴، از حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی)

☆(10) ''محمد بن ابی بکر الحکمی کی کرامتوں میں یہ بھی ہے جو امام یافعی کی

روایت ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں رہنے کے واسطے آیا تھا مگر ان کی وفات ہو چکی تھی، آپ قبر سے نکلے اور اسے بیعت کر لیا“ (جمال الاولیاء جلد ا صفحہ ۱۰۶)

☆(11) ”یہی نہیں کہ برزخ والے دنیا کے لوگوں کے کسی عمل کی اپنے تک پہنچنے کی تصدیق ہی کر دیتے ہیں بلکہ دنیا و برزخ کا رشتہ ایسا قائم ہے کہ برزخ والے دنیا والوں کو واقعات کی نشاندہی کے ساتھ ان کے بارہ میں ہدایت بھی دیتے ہیں کہ تم ایسا کرو“۔ (عالم برزخ صفحہ ۳۴)

طلبِ دعا میں اہل قبور ہی سے شرک کیوں اور زندوں سے دعا کروانے سے شرک کیوں نہیں ہوتا؟

فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں

”یہاں ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو بات شرک ہے اس کے حکم میں احیاء و اموات وانس وجن وملک وغیرہم تمام مخلوق الٰہی یکساں ہیں کہ غیر خدا کوئی ہو خدا کا شریک نہیں ہو سکتا تو امور شرک میں حیات وموت سے تفرقہ جیسا کہ اس طائفہ جدیدہ کا شیوہ قدیمہ ہے دائرہ عقل وشرع دونوں سے باہر۔ کیا زندے خدا کے شریک ہو سکتے ہیں صرف شرکت اموات ہی ممنوع ہے؟ حلال نہیں تو مردے زندے کسی کی حلال نہیں یو ہیں اگر طلب دعا میں شرک ہو تو ہر گز یہ حکم فقط اموات سے خاص نہ ہو گا بلکہ یقیناً احیا سے دعا کرانی بھی حرام ٹھہرے گی کہ خدا کا شریک نہ ہو سکنے میں زندے مردے سب ایک۔ (حیات الموات صفحہ ۲۷، از اعلیٰ حضرت بریلوی)

باب پنجم

معمولات اہل سنت و جماعت کا ثبوت اور ان پر اوہام شرک کا رد بلیغ

(1)

قدم بوسی یا دست بوسی شرک نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم . الحمد للہ رب العالمین . والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم امابعد ۔

(1) قال فدنونا فقبلنا یدہ فقال انا فئۃ المسلمین :ترجمہ: حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم قریب آئے اور آقا ﷺ کے دست اقدس کو بوسہ دیا تو آپ نے فرمایا میں مسلمانوں کی پناہ گاہ ہوں (مترجم ابوداؤد جلد۲ صفحہ۳۲۴)

(2) عَن ابنِ عمرَ قالَ قبلنا یدَ النبیِّ ﷺ (ابن ماجہ مترجم جلد۲ صفحہ۴۰۴)
ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی پاک ﷺ کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔

(3) عَن صَفوانَ بن عسالٍ اَنَّ قوماً مِن الیُھودِ قبلوا یدَ النبیِّ ﷺ ورجلیہ ۔ترجمہ حضرت صفوان بن عسال سے مروی ہے کہ یہود کے ایک گروہ نے حضور نبی پاک ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومے (ترمذی جلد۲ صفحہ ۹۸، مترجم ابن

ماجہ جلد دوئم صفحہ ۴۰۴، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

(4) عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَھُوَ مَیِّتٌ ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کی میت کو بوسہ دیا۔

(ترمذی مترجم جلد ا صفحہ ۵۱۰)

(5) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اَنَّ اَبَابَکْرٍ قَبَّلَ النَّبِیَّ ﷺ وَھُوَ مَیِّتٌ ۔ترجمہ: حضرت عائشہ راوی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد وصال پاک نبی پاک ﷺ کو بوسہ دیا (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰہ جلد ا صفحہ ۳۴۵ مترجم)

(6) قَالَ ثَابِتٌ لِاَنَسٍ اَمَسَسْتَ النَّبِیَّ ﷺ بِیَدِکَ قَالَ نَعَمْ فَقَبَّلَھَا۔ ترجمہ: حضرت ثابت حضرت انس سے پوچھتے ہیں کیا تمہارے ہاتھوں نے نبی پاک ﷺ کے ہاتھ مبارک کو مس کیا ہے انہوں نے فرمایا ہاں تو انہوں نے حضرت انس کے ہاتھوں کو بوسہ دے دیا۔ (ادب المفرد للبخاری صفحہ ۱۹۴)

(7) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک عورت حضور اقدس ﷺ کی خدمت پاک میں آئی۔ فَلَمَّا رَاَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ طَرَحَتْہُ وَاَقْبَلَتْ فَقَبَّلَتْ رِجْلَیْہِ۔ ترجمہ: جونہی زیارت کی سامان پھینکا آگے بڑھی اور سرکار کے دونوں پاؤں مبارکوں کو بوسہ دے لیا (البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۱۶۷)

قارئین! محبت کا تقاضا چومنے پر مجبور کرتا ہے کیونکہ کریم آقا امت کی یاد میں رہے امتی کو چاہیے ہر وقت آپ کی یاد میں رہے۔ کاش کبھی محبت سے احوالِ مصطفیٰ کریم

رؤوف ورحیم ﷺ پڑھے ہوتے حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کی دلدوز دعاؤں اور امت کو بخشوانا اس حدیث سے ملاحظہ فرمائیں۔ یہ حدیث مبارک مترجم ابن ماجہ جلد دوئم صفحہ ۲۳۰، ابواب المناسک باب الدعا بعرفۃ) سے پیش خدمت ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ دَعَا لِاُمَّتِہٖ عَشِیَّۃَ عَرَفَۃَ بِالْمَغْفِرَۃِ فَاُجِیْبَ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَھُمْ مَا خَلَا الظَّالِمَ فَاِنِّیْ اٰخُذُ لِلْمَظْلُوْمِ مِنْہُ قَالَ اَیْ رَبِّ اِنْ شِئْتَ اَعْطَیْتَ الْمَظْلُوْمَ الْجَنَّۃَ وَغَفَرْتَ لِلظَّالِمِ فَلَمْ یُجَبْ عَشِیَّۃً فَلَمَّا اَصْبَحَ بِالْمُزْدَلِفَۃِ. اَعَادَ الدُّعَاءَ فَاُجِیْبَ اِلٰی مَا سَاَلَ قَالَ فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَوْ قَالَ تَبَسَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اِنَّ ھٰذِہٖ لَسَاعَۃٌ مَا کُنْتَ تَضْحَکُ فِیْھَا فَمَا الَّذِیْ اَضْحَکَکَ اَضْحَکَ اللّٰہُ قَالَ اِنَّ عَدُوَّ اللّٰہِ اِبْلِیْسَ لَمَّا عَلِمَ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ قَدِ اسْتَجَابَ دُعَآئِیْ وَغَفَرَ لِاُمَّتِیْ اَخَذَ التُّرَابَ فَجَعَلَ یَحْثُوْ عَلٰی رَاْسِہٖ وَیَدْعُوْ بِالْوَیْلِ وَالثُّبُوْرِ فَاَضْحَکَنِیْ مَا رَاَیْتُ مِنْ جَزَعِہٖ ۔ ترجمہ: صحابہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے عرفہ کی شام کو اپنی امت کے واسطے بخشش کی دعا کی تو آپ کی دعا قبول کی گئی؛ لیکن حکم ہوا کہ میں ظالم کو نہیں چھوڑوں گا اور مظلوم کے بدلے کیلئے اس کی گرفت کروں گا حضور سید عالم ﷺ نے اپنے اللہ کے حضور عرض کی اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت دیدے اور ظالم کو معاف کر دے تو شام تک اس دعا کی قبولیت نہ ہوئی مزدلفہ کی صبح کو آپ نے پھر یہی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی نبی کریم ﷺ ہنسنے لگے ابوبکر وعمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما نے عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں خدا آپ کو ہنستا رکھے اس مقام پر ہم نے کبھی آپ کو ہنستے نہیں دیکھا آپ نے فرمایا اللہ کے دشمن ابلیس کو جب علم ہوا کہ خدا نے میری دعا قبول کی اور میری امت کی مغفرت کی تو اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا اور چیخنے لگا تو مجھے اس کے چیخنے چلانے نے ہنسا دیا۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۰)

(8) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے حضور سید عالم ﷺ سے معجزہ طلب کیا آپ نے فرمایا جاؤ سامنے اس درخت سے کہو کہ تجھے اللہ کے رسول بلا رہے ہیں۔ اعرابی گئے پیغام دیا درخت دائیں بائیں آگے پیچھے جھکا زمین کھودتا اپنی جڑوں کو ساتھ کھینچتا خاک اڑاتا ہوا تیزی سے بارگاہِ رسالت ﷺ میں بصد ادب آکر عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ یہ دیکھ کر اعرابی ایمان لایا اور عرض کی اذن لی اسجد لک۔ ترجمہ: ''مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو سجدہ کروں'' فرمایا سجدہ کی اجازت ہوتی تو عورت کو حکم کرتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اب صحابی نے عرض کی اِءذَنْ لِیْ اَنْ اُقَبِّلَ یَدَیْکَ وَرِجْلَیْکَ فَاَذِنَ لَہٗ ترجمہ: مجھے اجازت دیں کہ جناب کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دوں تو سرکار نے ایسا کرنے کی اجازت دے دی۔ (شفا شریف جلد ا صفحہ ۱۹۶)

(9) ایک صحابی نے عرض کی کہ میں نے جناب کے فتح مکہ پر بیت اللہ شریف کی چوکھٹ کو بوسہ دینے کی نذر مانی تھے۔ فَقَالَ قَبِّلْ قَدَمَیْ اُمِّکَ وَقَدْ وَفَیْتَ نَذْرَکَ۔ ترجمہ: فرمایا اپنی والدہ کے دونوں قدموں کو بوسہ دے لے تیری نذر

پوری ہوجائیگی (عمدۃ القاری جلد۲ صفحہ ۸۲ مطبوعہ مصر)

(10) حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا۔ اِذَا اَتیَ اَنَسًا قَالَ یَا جَارِیَۃ هَاۃَ لِی طِیبًا اَمسَحُ یَدَیَ فَاِنَّ ابنَ اُمِّ ثَابِت لَا یَرضی حَتی یُقَبِّلَ یَدِی۔ ترجمہ: جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آتے تو وہ اپنی لونڈی کو فرماتے کہ میرے لیے خوشبو لاؤ تا کہ میں اپنے ہاتھوں کو لگالوں۔ اس لیے کہ ام ثابت کا بیٹا جب تک میرے ہاتھ کو بوسہ نہ دے لے خوش نہیں ہوتا (مجمع الزوائد جلد اول صفحہ ۱۳۰)

(11) علماء امت کا فتویٰ یہ ہے ''یُستَحَبُّ تَقبِیلُ اَیدِی الصَّالِحِینَ وَفُضَلَاءِ العُلَمَاءِ۔ ترجمہ: صالحین یعنی اولیاء اللہ، علماء اور فضلاء کے ہاتھوں کو بوسہ دے لینا مستحب ہے۔ (کتاب الاذکار للنووی صفحہ ۲۳۴، فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۴۳، از ابن حجر مکی مطبوعہ مصر، تاریخ بغداد للخطیب جلد ۹ صفحہ ۱۷۹، عنایہ شرح ہدایہ صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ مصر، مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۵۴، درمختار جلد ۲ صفحہ ۳۴۳)

(12) حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے بستان العارفین صفحہ ۱۵۹ پر، حضرت امام جلال الدین سیوطی نے مصباح الزجاجہ برحاشیہ ابن ماجہ صفحہ ۱۷۲ پر اور علامہ عبدالغنی دہلوی نے بوسہ کی پانچ اقسام بیان کی ہیں (1) ادب واحترام کے طور پر بوسہ لینا جیسے آثار نبوت وصحابہ ومسجد وغلاف قرآن مجید وصالحین وصحابہ وانبیاء کو بوسہ دینا یا والدین کے ہاتھ پاؤں کو چومنا۔

(2) محبت کے طور پر بوسہ جیسے والدین کا اولاد کو رخساروں سے چومنا۔

(3) رحمت کے طور پر بوسہ جیسے اولاد کا والدین کے سر کو چومنا۔

(4) شفقت کے طور پر بوسہ جیسے ہمشیرہ کا بھائی کی پیشانی کو چومنا۔

(5) شہوت کے طور پر بوسہ جو صرف منکوحہ میاں بیوی میں جائز ہے۔

المختصر: حدیث نمبر 1 تا 3 و نمبر 7 میں صحابہ کا نبی پاک کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دینا صراحتاً ثابت ہے۔ حدیث نمبر 4 میں مسلمان میت کو بوسہ دینا سنت سے ثابت ہے۔ حدیث نمبر 5 میں حضرت ابوبکر کا بعد وصال نبوی اپنے کریم آقا ﷺ کو چومتے ہوئے نثار ہونا ثابت ہے بلکہ حدیث نمبر 6 میں جو دست، دست مصطفیٰ سے مس کر لے صحابہ کا اسے چومنا بھی ثابت ہے حدیث نمبر 8 میں بوسہ دینا خود اذن نبوت ہے اور حدیث نمبر 9 میں والدہ کے قدم چومنے کی ترغیب زبان نبوت سے ثابت ہے۔ حدیث نمبر 10 میں سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان افروز معمول ملاحظہ فرمائیں اور نمبر 11 اور نمبر 12 کے تحت علماء امت کا فتویٰ اور بوسہ کی اقسام ہر لحاظ سے عام فہم بلکہ کم سے کم فہم آدمی پر بھی چڑھتے سورج کی طرح حقیقت کو اظہر من الشمس کر رہے ہیں کہ بوسہ دینا اور ہاتھ پاؤں چومنا ہرگز شرک نہیں بلکہ حجرا سود کو چومنا تو متفق علیہ ہے جو کہ ایک پتھر ہے اگر پتھر چومنا شرک سے مشابہ ہے تو خود بیت اللہ میں یہ حکمِ خدا اور سول کیوں ہے؟ شرکِ ظلم عظیم ہے اور ظلم ہے کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا اور کسی کا حق کسی اور کو دینا میرے عزیز! خدا کو بوسہ نہیں دیا جا سکتا یہ ممکن ہی نہیں جب یہ حق خدا کا ہے ہی نہیں تو کسی بھی چیز کو بوسہ دینے سے شرک کیسے ہو گیا؟ انبیاء و اولیاء کی چوکھٹ مبارک یا تمام اولیاء اللہ کے روضہ

مبارکوں کو چومنا بھی اسی حکم میں ہے کہ تمسک وتبرکِ انوار کے حصول کی نیت ہوتی ہے ہاں روضہ رُسول کریم ﷺ پر جا کر ادب فرض ہے ہمارے ہاتھ اس قابل نہیں کہ پاک اور نور علی نور مقدس و منور جالیوں کو مس کر سکیں یہ کرم ہی کیا کم ہے کہ رحیم وکریم آقا ﷺ نے اپنے پاس بٹھا کر شفاعت کی سند عطا فرما دی۔ اس حریم قدس میں تو محبت کے اشکوں سے وضو کر کے روح کی گہرائیوں سے ہر ذرے پر عقیدت کے سجدے نچھاور کریں تو حق ادا نہیں ہوتا لیکن ادب فرض ہے وہاں تو جنید و بایزید بلکہ آسمانوں سے جبریل بھی آ کر دم بخود ہوتے ہیں کہ محبوب خدا کی بارگاہ اقدس کا معاملہ ہے وہاں ذرا سی بے ادبی ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ۔ترجمہ: ''یہ کہ تمہارے تمام اعمال ضبط کر لئے جائیں گے اور تمہیں اس کا شعور بھی نہیں ہوگا'' کا نتیجہ بن سکتی ہے۔ الحمد للہ! ہر لحاظ سے واضح ہو گیا کہ بزرگان دین کے مزارات اقدس کی یا زندہ بزرگوں کی قدم بوسی اور دست بوسی ہرگز ہرگز شرک نہیں انہیں مشرک کہنے والے خود ظالم ہیں۔

(2) ختم شریف کا ثبوت

نیز معمولات اہل سنت میلاد شریف، گیارہویں شریف، قل چہلم نیز کسی بھی ختم شریف ایصال ثواب کا جواز اور استحسان

معمولات اہل سنت جیسے میلاد شریف، گیارہویں شریف، بزرگوں کی فاتحہ، عرس مبارک اور حضرت سیدنا امام حسین وشہدا کربلا وخلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے

ایام منانے کو بھی بعض لوگ شرک کہتے ہیں حالانکہ یہ معمولات اہل سنت بذات خود شرک توڑ پروگرام ہیں کیونکہ اللہ پیدا ہونے اور فوت ہونے سے پاک ہے، ہم میلاد، گیارہویں، عرس اور ایام شہادت منا کر ان ہستیوں کے مخلوق ہونے کا برسرِ عام اعلان کرتے ہیں ان کے پیدا ہونے اور وصال فرمانے اور ان ہستیوں کے ایام حیات کا تذکرہ ہی ان معمولات کی بنیاد ہے ان معمولات کو شرک کہنے سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ یہ حق خدا کا تھا جو مخلوق کو دے دیا گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ، پیدائش وفات اور ایام زندگی گذارنے سے پاک ہے اور یہی اصل توحید ہے جس کا ہم اہل سنت اعلان کرتے ہیں اور جمیع امت محمدیہ ﷺ پورے عالم اسلام میں ہر دور میں اپنے اپنے حسین انداز میں اس پر عامل رہی ہے اور آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گی اور حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا ہے ما راہ المسلمون حسن فھو عند اللہ حسن ۔ ترجمہ: جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے (مشکوۃ شریف) علامہ غلام رسول سعیدی تفسیر تبیان القرآن میں لکھتے ہیں " متفقہ طور پر ایک شرعی اصول ہے۔ کہ تمام کاموں میں اباحت اصل ہے اور جس چیز کے عدم جواز یا کراہت پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اس کام کو کرنا بلا کراہت جائز ہے اس اصول پر اہل سنت کے تمام معمولات جائز ہیں مثلاً بغیر تعین شرعی کی نیت کے سال کے مختلف ایام میں میلاد شریف منعقد کرنا۔ نبی پاک ﷺ کے فضائل اور آپ کی سیرت کا بیان کرنا، خلفاء راشدین اور اہل بیت اطہار کے ایام شہادت اور وفات میں ان کا تذکرہ کرنا اور نبی پاک ﷺ اور

آپ کے اصحاب اور اہل بیت کو قرآن خوانی اور طعام کے صدقہ کا ثواب پہنچانا، اسی طرح اولیاء کرام کے ایام وصال میں ان کا تذکرہ کرنا اور ان کو عبادات اور طعام کے صدقہ کا ثواب پہنچانا، ہر چند کہ خصوصیت کے ساتھ یہ کام عہد رسالت میں نہیں کیے گئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کاموں سے منع نہیں فرمایا اور یہ کام اسلام کے کسی حکم سے متصادم نہیں ہیں اس لیے یہ اپنی اصل پر مباح ہیں اور حسن نیت سے موجب ثواب اور باعث خیر و برکت ہیں۔ عہد صحابہ اور تابعین میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے حضرت ابو بکر اور دیگر اکابر صحابہ کا قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تراویح کو جماعت سے پڑھوانے کا اہتمام کرنا اور اس کو بدعت حسنہ قرار دینا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرآن مجید کی قرات کو باقی لغات سے ختم کر کے صرف لغت قریش پر باقی رکھنا، عبد الملک بن مروان کے حکم سے قرآن مجید کے حروف پر نقطے اور حرکات اور اعراب کا لگایا جانا، عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت میں مساجد کی عمارتوں میں محراب کا بنایا جانا اور قرآن مجید کے نسخوں میں سورتوں کے اسماء اور آیتوں اور رکوعوں کی تعداد کو لکھنا یہ سب بدعات حسنہ ہیں جس کو تمام امت مسلمہ نے قبول کر لیا ہے۔ سو اہل سنت کے معمولات کو بھی ان ہی نظائر کی روشنی میں جائز سمجھنا چاہیے اور بلاوجہ ان پر یہ بدگمانی نہیں کرنی چاہیے کہ انہوں نے ان معمولات کو فرض اور واجب سمجھ لیا ہے اسی طرح سوئم، چہلم اور عرس کی عرفی تعینات کو تعینات شرعی نہیں قرار دینا چاہیے اس کی واضح مثال یہ ہے کہ

جیسے مساجد میں گھڑیوں کے حساب سے نمازوں کے اوقات متعین کر لیے جاتے ہیں اور کسی شخص کو بھی یہ بدگمانی نہیں ہوتی کہ یہ تعین شرعی ہے (تبیان القرآن جلد۴ صفحہ ۱۲۷)

صدر الافاضل حضرت سید محمد نعیم الدین مرادآبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، سورہ اعراف کی آیت نمبر۳۲ "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آیت اپنے عموم پر ہے ہر کھانے کی چیز اس میں داخل ہے کہ جس کی حرمت پر نص وارد نہ ہوئی ہو تو جو لوگ توشہ گیارہویں شریف، میلاد شریف، بزرگوں کی فاتحہ، عرس، مجالس شہادت وغیرہ کی شیرینی، سبیل کے شربت کو ممنوع کہتے ہیں وہ اس آیت کے خلاف کر کے گنہ گار ہوتے ہیں اور اس کو ممنوع کہنا اپنی رائے کو دین میں داخل کرنا ہے اور یہی بدعت وضلالت ہے۔

(حاشیہ خزائن العرفان صفحہ ۲۴۸، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور)

میلاد شریف۔ گیارہویں شریف، قل نیز کسی بھی ختم شریف کے کھانے کو حرام کہنے والے پانچ قرآنی آیات کا اصلاً انکار کرتے ہیں

میلاد شریف، گیارہویں شریف، قل دسواں چہلم عرس شریف غرضیکہ حصول برکت کیلئے منعقد کئے جانے والے کسی بھی ایصال ثواب کے طعام کو حرام کہنا کیسی حماقت

ہے؟ شاید اس پر کبھی غور نہیں کیا گیا محض بیوقوفوں کے ٹولہ میں شامل ہو کر ایسی بات کہنا جس سے کئی قرآنی آیات کا انکار لازم آتا ہو کیا اپنی دنیا و آخرت تباہ کرنا نہیں ہے؟ یقیناً ہے۔ ذرا سوچیں کہ ایصال ثواب کیلئے مروجہ ختم شریف کے کھانے، گوشت، کھیر، فروٹ، چاول، پانی اور دیگر ہر قسم کے طعام کے طیب و پاکیزہ ہونے میں اور منجانب اللہ حلال ہونے میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا انکی حرمت میں کوئی آیت تو کجا؟ قیامت تک کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث بھی پیش نہیں کی جا سکتی، کیا سامنے رکھ کر قرآن کریم پڑھنے سے یہ کھانے حرام ہو گئے؟ پھر تو روزانہ سامنے رکھ کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھائے جانے والے کھانے کا بھی نعوذ باللہ حرام ہونا لازم آئیگا، کیونکہ اس پر بھی قرآن مجید ہی تلاوت کیا گیا ہے کیونکہ وہ بھی ایک آیت ہی ہے، ایک جیسے عمل کا فتویٰ بھی ایک جیسا ہونا چاہیے اگر ایسا نہیں تو پھر کہنا پڑے گا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک آیت ہے کہ جس کے پڑھنے سے کھانا بابرکت ہو جاتا ہے اور زیادہ آیات پڑھنے سے کھانا زیادہ بابرکت ہو جاتا ہے کیا کبھی ابو داؤد شریف کا مطالعہ نہیں کیا؟ کیسی صاف صریح اور واضح حدیث ہے کہ ایک غزوہ کے موقع پر حضور نور مجسم، سید عالم ﷺ نے حکم دیا کہ جس کے پاس جو ہے میرے سامنے لے آؤ کوئی چاول لایا کوئی ستو لایا ہر قسم کے کھانے سامنے رکھ کر ان پر کپڑا ڈالا گیا اور خود امام الانبیاء ﷺ نے اس پر جتنا چاہا اس پر قرآن مجید یا اس کے علاوہ جو اللہ نے چاہا وہ آپ نے پڑھا پھر برکت کیلئے دعا فرمائی یہاں معترض جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو معجزہ ہے؟ ہم سوال کرتے ہیں کہ تمہارا سوال یہ ہے کہ

کھانا سامنے رکھ کر زیادہ قرآن پاک پڑھنا ہی بدعت ہے اور کھانے کے حرام ہونے کا باعث ہے؟ کیا اس حدیث سے کھانا سامنے رکھ کر زیادہ قرآن پاک پڑھنا سنت ثابت نہیں ہو رہا؟ یقیناً ہے دوسرا جو چیز تمہارے نزدیک ناجائز ہے کھانا سامنے رکھ کر قرآن مجید پڑھنا اور اس پر کپڑا ڈالنا، کیا معجزہ دکھاتے ہوئے حضور اقدس ﷺ سے کوئی ناجائز حرام فعل کا اظہار متصور ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں خدا کا خوف کریں ابوداؤد کی اس حدیث کا آج تک کسی نے انکار نہیں کیا قرآن مجید پڑھے ہوئے اور اللہ کا نام ذکر کئے ہوئے کھانے کو حرام بدعت اور شرک کہنا قرآن پاک کے عمومی حکم اکل طیبات کا انکار اور خدا کے حلال کردہ کو حرام کہنا خود کفر کی سیڑھی چڑھنا اور درج ذیل آیات بینات کا اصلاً انکار کرنا ہے جبکہ قرآن مجید کے ایک لفظ اور ایک حکم کا انکار بھی کفر ہے، آیات ملاحظہ ہوں مع ترجمہ:

(1) فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ (انعام:۱۱۸، پ ۸ر۱)۔ ترجمہ: ''تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتوں کو مانتے ہو''۔

(2) وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ (انعام:۱۹۹، پ ۸ر۱)۔ ترجمہ: ''اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا حالانکہ وہ تم سے تفصیل سے بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا''۔

(3) وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْ

مھتدین (انعام:۱۴۱ پ ۸ر۳)۔ترجمہ:''اور وہ حرام ٹھہراتے ہیں اسے جو اللہ نے انہیں رزق دیا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے بے شک وہ گمراہ ہیں اور وہ نہیں ہیں ہدایت والے''۔

(4) کلوا مما رزقکم اللہ ولا تتبعوا خطوات الشیطن انہ لکم عدو مبین (انعام:۱۴۲، پ ۸ر۴)۔ترجمہ:''جو اللہ نے تمہیں رزق دیا ہے اس سے کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔

(5) قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبت من الرزق (الاعراف:۳۲، پ ۸ر۱۱)۔ترجمہ:محبوب آپ فرمادیں اللہ کی اپنے بندوں کیلئے نکالی گئی زینت کو اور طیب و پاکیزہ رزق کو کس نے حرام کیا ہے؟

پہلی آیت مبارکہ میں وہ تمام حلال چیزیں جن پر ذکر الٰہی کیا جائے ان کے کھانے کا عمومی حکم ہے دوسری آیت میں اللہ کا نام ذکر کی ہوئی چیزوں کے بلا ہچکچاہٹ اور بے دھڑک نہ کھانے پر تعجب بلکہ وعید ہے کیونکہ فرمایا۔ وقد فصل لکم ما حرم علیکم یعنی جو جو حرام تھا وہ تو تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے اور تیسری آیت میں خدا کی طرف سے دیئے گئے رزق کو حرام ٹھہرانا خود اللہ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے چوتھی آیت میں رزق حلال نہ کھانا شیطان کے قدموں پر قدم رکھنا فرمایا گیا اور پانچویں آیہ مبارکہ میں خود خدا نے سوال کیا ہے کہ کون ہے جو خدا کے طیب و پاکیزہ رزق کو حرام کرنے کا اختیار رکھتا ہے ان آیات بینات کی روشنی میں ہر ختم شریف کے کھانوں کا کھانا اللہ کریم کا حکم ثابت ہو رہا ہے کہ جس پر کثرت سے ذکر الٰہی کیا

جاتا ہے، جو حلال وطیب چیزیں ہیں اور جن کا اللہ کے حرام کردہ سے کوئی تعلق ہی نہیں بلکہ آیت نمبر 3 کے مطابق جسے حرام کہہ کر نہ کھانا خود خدا پر جھوٹ باندھنا ہے اور آیت نمبر 4 کے تحت ان کا نہ کھانا شیطان کے قدموں پر قدم رکھنا ہے؟ پس ثابت ہوا کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے جب تک پاک کھانے میں کوئی حرام چیز از قسم شراب، نجاست نہ گرے وہ پاک ہے نہ یہ کہ پاک قرآن مجید پڑھنے سے وہ ناپاک ہو جائے اللہ ہدایت عطا فرمائے (آمین)

(3) صالحین کے عرس مبارک

سالانہ عرس صالحین شرک نہیں بلکہ حدیث وسنت سے ثابت ہیں

تفسیر تبیان القرآن جلد چہارم صفحہ ۲۰۳ پر علامہ غلام رسول سعیدی نے عرس مبارک کو حدیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے اور کہا ہے کہ سال کے سال ان کے مزارات پر جانا۔ ان پر سلام پیش کرنا اور ان کی تعریف وتوصیف کے کلمات کہنا بلاشک وشبہ سنت ہیں اور حضور سید عالم ﷺ خود بھی اس سنت وطریقہ پر عامل رہے اور آپ کے ظاہری وصال مبارک کے بعد خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اپنے محبوبِ مدنی کی اس سنت پر عامل رہے اور پوری امت آج تک عامل ہے اور قیامت تک رہے گی۔ تفسیر تبیان القرآن جلد چہارم صفحہ ۲۰۳ کی عبارت ملاحظہ ہو:۔

"نبیوں اور مقدس اور برگزیدہ بندوں کا عرس منانا صرف اہل سنت بریلی مکتبہ فکر کی

اختراع نہیں ہے بلکہ دنیا کے ہر خطہ میں مسلمان بزرگوں کا عرس مناتے ہیں۔ عرس کی معنوی اصل یہ ہے۔

امام محمد بن عمر الواقد متوفی ۲۰۷ھ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ ہر سال خاص اس روز کہ جب ان کی شہادت واقع ہوئی، شہداء احد کی قبروں کی زیارت کرتے تھے، جب آپ گھاٹی میں داخل ہوتے تو بہ آواز بلند فرماتے: السلام علیکم۔ کیونکہ تم نے صبر کیا، پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا گھر ہے! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہر سال اسی طرح کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی (کتاب المغازی جلد ۱ صفحہ ۳۱۳، مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۴۰۴ھ، دلائل النبوۃ جلد ۳ صفحہ ۳۰۸، مطبوعہ بیروت، شرح الصدور صفحہ ۲۱۰، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۴ھ)

اور عرس کی لفظی اصل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبر میں منکر نکیر آکر سوال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے اور جب مردہ یہ کہہ دیتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو اس کی قبر وسیع اور منور کر دی جاتی ہے اور اس سے کہتے ہیں کہ اس عروس کی طرح سو جاؤ جس کو اس کے اہل میں سب سے زیادہ محبوب کے سوا کوئی بیدار نہیں کرتا۔ (الحدیث)۔ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۰۷۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اس حدیث میں مومن کیلئے عروس کا لفظ وارد ہے اور عروس کا لفظ عرس سے ماخوذ ہے اور یہ عرس کی لفظی اصل ہے۔ عرس کی حقیقت یہ ہے کہ سال کے سال صالحین اور بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کی جائے ان پر سلام پیش کیا جائے اور ان کی تعریف وتوصیف کے کلمات کہے جائیں اور اتنی مقدار سنت ہے اور قرآن شریف پڑھ کر اور صدقہ وخیرات کا انہیں ثواب پہنچانا یہ بھی دیگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور ان کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے اپنی حاجات میں اللہ سے دعا کرنے اور شفاعت کرنے کی درخواست کرنا اس کا ثبوت امام طبرانی کی اس حدیث سے ہے جس میں عثمان بن حنیف نے ایک شخص کو نبی ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنے اور آپ سے شفاعت کی درخواست کرنے کی ہدایت کی۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(المعجم الصغیر جلد ۱ صفحہ ۱۸۴،۱۸۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مدینہ منورہ ۱۳۸۸ھ، حافظ منذری متوفی ۶۵۶ھ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (الترغیب والترہیب جلد ۱ صفحہ ۴۷۶،۴۷۴ اور شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۶۸ھ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۱ صفحہ ۲۷۳،۲۷۴)

(4) اہل اللہ کی قبر پر منہ رکھنے کا ثبوت

رُوِیَ اَقبَلَ مَروَانُ یَومًا فَوَجَدَ رَجلًا وَاضِعًا وَجهَهٗ عَلَی القَبرِ فَقَالَ اَتَدرِیْ مَاتَصنَعُ ؟ فَاَقبَلَ عَلَیهِ فَاِذَا اَبُو اَیُّوبَ الاَنصَارِیْ فَقَالَ جِئتُ

رسول الله ولم ات الحجرۃ (مجمع الزوائد، احمد، حاکم)

ترجمہ: مروی ہے کہ ایک روز مروان روضہ رسول اللہ ﷺ پر گیا وہاں اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا منہ قبر مبارک پر رکھے ہوئے ہے، مروان نے کہا کیا تم کو معلوم ہے کہ تم کیا کرر ہے ہو؟ پھر ان کے آگے آیا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ہیں نہ کہ پتھر کے پاس۔

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

(اول) رسول اللہ ﷺ یا دیگر بزرگان دین کے مزار مبارک پر جانا گویا خود ان کے پاس جانا ہے، گویا مزار ایک ظاہری چیز ہے، چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر جانے کو ایسا ہی تعبیر فرمایا ہے۔

(دوئم) اہل اللہ کی مزاروں پر بوسہ دینا یا منہ رکھنا جائز ہے کیونکہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر اپنا منہ رکھا تھا ،لہٰذا اصحابہ کا فعل حجت ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَصحابی کَالنجُوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ۔یعنی میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کسی کی تم پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

(5)

اولیاءاللہ کے مزارات اقدس پر جا کر نذر پوری کرنا

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم . اَلحَمدُ للّٰہِ رَبِّ العَالَمِین . وَالصَّلوٰۃ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم اَمَّا بَعد ۔

بزرگان دین کے مزارات پر نذر ماننا اور نذر پوری کرنا

مسلمانوں کو مشرک کہنے والوں کے ہاں کل بزرگوں کے مزارات اقدس پر ان کے ایصال ثواب کیلئے نذور ماننے والے اور مزارات اقدس پر جا کر نذر پوری کرنے والے کل مشرک ہیں حالانکہ خود انکے بڑے علامہ وحید الزماں نے یہ مسئلہ صاف کر دیا ہے سنیں ''اگر کوئی کہے یا نبی اللہ یا کہے یا ولی اللہ آپ اللہ تعالیٰ سے میری مشکل کشائی کیلئے دعا فرمائیں اگر اللہ میری مشکل آسان فرمادے گا تو میں فلاں صدقہ کا ثواب آپ کو بخشوں گا تو یہ جائز ہے (ہدیۃ المہدی صفحہ ۴۱)

نذر کے لغوی اور اصطلاحی معانی: ۔نذر کے معنی مجمع البحار جلد ۳ صفحہ ۳۴۶ پر، قاموس جزو ثانی صفحہ ۱۴۰ پر، المنجد صفحہ ۸۶۸ پر اور مفردات راغب صفحہ ۵۰۶ پر یہ ہے کہ ''تو اپنے نفس پر کسی چیز کو واجب کر لے جو پہلے تجھ پر واجب نہیں۔ کسی مشکل کام کے وقت، خواہ عبادت کی نذر، صدقہ کی یا کسی اور چیز کی''۔

حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''نذر کو محض عبادت

سے تعبیر کرنا محض اجتہاد ہے۔ادلہ اربعہ میں تخصیص نہیں پائی جاتی اگر عبادت کا معنی محض عبادت ہوتو نبی پاک ﷺ تو عبادت سے نہیں روک سکتے جبکہ مسلم شریف جلد۲ صفحہ۴۴ پر ہے۔"قَالَ لَا تَنذُرُوا فَاِنَّ النَّذرَ لَا یُغنِی مِنَ القَدَرِ شَیئاً وَ اِنَّمَا یُستَخرَجُ مِنَ البَخِیلِ"۔نسائی شریف جلد۲ صفحہ ۱۴۵ پر ہے۔"عَن اَبِی ھُرَیرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ نَھٰی عَنِ النَّذرِ"۔ ان میں پہلی حدیث مسلم کا معنی یہ ہے فرمایا نذر نہ مانا کرو کہ نذر تقدیر سے تو کچھ نہیں بدلتی البتہ بخیل سے کچھ نکلوا لیتی ہے دوسری حدیث نسائی کا ترجمہ ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نذر ماننے سے" اس منع میں خدا اور غیر خدا دونوں برابر ہیں لیکن ہاں جب نذر مان کر خود پر بوجھ ڈال لے تو وہ پوری کرنی واجب ہے" (مقیاس حنفیت)

برصغیر و عالم اسلام میں رائج عرفی نذور اور ان کا شرعی حکم

حضرت مناظر اسلام کی عبارت سے واضح ہے کہ نذر کو صرف عبادت میں حصر نہیں کیا جا سکتا۔نذر شرعی عبادت ہے لیکن نذر عرفی جیسے کہ ہمارے ہاں رائج ہے اور کہتے ہیں کہ نذر اللہ کی اور ثواب فلاں بزرگ کو، یا یہ کہنا کہ ہم نے حضرت داتا صاحب کی نذر مانی ہے اس سے بھی یہی مراد ہے اگر اللہ کریم ہمارا فلاں کام کر دیں تو ہم حضرت داتا صاحب کے ایصال ثواب کیلئے فلاں نذر پوری کریں گے یہ محض عرفاً ہے اور چونکہ یہ منت ماننے والے مسلمان ہیں جن کے مسلمان اور کلمہ گو ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا یہ لوگ صرف خدا کی عبادت کرتے ہیں ان میں مذکورہ

الفاظ سے نذر ماننا محض ایک عرف ہے لہٰذا ان کا ایسے کہنا بلا شک وشبہ جائز ہے اور فتویٰ میں عرف کا پہچاننا بھی پہلی شرط ہے لہٰذا اگر انبیاء اولیاء کے ایصالِ ثواب کے واسطے کوئی نذر مانے تو ان کی طرف اپنی نذر فقرا پر خرچ کر دے تو اللہ تعالیٰ انہیں ثواب پہنچا دیتے ہیں جیسے مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار سے عرض کی فَلَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا .قَالَ نَعَمْ ۔ترجمہ:۔یا رسول اللہ! اگر میں والدہ کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے اجر ملے گا فرمایا ہاں اجر ملے گا''

ایک زمانے میں مزارات پر نذریں پوری کرنے سے کیوں منع کیا؟

شیخ زین الدین نے بحر الرائق میں منع کیا کیوں؟ علامہ خیر الدین رملی نے فتاویٰ خیریہ صفحہ ۸ پر فرمایا اس زمانے میں مجاورین مالداران نذر ماننے والوں سے زبردستی مال لیتے کئی دفعہ پولیس کو بلا کر سزا دلوائی گئی۔ یہ اس دفعِ مرض کیلئے تھا عالمگیر کے زمانے میں اجازت دیدی گئی۔ جیسا کہ تفسیرات احمدیہ میں ملا جیون رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے گوشت کو کسی مریض کیلئے منع کر دیا جائے نیز اس کے بعد وہ اس پر حلال ہوگا۔

صاحب مشکوٰۃ ''قبر النذور'' پر اپنی نذر پوری کرتے رہے

خطیب بغدادی مصنف مشکوٰۃ شریف نے جو کہ متعصب شوافع سے شمار کئے گئے ہیں تاریخ بغداد جلد اول صفحہ ۱۲۳ میں عید گاہ کے نزدیک حضرت مولا علی کی اولاد

پاک کے ایک بزرگ کی ایسی قبر کا ذکر کیا ہے جس کو ''قبر النذور'' کے نام سے پہچانا جاتا جو بھی نذر مانتا مراد کو پہنچتا۔ صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں۔ انا احد من نذرله مراد الا اخطيها كثيره نذور اعلىٰ اموى متعذره فبلغتها ولزمنى النذوى فوضيت به۔ ''یعنی فرمایا میں بھی ان میں سے ایک ہوں جنہوں نے نذر مانی اور مراد کو پہنچے۔ میں نے بے شمار مشکل کاموں میں نذر مانی مراد کو پہنچا اور مجھے نذر دینی پڑی۔ میں اسے پورا کر دیتا''۔

تصرفِ محبوبانِ خدا قرآن مجید سے ثابت ہے

اور یہ تصرف اللہ کے بندوں کیلئے خود قرآن سے ثابت ہے۔ جیسے ذوالقرنین کو حکم ہے۔ اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّا اَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا ۔ ترجمہ:۔ ''تجھے اختیار ہے انہیں عذاب دے یا ان سے حسن سلوک کر'' اور اس تصرف فرمانے میں حیات و ممات یکساں ہیں فرمان الٰہی ہے سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ۔ ترجمہ:۔ ان کیلئے موت اور حیات برابر ہیں اور نبی پاک ﷺ کی قوت تصرف تو روضۂ انور میں بحکم وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کے بموجب لمحہ بہ لمحہ عروج اور ترقی پر ہے۔

نذر پوری کرنا عباد اللہ کی امتیازی شان ہے:۔ اپنی نذور کا پورا کرنا عباد اللہ کی شان ہے ملاحظہ ہوں آیات بینات سورہ دھر، پ ۲۹، ر، ۱۱ اور سورۃ حج، پ ۱۷، ر ۱۳، نذر کی اقسام کیلئے بھی ملاحظہ فرمائیں کہ نسائی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۴۹ اور

کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۴۱ پر نبی کریم ﷺ نے نذر کو دو قسموں میں منحصر فرمادیا ہے۔(1) فی طاعۃِ اللہ، (2) فی معصیۃِ اللہ۔ پہلی قسم کی نذر کو فرمایا فذلک للہ کہ یہ اللہ کیلئے ہے اور فرمایا اسے پورا کرو دوسری قسم کو للشیطان فرمایا اور فرمایا اسے پورا نہ کرو بلکہ وہ کفارہ ادا کرو جو قسم کا کفارہ دیا جاتا ہے۔

اب اہل اسلام کی ہر نذر فی طاعۃ اللہ شمار ہوگی کیونکہ وہ توحید و رسالت کے قائل ہیں۔ صرف خدا کی عبادت کا عقیدہ رکھتے ہیں نذر ماننے میں خود ان کا عمل اور عرف حجت ہے مولا علی کی اولاد پاک کے بزرگ کی قبر ''قبر النذور'' کہنا مسلمانوں کا عرف ہے۔ وہاں جا کر مسلمان کلمہ گو نذر مانتے۔ بلکہ اس صاحبِ قبر کے وسیلہ سے اللہ انہیں فیض پہنچاتا، چونکہ یہ ائمہ، محدثین اور اہل علم کا دور تھا کسی نے شرک نہیں کہا ہم نے اوپر صاحبِ مشکوٰۃ کا حوالہ دیا کیا صاحب مشکوٰۃ کو مشرک سمجھتے ہو؟ استغفر اللہ! اگر وہ مشرک ہیں تو مسلمان کون ہے؟

اہل قبور کی مانی ہوئی نذر ورثاء پورا کریں:۔ ترمذی شریف جلد ا صفحہ ۱۷۶، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۹۷، ابوداوٗد شریف جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ میں ہے۔ ''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَۃَ اِسْتَفْتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فِیْ نَذْرٍ کَانَ عَلٰی اُمِّہٖ تُوُفِّیَتْ قَبْلَ اَنْ تَقْضِیَہٗ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِقْضِہٖ عَنْھَا۔ ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ نے نبی پاک ﷺ سے فتویٰ طلب کیا۔ اس نذر کے متعلق جو اس کی ماں پر لازم تھی اور وہ اسکے پورا کرنے

سے پہلے فوت ہو چکی تھی تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا اپنی ماں کی طرف سے نذر کو پورا کر دے''۔ معلوم ہوا کہ ورثاء اپنے اہل قبور کی نذر کو پورا کریں تو انہیں قبر میں اس کا ثواب پہنچتا ہے اب مسئلہ یہ ہے کہ نذر، نذر ہے خواہ دف بجانا ہی کیوں نہ ہو ۔حدیث پاک ملاحظہ ہو۔

رسول کریم ﷺ کو خوش کرنے کیلئے صحابیہ کا نذر ماننا

ابوداؤد جلد۲ صفحہ۱۱۳، اور مشکوٰۃ شریف صفحہ۲۹۸ پر ہے'' ۔اِنَّ امراءَ ۃً اَتَت النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَت یا رَسُولَ اللّٰہِ انِی نَذَرتُ اَنْ اَضرِبَ علَی رَاسِکَ بِالدَّفِ قَالَ اَوفِی بِنَذَرِکِ ''ترجمہ:۔ تحقیق ایک عورت (حضرت سوداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نبی پاک ﷺ کے پاس حاضر ہوئی تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یا حبیب اللہ میں نے نذر مانی ہے کہ میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی آپ نے ارشاد فرمایا اپنی نذر کو پورا کر لے''۔

بزرگان دین کے مزارات اقدس تو کجا؟ کفار کے مذبح جاہلیت میں بھی جا کر منت پوری کرنا جائز ہے۔

اس درج بالا حدیث مبارک کا اگلا حصہ اس صحابیہ کے منت ماننے کے متعلق کچھ یوں ہے۔قَالَتُ اِنِی نَذَرتُ اَنْ اَذبَح بِمَکَانِ کَذَا وَ کَذ امکَانِ یَذبَحَ فِیہِ اَھلُ الجَاھِلِیَۃِ قَالَ لِلصنمِ قَالَتَ لَا قَالَ لِوثَنِ قَالَت لَا قَالَ اَوفِی بِنَذرِکِ ۔ترجمہ: حضرت سودہ نے عرض کی کہ میں فلاں فلاں جگہ قربانی کروں

گی اور وہ جاہلیت کا مذبح ہے آپ نے فرمایا بت کے واسطے عرض کیا نہیں فرمایا وثن کے واسطے عرض کیا نہیں فرمایا پھر اپنی نذر کو پورا کر لے۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۱۱۳، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۹۸)

اس سے ثابت ہوا کہ منت تو کفار کے مرکز یعنی مذبح جاہلیت جہاں بتوں کا نام لے کر جانوروں کو ذبح کیا جاتا تھا وہاں جا کر پوری کرنی جائز ہے بشرطیکہ جانور کو وہاں خدا کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔ چہ جائیکہ بزرگان دین کے مزارات اقدس پر چل کر نذر ماننے والوں کو نذر پوری کرنے سے منع کیا جائے جو مذبح جاہلیت نہیں بلکہ مرکز روحانیت ہیں۔ بالخصوص سرزمین ہندوستان و پاکستان اور ممالک جنوبی ایشیاء میں اسلام کی تبلیغ اور کفار کو مسلمان کرنا انہی بزرگان دین کا مرہونِ منت ہے ۔افسوس کہ آج انہی بزرگان دین کے پاسبانوں پر کفر، شرک و بدعت کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ۔ حضور بابا فرید۔ حضرت خواجہ غریب نواز، حضور سیدنا مجدد الف ثانی، حضور شیر ربانی اور حضور پیر کیلانی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین جیسے بزرگانِ دین کی بارگاہ میں جا کر مختلف منتیں پوری کرتے ہیں ایک تو منت پوری کرنے کا ثواب، دوسرے ایسی جگہ منت پوری کرنے کا ثواب کہ جہاں ملائکہ اس منت کے پوری ہونے کے عینی شاہد بن جاتے ہیں کیونکہ بارگاہ بزرگان دین نزول ملائکہ کا مرکز ہوتی ہیں ملاحظہ ہو قرآن کریم اِنَّ الَّذِینَ قَالُوا رَبُّنَا اللہ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَیهِمُ المَلٰئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحزَنُوا وَ اَبشِرُوا بِالجَنَّۃِ الَّتِی کُنتُم تُوعَدُونَ ۔ترجمہ:۔

بے شک جن لوگوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اس پر پکے رہے ان کی بارگاہ میں اللہ کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ تم کسی قسم کا خوف اور غم نہ رکھو اور جس جنت کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی بھی وہ فرشتے انہیں خوشخبری دیتے ہیں'' بلکہ روز قیامت بھی انبیاء اولیاء کرام اپنے پاس آنے والوں اور اپنے متبعین سے بیزاری کا اظہار نہ فرمادیں گے فرمان مولا کریم ہے سورۃ زخرف میں ہے ''الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الاالمتقین ۔ترجمہ:۔ ''سب ساتھ ایک دوسرے کا چھوڑ دیں گے سوائے متقین کے'' اور جو بیزاری کا اظہار کریں گے اپنے پاس آنے والوں سے اور آکر عبادت کرنے والوں سے وہ بت ہیں ۔اب بتوں اور اولیاء کو برابر کہنا کتنا بڑا ظلم عظیم ہے۔ سو فیصد غیر مقلدین واعظین اور متعصب دیوبندی مقررین یہی کچھ کررہے ہیں اور یہی بتانا ہمارا مقصود ہے کہ کم از کم قرآن مجید سے تو بددیانتی نہ کرو خدا کا خوف کرو اور اپنی آخرت کو یاد رکھتے ہوئے اس فعل سے بعض آؤ۔ اور جس معنی کو قرآن نے متعین کیا اور جس لفظ سے اللہ نے جو مراد لیا وہی تحریر و تقریر میں بیان کرو ورنہ خود اپنے آپ پر ظلم عظیم کرو گے اور یہی خارجیت ہے۔

(6)

تقلید ائمہ اربعہ

☆ (1) متقی امام کی تعریف ہی امام بخاری کے نزدیک یہ ہے کہ جو مقلد ہو۔ ''بخاری باب الاقتداء بسنن رسول اللہ'' کے شروع میں ہی

ہے وَقَولَ اللہ" واجعلنا للمتقین اماما" قال ائمة نقتدی بمن قبلنا ویقتدی بنا من بعدنا۔ ترجمہ: اور یہ جو قرآنی دعا ہے کہ "اے رب ہمارے! ہمیں متقین کا امام بنادے" امام بخاری نے فرمایا اس سے مراد ہے کہ ہمیں ایسا امام بنا کہ ہم اپنے سے پہلے والوں کی پیروی کریں اور بعد میں آنے والے ہماری پیروی کریں۔ (بخاری شریف کتاب الاعتصام)

قارئین! "ائمة نقتدی بمن قبلنا ویقتدی بنا من بعد نا" کے الفاظ سے واضح طور پر تقلیدِ اسلاف متقی امام کی شرط ثابت ہو رہی ہے۔ ائمہ اربعہ کی پیروی پر جمیع امت محمدیہ ﷺ کا متحد ہونا "نقتدی بمن قبلنا" ہے اور "یقتدی بنا من بعدنا" یعنی بعد والے ہماری اقتدا اور پیروی کریں" درحقیقت تقویٰ کے توارث وتواتر وتسلسل کی ایک اہم علامت ہے جو صرف مقلدین میں ہی امام بخاری کے نزدیک مشہود اور محصور ہے اور جو اپنے سے پہلے والوں پر طعن کریں انہیں احادیث سے غافل بلکہ نعوذ اللہ جاہل جانیں۔ غیر مقلد ہونا یعنی اپنے سے پہلوں کی اقتدا نہ کرنا ہی جس مذہب ومسلک کی بنیاد ہو۔ امام بخاری کے نزدیک وہ نہ خود متقی ہوسکتا ہے نہ متقین کا امام ہوسکتا ہے۔ ہم غیر مقلدین کو امام بخاری کے یہ الفاظ بار بار پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں کہ شاید ان میں بھی "نقتدی بمن قبلنا" ترجمہ: "کہ ہم اپنے سے پہلے والوں کی پیروی کریں" کا جذبہ ایمانی پیدا ہو جائے۔

☆ (2) حدیثِ حضرت عبداللہ بن مسعود ہے کہ اپنے سے پہلے فوت شدگان

کے طریقے پر عمل کرو۔ الفاظِ حدیث پڑھیں "عَنِ ابنِ مَسعُودٍ قَالَ مَن کَانَ مُستَنًّا فَلیَستَنِ بِمَن قَدمَاتَ فَاِنَّ الحَیَّ لَا تُومَنُ عَلَیهِ الفِتنَۃ ۔ ترجمہ:۔ "عبداللہ بن مسعود راوی ہیں فرمایا جو شخص کسی کے طریقہ پر عمل کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ ان لوگوں کے طریقے کو اپنائے جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں کیونکہ زندوں پر فتنوں کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے (مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ ۶۱)

☆(3) محدث سے فقیہہ کا مقام بلند ہے اگر چہ وہ متاخرین سے ہو

قَالَ نَضَّرَ اللّٰہ اِمرَاً سَمِعَ مَقَا لَتِی فَبَلَّغَھَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقہٍ غَیرُ فَقِیہٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقہِ اِلیٰ مَن ھُوَ اَفقَہُ مِنہُ۔ فرمایا خدا اس شخص پر رحمت فرمائے جو میری بات سن کر دوسروں تک پہنچائے کیونکہ بعض اوقات فقہ و مسائل کی باتیں پہنچانے والے خود فقیہہ نہیں ہوتے اور بعض وہ ہوتے ہیں جنہیں فقہی بات پہنچائی جاتی ہے اور وہ پہلے والے سے زیادہ فقیہہ ہوتے ہیں۔

(ابن ماجہ جلد دوم صفحہ ۲۴۱، مترجم)

☆(4) **تمام عالم اسلام آئمہ اربعہ کا مقلد ہے** :۔ اب بخاری شریف کے ان الفاظ کے ساتھ اہل اسلام جو بلا شک وشبہ متقین ہیں اور متقین کے امام ہیں، کا اجماعی طور پر معتبر ترین حوالہ سے مقلد ہونا ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ ابن خلدون کے مورخین جسے سلطان اکبر کا خطاب دیتے ہیں" وَقَد صَارَا اَھلُ الاِسلَامِ الیَومَ عَلیٰ تَقلِیدِ ھٰٓؤُلَاءِ الاَئِمَۃ الاَربعۃ. امابو حَنِیفَہ فَقَلَّدَہُ

الیوم اھل العراق و مسلمہ الھند و الصین . وما وراءُ النھر وبلا دالعجم کُلِّھَا لِمَا کَانَ مَذھبہٗ اخص بِالعراقِ و دار السَّلام وَ کَانَ تلْمیذہٗ صحابۃ الخلفاء من بنی العباس فکثرت تالیفھم (ابن خلدون جلد اول صفحہ ۳۷۴) ترجمہ:۔ آج میرے زمانہ ۷۷۹ ہجری تک سوائے ائمہ اربعہ کے مقلدین کے کوئی دوسرا شخص نہیں سب اہل اسلام ان ائمہ اربعہ کی تقلید کرر ہے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ کی تقلید کرنے والے آج عراق، ہندوستان، چین، ماوراء النہر اور تمام کے تمام بلادِ عجم میں موجود ہیں بالخصوص عراق اور دارالسلام میں ان کے مقلدین بہت زیادہ ہیں اور بنی عباس کے خلفاء کے درباریوں میں آپ کے شاگرد علماء (نسل در نسل) موجود ہیں اوران کی بہت زیادہ تالیفات ہیں (ابن خلدون جلد اول صفحہ ۳۷۴)

یہ حوالہ غور سے پڑھیں اور پھر قرآن کریم فرقان حمید سورہ طور کی آیت نمبر ۲۷ تلاوت کریں۔ وَالَّذِینَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ۔۔۔الخ'' ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اوران کی اولادوں نے پورے خلوص کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم انہیں اعمال کی کمی اپنے فضلوں سے پوری کر کے ان کے آباء کے ساتھ ملادیں گے''

یہ آیت مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلاف جو اہل ایمان ہوں ان کی پیروی نیک اولاد پر لازم ہے اور پیروی کرنے والوں کیلئے قرآن مجید میں خوشخبریاں ہیں ۷۷۹ ہجری تک بقول مورخین تمام کا تمام عالم اسلام یعنی ہمارے آباؤ اجداد ائمہ اربعہ کے مقلد تھے۔ الحمدللہ آج ہم اہلسنّت جو ان کی نیک اولاد ہیں، ان کی ہی

طرح ائمہ اربعہ کے مقلد ہیں اور قرآن پاک کے حکم کی رو سے امیدوار ہیں کہ روز قیامت ہمیں اللہ تعالیٰ ان کے قدموں میں ہی جگہ نصیب فرمائے گا لیکن غیر مقلدین کیسی نسل ہیں؟ کہ جو اپنے مسلمان باپ دادا کا راستہ تقلید والا چھوڑ چکے ہیں یہ سبیل المومنین کے الٹ راستہ اختیار کرنا سورہ نساء میں موجود حکم کی رو سے جہنم کا راستہ اختیار کرنا ہے۔ میری غیر مقلدین سے استدعا ہے کہ اس نکتے پر بار بار غور فرمائیں اور وہ بھی ائمہ اربعہ کی تقلید اختیار کرلیں اور مقلدین کو ہرگز ہرگز مشرک نہ کہیں ورنہ ۷۷۹ ہجری اور اس سے پہلے اور اس سے بعد والا سارا عالم اسلام ہی شرک کی لپیٹ میں آجائے گا

(7)

وہابیوں کے نزدیک اٹھتے بیٹھتے حضور کا نام لینا بھی شرک اور اس کا رد تقویۃ الایمان صفحہ ۵ پر ہے۔ ''جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور و نزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلے میں اس کی دہائی دے یا اس کی صورت کا خیال باندھے سوان باتوں سے وہ مشرک ہوجاتا ہے''۔

اس عقیدے کا رد

(۱) ہر وقت درود پاک پڑھنے کا حکمِ قرآنی، اٹھتے بیٹھتے حضور اقدس کا نام مبارک محبت سے لینا ہی تو ہے اور کیا ہے؟ پھر دور و نزدیک رہنے والے ہر مسلمان کو ہر وقت درود وسلام پڑھنے کا حکم ہے۔ جہاں تک ہر بلا کے مقابلے میں کسی کو دہائی

دینے کا تعلق ہے تو ہر مصیبت کیلئے کسی بھی کسی قسم کی دعا اس وقت قبول نہ ہوگی جب تک درود پاک نہ پڑھے گا اور حضور اقدس کے نام مبارک کی دہائی نہ دے گا فقیر کی کتاب فضائل درود شریف اس مسئلے پر دلائل سے بھری پڑی ہے دار التبلیغ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف مقام وڈاکخانہ خاص ضلع گوجرانوالہ" کے پتہ سے مفت طلب کریں اور مطالعہ فرمائیں۔ ہر وقت ذکر مصطفیٰ بلند کرنے پر تو نصِ قرآنی وارد ہے وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ۔ ترجمہ: محبوب! ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے" خود بتائیں ہر وقت آپ کا نام بلند نہ ہونا کیسے ممکن ہے؟

(۲) مزید یہ کہ معترض خود بھی تو ہر نماز میں ایھا النبی پکار کر مشرک بنا۔ بلکہ فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے میرے نام کی ہر وقت دہائی دینے والے اور ہر وقت درود پاک پڑھنے والے کو کسی دعا مانگنے کی حاجت ہی نہیں رہے گی۔ خود بخود تمام حاجتیں پوری ہوتی جائیں گی (ترمذی) اور مدار ایمان محبتِ رسول پاک ﷺ ہے۔ لَا یُؤۡمِنُ اَحَدُکُمۡ حَتّٰی اَکُوۡنَ اَحَبَّ اِلَیۡہِ مِنۡ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ (بخاری جلد اول صفحہ ۷) ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے والد اپنی اولاد اور دنیا کے تمام لوگوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے"

(۳) ابن ماجہ صفحہ ۱۰۰ عربی مطبوعہ پر صریح فرمان رسول ﷺ ہے کہ اے میرے صحابی میرے نام کی دہائی اور واسطہ دیکر خدا سے اپنی آنکھوں کی بینائی طلب کر۔ اس سے نابینا صحابی بینا ہوگیا۔

(۴) جب گناہ کرلیں تو درِ رسول پہ جانے کا حکم ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جآء وک ''ترجمہ: اور جب مسلمان اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اے محبوب تیرے پاس آجائیں پھر معافی تب ہوگی جب رسول خدا ان کی سفارش کردیں۔ واضح الفاظ ہیں۔ ''واستغفر لھم الرسول''۔ یعنی ''رسول اللہ ﷺ ان کی بخشش کی سفارش کردیں''۔

(۵) جہاں تک کسی کا خیال باندھنے کا تعلق ہے تو ملاحظہ ہو

(1) مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ پر واضح الفاظ ہیں۔ قال وکانی انظر الی سواکہ تحت شفتیہ۔ ترجمہ: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کو لبوں میں مسواک لئے ہوئے کا تصور رکھتا ہوں''۔

(۲) مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۴۰ پر ہے۔ کانی انظر الی رسول اللہ ﷺ علی المنبر وعلیہ عمامۃ سودا وقد ارخی طرفیھا بین کتفیہ۔ ترجمہ: حضرت حریث بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کا تصور یوں پکا ہوا ہے گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں نبی پاک کی طرف اور آپ منبر پر تشریف فرما ہیں اور سیاہ عمامہ باندھے ہوئے ہیں اور آپ کے دونوں پلے حضور کے دونوں شانوں کے درمیان لٹکے ہوئے ہیں''۔

یہ احادیث اتباعِ صحابہ میں مثلِ صحابہ محبتِ رسول ﷺ میں زندگی گزارنے میں ممد و معاون ہیں میری ہر مسلمان سے گذارش ہے کہ اس وقت تک کوئی ہدایت یافتہ

نہیں ہوسکتا جب تک نبی پاک ﷺ سے صحابہ کرام کی طرح والہانہ محبت نہ ہوگی ۔الحمدللہ! ہمارے ان دلائل سے خوب ثابت ہوگیا کہ تقویۃ الایمان صفحہ ۵ کی عبارت محض بے اصل ہے اور عشق مصطفیٰ ﷺ پر ایک حملہ ہے

(8)

مزاراتِ انبیاء وصحابہ واولیاء پر قبے اور روضے بنانا

بسم اللہ الرحمن الرحیم . الحمد للہ رب العالمین . والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم امابعد ۔

موضوع زیر بحث پر اہل سنت اور غالی خارجیوں کا موقف

قارئین محترم! ہم نے اس مقالے کا عنوان قائم کیا ہے ''مزاراتِ انبیاء وصحابہ و اولیاء وعلماء پر قبے اور روضے بنانا'' یہ ہم اہل سنت کا شعار اور موقف ہے اور ہم اسی پر دلائل دیں گے لیکن اس کے برعکس ایک گروہ مزاراتِ اقدس پر گنبد، قبوں اور روضوں کی تعمیر کو شرک، بنانے والوں کو مشرک اور وہاں جانے والوں کو نعوذ باللہ ڈبل مشرک قرار دیتا ہے بلکہ اپنے اردگرد ماحول میں دیکھیں آپ کو کئی ایسے متشدد اور سر پھرے ملیں گے جو کہیں گے کہ ہمارا بس چلے اور کاش ہمیں کبھی اقتدار ملے تو ہم ان کو گرا کر دنیا کو بتادیں کہ ان اولیاء میں کچھ قدرت ہوتی تو وہ اپنی قبروں کو ہی بچالیتے اور سرزمین عرب پر نجدیوں نے عملاً ایسا کیا اس تاریخی صداقت میں کوئی شک نہیں ہے۔

مزار گرا کر اہانتِ اولیاء کرنے والوں پر ائمہ اسلاف نے کفر صریح کا فتویٰ دیا

مزید کچھ عرض کرنے سے پہلے ایسے لوگوں کیلئے ایک مفید مشورہ ہے کہ وہ عالم اسلام کے دو مسلمہ بزرگوں اور نامور علمی شخصیات کا فتویٰ اپنے بارے میں ضرور پڑھ لیں کہ شاید اللہ کریم انہیں ہدایت عطا فرمائیں! ان میں پہلی شخصیت حضرت امام عبدالغنی نابلسی قدس سرہ ہیں اور انکی کتاب کا نام کشف النور عن اصحاب القبور ہے دوسری شخصیت زبدۃ المفسرین حضرت سید اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور انکی شہرۂ آفاق تفسیر روح البیان کے پارہ ۲۶ سورہ فتح جلد چہارم صفحہ ۲۴ پر یہ فتویٰ مبارک بدیں الفاظ مرقوم ہے۔

اَمَّا قَوْلُ بَعْضِ الْمَغْرُوْرِيْنَ بِاَنَّنَا ... نَهْدِمُ قُبُوْرَ الْاَوْلِيَاءِ وَ نَرْفَعُ الْبِنَايَاتِ الْمَوْضُوْعَةَ عَلَيْهَا وَنُزِيْلُ السُّتُوْرَ عَنْهَا وَنَجْعَلُ الْاِهَانَةَ لِلْاَوْلِيَاءِ ظَاهِرًا حَتّٰى تَعْلَمَ الْعَوَامُ الْجَاهِلُوْنَ اَنَّ هٰؤُلَاءِ الْاَوْلِيَاءَ لَوْ كَانُوْا مُؤَثِّرِيْنَ فِي الْوُجُوْدِ مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَدَفَعُوْا عَنْ اَنْفُسِهِمْ هٰذِهِ الْاِهَانَةَ فَاعْلَمْ اَنَّ هٰذَا لَصَنِيْعَ كُفْرٌ صِرَاحٌ مَاخُوْذٌ مِنْ قَوْلِ "فِرْعَوْنَ ذَرُوْنِي اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ" ترجمہ: "بعض مغرور لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اولیاء اللہ کی قبروں کو ڈھا دیں گے اور ان پر بنی عمارتوں کو گرادیں گے۔ غلاف اتار پھینکیں گے اور ان اولیاء کی اعلانیہ اہانت کریں گے تا کہ جاہل عوام جان لیں

کہ یہ اولیاء اللہ اگر کچھ قدرت وتاثیر رکھتے تو وہ ہماری اہانت سے ہی اپنے آپ کو بچا لیتے تو جان لو کہ ایسے لوگوں کا یہ کام اور کلام خالص کفر صریح ہے اور یہ بالکل قولِ فرعون سے لیا گیا ہے کہ جس نے کہا تھا ''ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّہٗ (القرآن) یعنی چھوڑ دو مجھے، میں موسیٰ کو قتل کردوں گا چاہے کہ اپنے رب کو بھی بلالے'' (تفسیر روح البیان جلد چہارم صفحہ ۲۴)

مزار گرانے والے نجدیوں اور مساجد گرانے والے ہندوؤں میں نظریاتی یکسانیت

قارئین! علماء نے مقابر وروضے گرانے اور اہانت اولیاء اور ان سے قوت آزمائی کر کے انہیں بے بس ثابت کرنے جیسے بیہودہ فعل کو فرعون کی بڑ کے برابر قرار دے کر اسے کفر صریح لکھا ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران دیکھا گیا کہ مسجد شہید گنج کو سکھوں نے گوردوارہ بنا لیا ہمارے اس دور میں کیمرے کی آنکھ نے یہ منظر پوری دنیا کے ٹی وی چینلز پر دکھایا کہ آٹھ سو مربع میٹر پر تعمیر شدہ تاریخی بابری مسجد ہندوستان میں انتہا پسند ہندوؤں نے زمین بوس کردی تو کیا اب اگر ہندو کہیں جیسا کہ حقیقتاً اب وہ ہندوستان میں عام جلسوں میں کہتے ہیں کہ ''اگر خدا میں طاقت تھی تو اس نے اپنا گھر ہمارے ہاتھوں سے کیوں نہ بچا لیا؟'' میں سوال کرتا ہوں کہ تمہارے قول کہ ''ہم اولیاء اللہ کے روضوں اور گنبدوں کو گرائیں گے تاکہ پتہ چل سکے کہ یہ تو خود کو نہیں بچا سکتے'' اور ہندوؤں کے قول میں کتنا فرق ہے؟ فیصلہ آپ

پر ہے اور یاد رکھیں ائمہ اسلاف نے ایسے کام اور کلام والے پر کفر صریح کا فتویٰ لگایا ہے۔

قبور مشائخ پر گنبد روضے اور قبہ و عمارت بنانے کی قرآن مجید سے دلیل

سورہ کہف میں ہے۔ اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَھُمْ اَمْرَھُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْھِمْ بُنْیَانًا رَبُّھُمْ اَعْلَمُ بِھِمْ قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰی اَمْرِھِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْھِمْ مَّسْجِدًا۔ ترجمہ: اصحاب کہف کا حال ظاہر ہونے پر لوگ ان کے بارے جھگڑا کرنے لگے پس انہوں نے کہا کہ ان اصحاب کہف پر ایک عمارت بنا دو۔ ان کا رب ان کے حال سے خوب واقف ہے جو لوگ اس کام میں غالب رہے وہ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے'' (سورہ کہف)

قارئین ! اس آیت مبارکہ میں کن لوگوں کا ذکر کیا جو کہ اصحاب کہف کی زیارت کیلئے ان کے غار پر گئے اور جنہوں نے ان پر عمارت بنانے یا مسجد بنانے کا قول کیا ؟ خود قرآن کریم اس واقعہ کے سیاق وسباق کو بیان کرتا ہے یہ تمام لوگ جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا گیا سب اہل ایمان تھے ان کا اہل ایمان ہونا ''لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْھِمْ مَّسْجِدًا '' سے بھی واضح ہے کیونکہ قرآن نے ہی دوسرے مقام پر فرمایا ۔''اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ''۔ ترجمہ: ''اللہ کے گھر یعنی مساجد تعمیر والے صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ اور دن آخرت پر ایمان رکھتے ہوں'' لہٰذا ان لوگوں کے اہل ایمان ہونے میں شک نہ رہا۔ قرآن کریم نے ان لوگوں کی دو باتوں کا ذکر فرمایا ایک تو اصحاب کہف کے ارد گرد ان

کے اوپر قبہ اور مقبرہ بنانے کا قول اور مشورہ کرنا۔ دوسرا ان کے قریب غار پر مسجد بنانا "لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا" کی تفسیر میں تفسیر مدارک، روح البیان اور خزائن العرفان میں ہے۔ يُصَلِّي فِيهِ الْمُسْلِمُونَ وَيَتَبَرَّكُونَ بِمَكَانِهِمْ ۔تاکہ مسلمان اس میں نماز پڑھیں اور ان کے مکان سے قرب الٰہی حاصل کریں۔اب قرآن مجید نے ان کے دونوں قول ذکر کر کے کسی کا بھی انکار نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فعل جب بھی جائز تھے اور اب بھی جائز ہیں جیسا کہ کتب اصول سے ثابت ہے کہ "شَرَائِعُ قَبْلَنَا يَلْزَمُنَا" اور بنا بر قبور، خواہ وہ قبوں کی صورت میں ہو یا ان کے نزدیک مسجد کی صورت میں دونوں صورتوں میں "علیہم" کے الفاظ یعنی "اوپر ان اصحاب کہف کے" قرآن کی نص قطعی ہے۔ بنا بر قبور پر اگر شرک کا شائبہ بھی ہوتا تو قرآن مجید ضرور اس کی تردید کرتا اور اس سے منع فرماتا ۔مسئلہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ مشائخ اور بزرگانِ دین کے مزاراتِ اقدس پر قبے اور روضے تعمیر کرنا اور انکے مزارات کے ساتھ مساجد بنانا قدیم اہل ایمان میں معروف رہا ہے بلکہ ان کا طریقہ رہا ہے اور قرآن کریم میں ان دونوں اقوال کا ذکر کرنا اور منع نہ کرنا اس فعل کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جوارات میں برکت حاصل ہوتی ہے اور بزرگان دین کے مزارات اقدس سے ملحق مقامات پر عبادت الٰہی میں ان بزرگوں کی روحانی توجہ و برکت مزید قرب الٰہی کا سبب بنتی ہے۔

ائمہ دین کے روضے اور قبے تعمیر کرنے پر فتاویٰ مبارکہ

ملا علی قاری لکھتے ہیں:۔ قَدْ اَبَاحَ السَّلَفُ الْبِنَاءَ عَلٰی قُبُوْرِ الْمَشَائِخِ وَ الْعُلَمَاءِ الْمَشْهُوْرِيْنَ يَزُوْرُهُمُ النَّاسُ وَيَسْتَرِيْحُوْا بِالْجُلُوْسِ فِيْهِ

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ثانی صفحہ ۳۷۲)

ترجمہ: پہلے علماء نے مشائخ اور مشہور علماء کی قبروں پر عمارات بنانا جائز فرمایا ہے تاکہ لوگ انکی زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر (قرآن پاک پڑھنے برائے ایصال ثواب میں) آرام واستراحت محسوس کریں

(2) مجمع البحار نے جلد ۲ صفحہ ۱۸۷ اور تکملہ صفحہ ۱۴۰ میں علماء سلف سے اسکی اباحت نقل کی۔

(3) کشف النور تصنیف حضرت امام عبدالغنی نابلسی کے حوالہ سے حضرت سید اسماعیل حقی اپنی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"قبوں کا علماء واولیاء وصلحاء کی قبور پر بنانا جائز امر ہے جبکہ اس میں عام لوگوں کی نظروں میں تعظیم کا قصد ہوتا کہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ سمجھیں"۔ ترجمہ بلفظہ

(تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۸۷۹)

(4) حافظ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری پ ۵ صفحہ ۶۹۹ پر، علامہ شامی رد المختار جلد اول صفحہ ۶۶۱ پر، اور حضرت شاہ احمد سعید دہلوی نے تحقیق الحق المبین فی اجابۃ مسائل الاربعین (الحمد للہ! کہ یہ کتاب اصل فارسی جناب محبوب احمد بھٹی محلہ

بھٹیاں کروڑ لعل عیسن نے مجھے دوران تصنیف مکمل فوٹو کاپی کر کے بھجوائی ہے)
میں سوال نمبر ۳۷ کے تحت درمختار۔ طوالع الانوار۔ فتاوی کبریٰ اور غیاثیہ کے
حوالوں سے الحق المبین صفحہ ۲۹ پر، طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۳۳۵ پر، حضرت
شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۲۳۳ پر، کفایہ حاشیہ ہدایہ
مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰۰ پر، جامع صغیر قاضی خان کے حوالے سے اور میزان کبریٰ آخر جلد
اول صفحہ ۱۹۰ پر کتاب الجنائز میں قبور اولیاء و علماء پر گنبد و قبے بنانا واشگاف الفاظ
میں اباحتِ سلف نقل کر کے انکی تعظیم ولایت کے پیش نظر جائز اور مستحب قرار دیا ہے
چونکہ تفصیل مقصود نہیں لہٰذا صرف کتب کے جلد اور صفحہ نمبر کی نشاندہی کر دی گئی ہے
اور ہر صاحبِ مطالعہ کیلئے حافظ ابن حجر، علامہ شامی، صاحب طوالع الانوار،
صاحب فتاویٰ کبریٰ، مفتی اسلام قاضی خاں، علامہ طحطاوی مصری، حضرت شاہ
عبدالحق محدث دہلوی اور روحانی و علمی شخصیت حضرت شاہ احمد سعید دہلوی کا
مزاراتِ اقدس پر تعمیر (گنبد، روضہ اور قبہ کی صورت میں) پر قلم اٹھانا اور اسکے
جواز کو دلائل سے ثابت کرنا اور سلف سے اسکی اباحت نقل کرنا تمام عالم اسلام کے
جملہ مسلمانوں کے اس مسئلہ پر اطمینان کیلئے بہت کافی ہے کیونکہ ان شخصیات سے
ہی جملہ فنون بالخصوص حدیث و فقہ میں جمیع عالمِ اسلام میں بلالحاظ مسلک و مذہب
استناد کیا جاتا ہے اور ان کی رائے کو قانونِ اسلامی میں سند تصور کیا جاتا ہے۔ الحمد
للہ! ان سب ہستیوں نے قبورِ علماء و اولیاء پر قبے گنبد اور روضے بنانے کے عمل میں
واشگاف الفاظ میں اباحتِ اسلف نقل کر کے انکی تعظیم ولایت کے پیش نظر جائز اور

مستحب قرار دیا ہے چونکہ تفصیل مقصود نہیں لہٰذا صرف کتب کے جلد اول صفحہ نمبر کی نشاندہی کر دی گئی ہے اور ہر صاحب مطالعہ کیلئے حافظ ابن حجر، علامہ شامی، صاحبِ طوالع الانوار، صاحبِ فتاویٰ کبریٰ، قاضی خاں، علامہ طحطاوی مصری، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور روحانی و علمی شخصیت حضرت شاہ احمد سعید دہلوی کا مزاراتِ اقدس پر تعمیر (گنبد، روضہ اور قبہ کی صورت میں) پر قلم اٹھانا اور اسکے جواز کو دلائل سے ثابت کرنا اور سلف سے اسکی اباحت نقل کرنا تمام عالمِ اسلام کے جملہ مسلمانوں کے اس مسئلہ پر اطمینان کیلئے بہت کافی ہے۔ کیونکہ ان شخصیات سے ہی جملہ فنون بالخصوص حدیث و فقہ میں جمیع عالمِ اسلام میں بلا لحاظ مسلک و مذہب استناد کیا جاتا ہے اور ان کی رائے کو قانونِ اسلامی میں سند تصور کیا جاتا ہے۔ الحمد للہ! یہ سب ہستیاں قبورِ علماء و اولیاء پر قبے گنبد اور روضے بنانے پر قائل و عامل ہیں اور پھر ان کے ساتھ حوالہ نمبر ا تا ۳ کے ائمہ دین یعنی ملا علی قاری، صاحب مجمع البحا۔ حضرت امام عبدالغنی نابلسی اور حضرت اسماعیل حقی صاحبِ تفسیر روح البیان کا واضح موقف بھی جوازِ بنا علی القبور پر ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِکَ۔

(5) بلکہ اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کے مقلدین نے بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کو عملاً اختیار کیا ہے اور ہمارے لئے یہ انتہائی مسرت کا مقام ہے کہ جواز البناء علی القبور کا فتویٰ کتاب المیزان جلد اول صفحہ ۱۹۰ پر، رحمۃ الامۃ بر حاشیہ میزان پر اور بدایۃ المجتہد جلد اول صفحہ ۱۹۴ پر حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ سراج الامت سے "جَوَّزَ ذَالِکَ ابو حنیفۃ" اور "مَعَ قول ابی حنیفۃ بجواز ذٰلک

''کے واضح الفاظ میں منقول ہے۔

عمارت قبور پر اعتراض اور احادیث بخاری، عمل صحابہ وصالحین امت سے اس کا دندان شکن جواب

اعتراض۔ مشکوٰۃ باب الدفن میں مسلم شریف سے ایک روایت ہے۔

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ ۔ترجمہ: ''حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے منع فرمایا اس سے کہ قبروں پر گچ کی جائے اور اس سے کہ اس پر عمارت بنائی جائے اور اس بات سے کہ اس پر بیٹھا جائے''۔

مخالفین اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ قبر کو پختہ بنانا قبر پر عمارت بنانا۔ اور قبر پر مجاور بن کر بیٹھنا حرام ہے۔

جواب:۔ شرح حدیث کے کچھ طے شدہ اصول اس حدیث کی وضاحت کیلئے پیش نظر رہنے چاہئیں۔

(۱) پہلے نمبر پر حدیث کے معانی صرف وہی معتبر ہیں جن سے قرآن وحدیث کے دیگر دلائل سے تضاد واقع نہ ہو (۲) بالخصوص چونکہ صحابہ پاک، حدیث اور صاحبِ حدیث کے عینی شاہد ہیں وہ احادیث کے معانی ہم سے بہتر جانتے ہیں لہٰذا صحابہ کے کسی عمل سے ان معنوں میں تضاد نہ آئے بلکہ حدیث کے الفاظ کی توجیہہ عملِ صحابہ کے مطابق کی جائے۔ (۳) امت کے صالحین اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

کا مصداق ہیں اور صِرَاطَ الَّذِینَ اَنعَمتَ علیھِم میں "الَّذِین" سے واضح ہے کہ ہم ان صالحین شخصیات کے راستہ کا اللہ سے سوال کرتے ہیں ۔صراط القرآن یا صراط الحدیث کی بجائے اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ صِرَاطَ الَّذِینَ اَنعَمتَ عَلَیھِم کے الفاظ سے بارگاہِ الٰہی میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے صرف وہی معانی معتبر ہیں جو صراطِ مستقیم پر گامزن صاحبِ انعام صالحین کریں گے اور محدثین نے بھی یہ اصول معانیِ حدیث کے تعین میں خود قائم کیا ہے۔ مثلاً ابوداؤد شریف کتاب البیوع ذخیرہ اندوزی کی ممانعت والے باب میں ایک حدیث روایت کی گئی اور اس کے بعد ہے قَالَ اَبُو دَاؤدَ ھٰذا الحَدِیثُ عِندَنَا بَاطِلٌ قَالَ ابُو دَائودَ کَانَ سَعِیدُ بنُ مُسَیِّبٍ..."

(ابوداؤد مترجم جلد ۳ صفحہ ۳۴،۳۵)

ترجمہ: "امام ابوداؤد نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک یہ روایت محض باطل ہے کیونکہ حضرت سعید بن مسیب کا عمل اس کے الٹ ہے" دیکھیں یہاں امام ابوداؤد نے یکے از صالحین کے عمل کے مقابلے میں مروی روایت کو باطل محض قرار دیا ہے اور اسی ابوداؤد جلد سوئم صفحہ ۵۴۱ پر حدیث مبارک لکھی کہ "ہر پیر اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے گناہ معاف فرما دیتا ہے سوائے اس کے جسکی اپنے بھائی سے عداوت ہو"۔ حدیث مبارک لکھنے کے بعد معانیِ حدیث کیلئے امام ابوداؤد نے صالحین امت میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عمل سے استدلال کیا ابوداؤد کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ "قَالَ ابُو دَائودَ وَاِذَا کَانَتِ الھِجرَۃُ للہ فلیسَ مِن

هٰذا بِشَیٴ عُمَرَ بن عَبدِالعزیزِ غطی وَجھَہٗ عن رَجلٍ "۔ترجمہ:۔"امام ابوداؤد نے فرمایا کہ اگر بھائی سے عداوت محض اللہ کیلئے ہوتو اسے اس حدیث میں بیان کی گئی سزا اور وعید سے کچھ تعلق نہیں کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک آدمی سے (مستقل طور پر) اپنا منہ ڈھانپ لیا تھا" اور امام ترمذی تو سندِ صحیح والی حدیث کو بھی "فَلَیسَ عَلیہ عَملُ العلماء" لکھ کر اسکی عملی حیثیت کا تعین کر دیتے ہیں اور عمل علماء سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ امت کے علماء کے پاس شاید اس حدیث کی ناسخ دوسری حدیث یا کوئی دیگر بہتر دلائل موجود ہوں۔ چونکہ مخالفین کے پاس یہی ایک اعتراض ہے لہٰذا ان تینوں اصولوں کو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ حق واضح ہو سکے اور اس کے جو معنی اہلِ حق صحابہ و صالحین امت نے سمجھے ہیں وہی درست سمجھے جائیں۔

اعتراض مذکور میں حدیث محولہ کی نہی سے حرام مراد لینا باطل محض ہے

حدیث مذکورہ کے ابتدائی الفاظ ہیں "نَھٰی رَسُولُ اللہ اَن ...." معترض نے اس نہی سے حرام مراد لیا ہے وہ باطل محض ہے اور اصولِ حدیث اور فن حدیث سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ احادیث میں بیشتر نواہی ایسے وارد ہیں جو محض تنزیہی ہیں اور یہ تمام احادیث ان الفاظ سے ہی شروع ہوتی ہیں "نَھٰی رَسُولُ اللہ ﷺ ..." لیکن محدثین سمیت جمیع امت نے ان امور کو ناجائز اور حرام نہیں کہا مثلاً روزانہ کنگھی کرنا۔ جائے غسل میں پیشاب کرنا، کمر پر ہاتھ رکھنا، گرم طعام کھانا،

پیاز لہسن کچا کھانا اور اسی طرح بناء علی القبور وغیرہ وغیرہ کی سب حدیثیں "نھی رسول اللہ" کے الفاظ سے شروع ہوتی ہیں ۔اب زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائیگا کہ یہ نہی تنزیہی ہے جو جواز کے ہرگز مخالف نہیں۔ خود سوچیں کیا روزانہ کنگھی کرنا حرام ہے؟ اور کیا گرم کھانا کھانا حرام ہے؟ اگر ہے تو کوئی بھی شاید پھر اس حرام سے بچنے کا دعویٰ نہ کر سکے۔ بلکہ یہ نہی تنزیہی کبھی کبھار وہ کام کر لینے کی صورت میں کسی بھی وعید کو لازم نہیں کرتی بلکہ جواز کو ثابت کرتی ہے۔ اس موقع پر صرف مزارات سے ہی بیر وعناد کیوں ؟ ہم مخالفین کو مسجدیں پختہ نہ کرنے ، انکو بلند نہ کرنے ، ان میں نقش ونگار نہ کرنے اور مساجد کے منارے نہ بنانے کے احکام پر مبنی صحاح ستہ سے احادیث پیش کر کے ان کا جواب مخالفین سے طلب کرتے ہیں اور صاف بات ہے جو تمہارا جواب ہوگا تجصیص و بناء قبور پر ہمارا بھی وہی جواب ہوگا۔

(1) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا اُمِرْتُ بِتَشْیِیْدِ الْمَسَاجِدِ (ابوداؤد شریف)۔ ترجمہ: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے مساجد کے پختہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا"

قارئین ! میں کل نام نہاد اہلحدیثوں اور غیر مقلدوں اور نجدی دیوبندی گروہوں سے ابوداؤد شریف کی اس حدیث کا جواب طلب کرتا ہوں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مساجد پختہ بنانے کا حکم نہیں دیا گیا تو تم نے کون سی وحی سے یہ حکم حاصل کر لیا؟ نیز یہ کہ اس حدیث کی روشنی میں مسجد حرام شریف سمیت تمام پختہ مساجد کا کیا شرعی حکم ہے؟ یہاں پختہ مسجد تعمیر کرنا حرام کیوں نہیں کہتے ؟

(2) قَالَ اَرَاکُمْ تُشْرِفُوْنَ مَسَاجِدَ کُمْ بَعْدِیْ کَمَا اَشْرَفَتِ الْیَهُوْدُ کَنَائِسِهَا وَکَمَا اَشْرَفَتِ النَّصَارٰی بِیَعُهَا (ابن ماجہ عربی صفحہ ۵۴)۔ ترجمہ: حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم میرے بعد اپنی مسجدوں کو بلند کرو گے جیسے کہ یہود نے اپنے کنیسے اور نصاریٰ نے اپنے گرجے بلند کئے"

(3) قَالَ مَاسَاءَ عَمَلُ قَوْمٍ قَطُّ اِلاَّ زَخْرَفُوْا مَسَاجِدَ هُمْ (ابن ماجہ عربی صفحہ ۵۴)۔ ترجمہ: فرمایا کسی قوم کا عمل اس سے زیادہ برا نہیں کہ مسجدوں کی آرائش میں نقش ونگار کرے"

(4) قَالَ اِبْنُوا الْمَسَاجِدَ جُمًّا (رواہ ابن ابی شیبہ والبیہقی)۔ ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ مسجدیں منڈی بناؤ یعنی ان میں کنگرے اور منارنہ رکھو"۔

حدیث نمبر 2 سے مسجدیں بلند کرنے کی نہی ہے حدیث نمبر 3 سے مسجدوں کو مزخرف کرنے ان میں نقش ونگار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حدیث نمبر 4 میں بغیر کنگرے اور منار مسجدیں بنانے کا حکم ہے مخالفین سے صرف یہ سوال ہے کہ تعمیر مساجد میں آج تمہارا ان احادیث پر عمل کیوں نہیں ہے؟ کیا جرأت ہے کہ یہ تمام مساجد گرا کر ایسی مسجدیں تیار کرو کہ جو عہدِ نبوی میں تھیں؟ اگر ہے تو جب یہ کام کر چکیں تو پھر مزاراتِ صلحاء کے گرانے کی فکر کریں۔ فَمَا جَوَابُکُمْ عَنْ تَجْصِیْصِ الْمَسَاجِدِ وَتَشْیِیْدِهَا وَزَخْرَفَتِهَا فَهُوَ جَوَابُنَا عَنْ تَجْصِیْصِ الْقُبُوْرِ. پس جو تمہارا جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہوگا۔

بناء برقبور اور تشید مساجد کی نہی اور دونوں کے حل میں مطابقت

علامہ ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں "ان احادیث سے مستنبط ہے کہ مساجد کی زینت و آرائش، پختہ، بنانا اور منار لے بنانا مکروہ ہے اس لئے کہ مال بے وجہ خرچ ہوگا ہاں اگر مساجد کی تعظیم کیلئے آرائش ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ اس کے مال سے مسجد کی گچکاری یا سرح زرد رنگ کر دیں تو وصیت نافذ ہوگی کیونکہ لوگوں میں جس طرح کہ نئی نئی باتیں پیدا ہوئیں اسی طرح انکے لئے فتاویٰ بھی نئے ہوئے مسلمانوں اور کفار سب نے اپنے گھروں کی گچکاری شروع کر دی پختہ اور منقش بنانا شروع کر دیا۔ اب اگر ہم مساجد کو بڑے بڑے گھروں کے درمیان کچی اینٹ سے ان سے پست بنائیں تو مساجد کی بے وقعتی ہوگی لہٰذا مسجدیں پختہ بنانا۔ منارے تعمیر کرنا۔ منقش کرنا اور انکی آرائش کرنا جائز ہے۔

(بحوالہ دلائل المسائل صفحہ ۳۱۸)

قارئین! تعظیم مساجد کی نیت کرنا اور کچی نہ بنا کر ان کو بے وقعتی اور تحقیر سے بچانا ہی ان احادیث کی توجیہہ ہے اور یہی توجیہہ تخصیص قبورِ مشائخ کے بارے امت کے تمام علماء نے آج تک کی۔ ایک کو قبول اور دوسرے کو رد کرنا آخر کونسا انصاف ہے؟ اور مزید دیکھیں۔

خواص کی قبور پر قبے اور عمارت بنانا سنت صحابہ ہے

جن جید صحابہ نے قبور پر قبے بنائے کیا انکے پیش نظر یہ حدیث نہ تھی؟ حدیث مسلم کی توجیہہ عمل صحابہ کے مطابق ہونی چاہیے۔

(1) بخاری شریف میں ہے۔''لَمَّا مَاتَ الحَسَنُ بنُ الحَسَنِ بنِ عَلِیٍّ ضَرَبَتِ امرَاَتُہُ القُبَّۃَ عَلٰی قَبرِہٖ سَنَۃً ''۔ترجمہ:۔''جب امام حسن بن حسن بن مولا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) فوت ہوئے تو انکی زوجہ حضرت سیدہ فاطمہ بنت سیدنا حضرت مولا امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے انکی قبر پر ایک سال تک قبہ لگائے رکھا''۔

اس حدیث پر حضرت ملا علی قاری کی بحث مرقات شرح مشکوٰۃ باب البکاء میں سنیں ۔''اَلظَّاھِرُ اَنَّہٗ لِاِجتِمَاعِ الاَحبَابِ لِلذِّکرِ وَ قِرَآئَۃِ القُرآنِ وَ حُضُورِ الاَصحَابِ بِالمَغفِرَۃِ اَمَّا حَملُ فِعلِھَا عَلَی العَبثِ المَکرُوہِ فَغَیرُ لَائِقٍ لِصَنِیعِ اَھلِ بَیتِ ''۔ترجمہ:۔ظاہر ہے کہ یہ قبہ حضرت امام مرحوم کے دوستوں اور صحابہ کے جمع ہونے کیلئے تھا تاکہ اللہ کا ذکر اور تلاوت قرآن مجید کریں اور دعائے مغفرت کریں لیکن اس سیدہ پاک کے اس کام کو محض بے فائدہ اور مکروہ سمجھنا اہل بیت نبوت کی شان کے قطعاً خلاف ہے۔

(2) وَضَرَبَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہُ عَلٰی قَبرِ زَینَبَ بِنتِ جَحشٍ (عینی جلد ۴ صفحہ ۱۴۹)۔ترجمہ:۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش کی قبر پر قبہ لگایا۔

(3) وَضَرَبَت عَائِشَۃُ عَلٰی قَبرِ اَخِیھَا۔ترجمہ:''حضرت عائشہ نے اپنے

بھائی کی قبر پر قبہ لگایا"۔ (عینی جلد ۴ صفحہ ۱۴۹)

(4) اسی عینی شرح بخاری میں ہے۔ **وضربه محمد بنُ الحنفية على قبر ابن عباس** ۔ترجمہ:۔محمد بن حنیفہ نے حضرت ابن عباس کی قبر پر قبہ بنایا (عینی جلد ۴ صفحہ ۱۵۰)

(5) بدائع الصنائع جلد اول صفحہ ۳۲۰ پر ہے:۔"جب طائف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا" **صلى عليه محمد بن الحنفية وجعل قبره مسنما وضرب عليه فسطاطا** "محمد بن حنفیہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انکی قبر ڈھلوان بنائی اور انکی قبر پر قبہ بنایا۔

قارئین! احادیث بالا سے خواص کی قبور پر قبے حضور سیدنا و مولانا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لخت جگر حضرت سیدہ فاطمہ، خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت علی کے بیٹے حضرت محمد بن حنفیہ کے فعل سے سنتِ صحابہ ثابت ہوا۔

(6) اور اب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فیصلہ کن حوالہ سنئے۔آپ نے علامہ کرمانی شارح صحیح بخاری کے حالات میں لکھا ہے۔

"کہ در ایام حیاتِ خود برائے خود قبرے و عاقبت خانہ در جوار قبر حضرت شیخ ابو اسحاق شیرازی درست ساختہ بود و بالائے آں قبہ عالی ترتیب کردد۔ درھماں مقام مدفون شد۔ ترجمہ:۔"حضرت علامہ کریانی نے اپنی زندگی میں اپنے لئے قبر بنوائی اور اس پر عالیشان قبہ بنوایا پھر اس میں مدفون ہوئے"۔

مسلمہ اصولِ حدیث کی روشنی میں حدیثِ مسلم کا مطلب

ہم نے جو اوپر تین اصول حدیث قائم کئے ہیں انکی روشنی میں پہلی بات یہ ہے کہ قرآن پاک سورہ کہف سے بناء علی القبور کا جواز ہے اور یہ نہی تنزیہی بذاتِ خود جواز فراہم کرتی ہے جس طرح کہ ہم نے اوپر مساجد اور مقابر کی نہی اور دونوں کا ایک ہی حکمِ جواز اوپر ثابت کیا۔ دوسرے نمبر پر عمل صحابہ قبے بنانے پر ظاہر و باہر ہے ۔تیسرے صالحینِ امت سے خود اپنے لئے قبے بنوانا اور پہلے فوت شدہ بزرگانِ دین کے قبے بنانا اکنافِ عالم میں ثابت ہے تا کہ ان کے قبورِ مقدسہ کی تعظیم ہو اور ان سے انکی روحانی سطوت کفار پر قائم ہو اور اہلِ اسلام ان کے انوار سے مستنیر ہوں اور جاہل وعوام کے پاؤں میں ان کی قبورِ مقدسہ روندے جانے سے بچ سکیں ۔لہٰذا علماء نے قرآن مجید کے ظاہر جواز، قبہ بنانے کا فعل سنتِ صحابہ ہونے اور جمیع امت محمدیہ ﷺ کے صالحین کا مشائخ کے روضوں پر جانے اور روضے بنانے اور خود بنوانے کی بناء پر حدیث مسلم کی یہ توجیہہ کی کہ (۱) اس سے مراد بناء للسکونۃ ہے یعنی اپنی رہائش کیلئے قبور پر گھر وغیرہ بنانا درست نہیں کہ اس میں اہل اسلام کی قبور کی اہانت ہے (۲) بعض نے اس نہی کو قبورِ عوامِ مسلمین پر حمل کیا اور مشائخ وعلماء صالحین کی قبورِ مبارکہ کو اس سے مستثنیٰ رکھا (۳) اور اگر زائرین وقارئین کی استراحت کیلئے یا شوکتِ اسلام کی علامت کیلئے ہو کہ لوگوں کو صلحاء کی مزار کا پتہ لگ جائے اور کفار آکر دیکھیں کہ دنیا میں اعمال صالحہ کرنے

والے کی قبر کا بھی کیا مقام ہے کہ اس کو اللہ نے ذکر اور رفع حاجات کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ تو بالکل جائز اور درست ہے۔ (۴) بعض نے علی کا معنی حقیقی مراد لیا۔ یعنی نَهٰى اَنْ يُبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ ۔ ترجمہ:۔ ''منع کیا اصل قبر کے اوپر بلند تعمیر کرنے سے'' اور اس فقیر محمد رفیق کیلانی کے نزدیک یہ معنی ہی حدیث مبارکہ کا اصل مدلول ہیں کیونکہ حضور سید عالم ﷺ کی شریعت مبارکہ کا ایک بنیادی اصول ہے۔ خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ کہ ''مشرکین کے الٹ عمل کرو''۔ آج بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ قلعہ قاسم باغ کہنہ ملتان میں اور ضلع گوجرانوالہ شہر رسول نگر میں کئی مشرک انگریزوں کی قبریں ہین اور انکی قبر پر بناء بالکل عموداً اصل قبر پر ایک بلند ستون کی شکل میں تعمیر کی گئی ہے۔ نھی ان یبنی علیه ''منع فرمایا مسلمانوں کو اصل قبر پر مشرکین کی طرح ستون نما تعمیر کرنے سے'' وان یقعد علیه ''اور منع کیا خود قبر کے اوپر بیٹھنے سے'' اور منع کیا خود قبر کے اوپر بیٹھنے سے'' اسکی موید ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ ایک آدمی کسی قبر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا تھا سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا لاتوذو صاحب قبر کہ قبر والے کو تکلیف نہ دو اور خود قبر کے اوپر بیٹھنا تو صاحبِ قبر کیلئے زیادہ تکلیف دہ ہے نہ یہ کہ ان یقعد علیہ سے مراد وہاں انتظام وانصرام مزارات کیلئے مجاور بن کر بیٹھنا منع ہے۔ مجاور اسی کو کہتے ہیں جو قبر کا انتظام رکھے، اسے کھولنے اور بند کرنے کے لیے چابی اپنے پاس رکھے اور یہ کام ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ خود کرتی تھیں چابی آپ کے پاس ہوتی مشکوٰۃ باب الدفن میں ہے کہ آپ ہی حجرہ شریف کھلوا کر زیارت کراتیں۔ پھر آج تک روضہ

مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر مجاور رہتے ہیں کسی نے ان کو ناجائز نہ کہا ان کا وہاں رہنا اور صدیوں سے ان کو کسی کا ناجائز نہ کہنا ہی مجاورین قبور کے جواز کی دلیل ہے۔

قبور پر روضے بنانے کے مخالفین کو ساکت وصامت کر دینے والے چند سوال:۔

(1) الحمد للہ! گنبد خضری شریف کے نظارے ہم گناہگاروں کی شفاعت کی سند ہیں

گنبدِ خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے — دیکھ لیتے ہیں تجھ کو تو پیاس بجھا لیتے ہیں
وقت کی قید نہیں، ہیں یہ کرم کی باتیں — سرکار کی مرضی ہے جب چاہیں بلا لیتے ہیں

ظاہر ہے رسول کریم ﷺ کے روضہ شریف پر گنبد عالی شان بے مثل و بے مثال بنا ہوا ہے۔ اللہ کریم اسکی تابانیوں، عظمتوں، اور شانوں کو صاحبِ گنبد خضریٰ ﷺ کی شانِ رفیع کے مطابق ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھے گا اور اس کے نورانی نظارے ہم گناہگاروں کو بار بار شفاعت کی سند عطا کرتے رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اب ہر ایک پر عیاں ہے اور کسی سے یہ مخفی نہیں کہ حجرہ شریفہ کی تعمیر صحابہ کے زمانہ میں ہوئی اس وقت کسی صحابی یا تابعی سے انکار مروی نہیں سوال یہ ہے کہ کیا کسی نے بھی حدیث منع بنا کی پیش کی؟ (2) کیا روضہ شریف میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعمیر اور بنا پر بھی نام نہاد مسلم اور درون خانہ ذریت عبداللہ بن ابی کو اعتراض ہے؟

(3) نیز یہ کہ اپنی پیش کردہ حدیث کی روشنی میں گنبدِ خضریٰ شریف کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ کھل کر بیان کریں تا کہ تمہاری اصلیت طشت از بام ہو سکے۔ (4) چہارم یہ کہ اگر روضہ نبوی ﷺ کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے تو اس استثناء کی آپ کے پاس کوئی قولی حدیث یا کوئی ضعیف سے ضعیف دیگر شرعی دلیل کیا ہے؟ جبکہ روضہ نبوی ﷺ کی زیارت کرنے والے کیلئے یہ خوشخبری ہے۔ مَنْ زَارَ قَبرِی وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ۔ ترجمہ:۔ جس نے میری قبرانور کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔ جب شفاعت واجب ہوگئی تو اس زائر کا مسلمان ہونا، اس کا خاتمہ بالایمان ہونا اور جنتی ہونا ہر لحاظ سے ثابت ہو گیا۔ جب زائر کیلئے یہ تمام اخروی بشارتیں یقینی ہیں تو اسے زیارت کرنے کے جرم میں مشرک کہنے والا یا تو پاگل ہے یا اپنے انجام بد سے واقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے (آمین)

(5) پنجم یہ کہ اگر اس میں رسول کریم ﷺ کی خصوصیت ہے تو سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تو اسی حجرہ شریفہ میں مدفون ہیں ان کیلئے بنا علی القبور کو جائز رکھنے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ (6) اگر کہا جائے کہ حجرہ شریفہ کی عمارت دفن سے پہلے بنی ہوئی تھی اور ممنوع وہ ہے جو دفن کے بعد ہو تو بخاری شریف جلد دوئم صفحہ ۱۸۶ دیکھیں کہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں ایک دیوار حجرہ پاک کی گری حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم مبارک ننگا ہو گیا پھر تمام تابعین کے سامنے حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد نے خود نئی تعمیر

کی اور آج روضہ مقدسہ بالکل ہی بعد کی عمارت ہے یہ سب قبر انور سید عالم ﷺ اور قبورِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر بعد دفن بنا علی القبور ہوئی اس کا تمہارے نزدیک کیا حکم ہے؟ (7) کیا کوئی ایک حدیث پیش کر سکتے ہو کہ نبی پاک ﷺ نے کسی مسلمان اور صحابی کی قبر گرانے، اکھیڑنے یا مسمار کرنے کا حکم دیا ہو؟ کیا صرف مشرکین کی قبریں گرانے کا آپ نے حکم نہیں دیا؟

آخری بات:۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سات سوالوں کے اگر خارجی جواب دے دیں اور اپنا باطن ظاہر کر دیں تو مسلمان انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیں وہ اولیاء اللہ جن کے نصیبوں میں ظاہر زندگی میں حضور سید عالم ﷺ کی ہر سنت ادا کرنا مقدر ہے انکے متعلق حکم ہے اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ (ترمذی) کہ قبور اولیاء و صالحین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہیں جنت عزت کی جگہ ہے۔ سکون کی جگہ ہے۔ تعظیم کے قابل ہے۔ ''فزوروھا'' ''حکم ہے ان کی زیارت کرو''۔ اولیاء کے زائرین ان کے مہمان ہوتے ہیں۔ ان کے بیٹھنے کیلئے، قرآن مجید و درود شریف پڑھنے کیلئے معقول انتظام اور عمارت چاہئے اور بعد وصالِ اولیاء، اتباع نبوی میں انکا بھی روضہ بننا بذات

خود ان کی جیتی جاگتی کرامت بھی ہے اور گنبدِ خضریٰ اور صاحبِ گنبد خضریٰ کی اتباع سے محبت کا ثبوت بھی۔

نوٹ: اب اگلے باب میں وہابیہ کا گیارہویں شریف پر اعتراض کیلئے پیش کردہ آیت پر ہم متقدمین کی گیارہ معتبر ترین تفاسیر کے حوالے بلاتبصرہ پیش کرتے ہیں۔

باب ششم

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کی معتبر تفاسیر سے شرح

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ رب العالمین ۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم امابعد ۔

وما اھل بہ لغیر اللہ (سورۃ البقرہ۲ آیت ۱۷۳) ترجمہ: اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لیکر ذبح کیا گیا (وہ حرام ہے)

اب اس کے متعلق مفسرین کرام کی آراء ملاحظہ ہوں

(1) جلالین :۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں ۔ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ ، ای ذبح علی اسم غیرہ تعالیٰ والاھلال رفع الصوت ۔ وکانوا یرفعونہ عند الذبح لا لھتھم ۔ (جلالین: قدیمی کتب خانہ کراچی صفحہ ۲۴) ترجمہ: وما اھل بہ لغیر اللہ یعنی وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے گئے اور اھلال کا معنیٰ آواز کا بلند کرنا ہے اور کفار اپنے الٰھوں کیلئے ذبح کرتے وقت آواز بلند کرتے تھے۔

(2) بیضاوی :۔ حضرت علامہ ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں ۔ (وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ) ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم ۔ (تفسیر بیضاوی صفحہ ۳۵، مطبوعہ دار

فراس) ترجمہ: وما اھل بہ لغیر اللہ۔ یعنی بت کیلئے ذبح کرتے وقت آواز بلند کیا گیا

(3) تفسیر مظہری:۔ قاضی محمد ثناء اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(وما اھل به لغیر الله) قال ربیع بن انس یعنی ماذکر عندذ بحه اسم غیر الله والاهلال اصله رویة الهلال یقال اهل الهلال ثم لما جرت العادة برفع الصوت بالتکبیر عند رویة الهلال سمی لرفع الصوت مطلقا الاهلال و کان الکفار اذا ذبحوا لالهتهم یرفعون اصواتهم بذکر ها فجری ذلک من امرهم حتی قیل لکل ذابح وان لم یجهر مهل۔

(تفسیر مظہری جلد اصفحہ ۱۷۰، مطبوعہ: ادارہ اشاعت العلوم)

ترجمہ: وما اھل بہ لغیر اللہ کے متعلق ربیع بن انس نے کہا کہ وہ جانور بھی حرام ہیں جن پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ اھلال کی اصل چاند کا دیکھنا ہے کہا جاتا ہے اھل الھلال یعنی نیا چاند نکلا۔ پھر جب رویت ھلال کے وقت بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا لوگوں کی عادت ہو گیا تو پھر مطلقاً اھلال بلند آواز کے معنی میں بولا جانے لگا اور کفار جب اپنے بتوں کیلئے جانور ذبح کرتے تھے تو ان کے ذکر کے ساتھ آواز بلند کرتے تھے تو یہ ان کی عادت ہو گئی اس لئے ہر ذابح کو مھل یعنی اھلال کرنے والا کہتے ہیں خواہ وہ بلند آواز سے تسمیہ نہ بھی کرے۔

(4) تفسیر روح البیان:۔ شیخ اسماعیل حقی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

(وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ) هُوَ كُلُّ مَا يَتَقَرَّبُ بِهِ إِلَى اللّٰهِ مِنَ الطَّاعَاتِ الْبَدَنِيَّةِ وَالْخَيْرَاتِ الْمَالِيَّةِ مِنْ غَيْرِ اخلاص لله وفى الله بل للريا والسمعة فى سبيل الهدى ۔ (تفسیر روح البیان جلد اصفحہ ۲۷۸، مطبوعہ احیاء التراث العربی) ترجمہ: ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کیلئے کیا جاتا ہے خواہ وہ عبادات بدنیہ میں سے ہو یا مالیہ میں سے ہو جب وہ اللہ تعالیٰ کیلئے خالص نہ ہو بلکہ اس میں ریا، سمعہ اور خواہش پرستی ہو تو وہ ما اھل بہ لغیر اللہ کے زمرے میں داخل ہوگا۔

(5) تفسیر الکشاف :۔ علامہ محمود بن عمر الزمخشریؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: (وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ) أَيْ رُفِعَ بِهِ الصَّوْتُ لِلصَّنَمِ، وَذٰلِكَ قَوْلُ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ: بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰى ۔ (تفسیر: الکشاف جلد اصفحہ ۲۱۵)
ترجمہ: وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللہ یعنی بتوں کے نام کی آواز بلند کرتے تھے اور یہ اہل جاہلیت کا کلام تھا۔ یعنی کہا کرتے تھے۔ باسم اللات والعزیٰ۔ یعنی لات اور عزیٰ کا نام لے کر جانور کو ذبح کرتے تھے۔

(6) تفسیر خازن :۔ علاؤ الدین علی بن محمد البغدادیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

(وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ) يَعْنِي وَمَا ذُبِحَ لِلْأَصْنَامِ وَالطَّوَاغِيتِ وَأَصْلُ الْإِهْلَالِ رَفْعُ الصَّوْتِ وَذٰلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَرْفَعُونَ أَصْوَاتَهُمْ بِذِكْرِ

الِهَتِهِمْ اذا ذبحوا لها فجری ذلک مجری امرِهِمْ وحالِهِمْ حتیٰ قیل لکل ذابح مهل وان لم یجهر بالتسمیة۔ (تفسیر خازن جلد ا صفحہ ۱۰۳، مطبوعہ دار الفکر) ترجمہ: وما اھل بہ لغیر اللہ سے مراد ہر وہ جانور ہے جو اصنام یعنی پتھر کے بنے ہوئے بتوں اور طواغیت یعنی کفار کے جھوٹے خداؤں کیلئے ان کے نام پر ذبح کیا جائے اور اھلال کی اصل آواز کو بلند کرنا ہے اور وہ کفار بھی ہر ذبح کے وقت اپنے معبودوں کے ذکر کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کرتے تھے۔ پس اس کا اطلاق انکی دائمی عادت اور حال پر ہو گیا حتیٰ کہ ہر ذابح کو مھل کہا جانے لگا اگرچہ وہ بلند آواز سے کوئی نام نہ بھی بلند کرے۔

(7) تفسیر البحر المحیط:۔ عمدۃ النحاۃ والمفسرین اثیر الدین ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی الغرناطیؒ فرماتے ہیں۔ وما اھل بہ لغیر اللہ ای ما ذبح للاصنام والطواغیت قالہ ابن عباس و مجاھد وقتادۃ والضحاک او ماذکر علیہ اسم غیر اللہ قالہ الربیع بن انس وغیرہ او ماذکر اسم المسیح علیہ قالہ الزہری او ماقصد بہ غیر وجہ اللہ تعالیٰ للتفاخر والتباھی قالہ علی والحسن وروی ان علیا قال فی الابل التی نحرھا غالب ابو الفرزدق انھا مما اھل بھا لغیر اللہ فترکھا الناس راعی علی النیۃ فی ذلک و منع الحسن من اکل جزور ذبحتھا امراۃ للعبھا وقال انھا نحرت للصنم وسئلت عائشۃ من اکل مایذبحہ الاعاجم لاعیادھم ویھدون للمسلمین فقالت

لَاتَـاكُلُوُهُ وَكُلُوا من اشجارهم والذى يظهر من الاية تحريم ما ذبح
لغير الله فيندرج فى لفظ غير الله الصنم والمسيح والفخر واللعب
وَسمى ذلك اهلا لا لانهم يرفعون اصواتهم باسم المذ بوح له
عند الذبيحة ثم توسع فيه وكثر حتى صار اسمًا لكل ذبيحة جهر
عليها اولم يجهر كالا هلال بالتلبية صار علما لكل محرم رفع
صوته اولم يرفعه ومن حمل ذلك على ماذبح على النصب وهى
الاوثان اجاز ذبيحة النصرانى اذا سمى عليها باسم المسيح والى
هذا ذهب عطاء ومكحول والحسن والشعبى وابن المسيب
والاوزاعى والليث وقال ابو حنيفة و ابو يوسف و محمد وزفر وما
لك والشافعى لاتوكل ذبائحهم اذا سموا عليها اسم المسيح
وهو ظاهر قوله لغير الله كما ذكرناه لان الا هلال لغير الله هو
اظهار غير اسم الله ولم يفرق بين اسم المسيح واسم غيره وروى
عن على انه قال اذا سمعتم اليهود والنصارى يهلون لغير الله فلا
تاكلوا واهل مبنى للمفعول الذى لم يسم فاعله والمفعول الذى
لم يسم فاعله هو الجار والمجرور فى قوله به والضمير فى به عائد
على ما اذهى موصولة بمعنى الذى و معنى اهل هكذا اى صاح
فالمعنى وما صيح به اى فيه اى فى ذبحه لغير الله ثم صار ذلك
كناية عن كل ماذبح لغير الله صيح فى ذبحه اولم يصح كما ذكر

نَاہُ قَبلُ وَفِی ذَبِیحَۃِ المجوسی خلافٌ و کذالک فیما حرم علی الیھودی وَالنصرانی بالکتاب اما ماحرموہ باجتھادھم فذلک لنا حلالٌ وَ نقل ابنَ عطیۃ عن مالک الکراھۃ فیما سمیٰ علیہ الکتابی اِسمَ المسیح او ذبحہ لکنیسۃ ولا یبلغ بہ التحریم) (تفسیر بحرالمحیط، الجزءالاول صفحہ ۴۸۸)

ترجمہ:۔ وما اھل بہ لغیر اللہ یعنی'' وہ جانور جو بتوں اور طواغیت کیلئے ذبح کیئے گئے''۔ وما اھل۔۔ کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس، مجاہد قتادہ اور امام ضحاک نے فرمائی۔ امام ربیع بن انس نے فرمایا اس سے مراد ہر وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے امام زھری نے کہا اس سے مراد ہر وہ ذبیحہ ہے جس پر مسیح علیہ السلام کا نام لیا جائے۔ جناب علی اور حسن نے فرمایا۔ اس سے مراد ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنا مقصود نہ ہو بلکہ فخر اور ریا کاری مقصود ہو جناب علی سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ اونٹ جو غالب ابوالفرزدق نے ذبح کیے وہ ان جانوروں میں شامل ہیں جو ما اھل۔۔ کے تحت آتے ہیں۔ جناب حسن ان اونٹوں کے گوشت کھانے سے منع کرتے تھے جنہیں کوئی عورت بطور کھیل کے ذبح کرے اور فرمایا کہ یہ وہ ہیں جنہیں بت کیلئے ذبح کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ ان جانوروں کے گوشت کھانے کا کیا حکم ہے جنہیں کفار عجمی لوگ اپنی غیر اسلامی عیدوں یا تہواروں پر ذبح کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ھدیہ بھی کرتے ہیں آپ نے فرمایا انہیں نہ کھاؤ۔ بلکہ ان کی سبزیاں، ترکاریاں، فروٹ وغیرہ کھا لیا کرو'' وہ

مسئلہ جو اس آیہ کریمہ سے ظاہر ہے وہ یہ کہ جو جانور بھی غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے'' وہ وما اھل بہ۔۔ کے اندر داخل ہے''۔ غیر اللہ بت، مسیح، طواغیت، فخریہ کھیل وغیرہ سبھی کو شامل ہے اور اسے اھلال اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ مشرکین ذبح کے وقت اپنے مذبوح لہ (جس کیلئے وہ جانور ذبح کیا گیا) کا نام بلند کرتے تھے پھر اس لفظ میں وسعت آتی گئی حتی کہ ہر ذبیحہ کیلئے اسم بن گیا خواہ اس پر بلند آواز کے ساتھ نام لیا گیا ہو یا نہ۔ جیسا کہ تلبیہ کیلئے اھلال علم ہو گیا ہے ہر محرم کیلئے خواہ وہ بلند آواز سے تلبیہ کہے یا نہ اور وہ حضرات جنہوں نے وما اھل بہ۔۔ کا اطلاق ماذبح علی النصب (وہ جانو باطل معبودوں یعنی بتوں کے نشانات پر ذبح کیے گئے) پر کیا ہے انہوں نے نصرانی کے اس ذبیحہ کو جائز قرار دیا ہے جس پر مسیح کا نام لیا گیا۔ اس

طرف عطا، مکحول اوزاعی، حسن، شعبی ابن المسیب اور لیت وغیرہ گئے ہیں۔

اور ابوحنیفہ ابو یوسف، زمرے مالک اور شافعی اور امام محمد نے فرمایا کہ ''ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے جبکہ اس پر مسیح کا نام لیا گیا ہو'' اور یہ قول باری تعالیٰ لغیر اللہ کا بالکل ظاہری معنی ہے کیونکہ اھلال لغیر اللہ کا معنی ہی غیر اللہ کے نام کا اظہار ہے اور اس میں مسیح اور غیر مسیح کے نام میں کوئی فرق نہیں اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''جب تم یہودیوں اور عیسائیوں کو بوقت ذبح غیر اللہ کا نام بلند کرتے ہوئے پاؤ تو تم ان کا ذبیحہ مت کھاؤ''۔ وما اھل بہ لغیر اللہ کنایہ ہے ماذبح لغیر اللہ سے خواہ اس میں بلند آواز سے نام بلند کیا گیا ہو یا نہ اور مجوسی کے ذبیحہ میں اختلاف

ہے اسی طرح یہودیوں اور نصرانیوں پر کتاب میں حرام کیا گیا ہے اس میں اختلاف ہے وہ جانور جو انہوں نے اپنے اجتہاد سے حرام کیا ہے کہ آیا وہ ہمارے لئے حلال ہے؟ ابن عطیہ نے مالک سے کراہت نقل کی ہے اس ذبیحہ کے متعلق جس پر جناب مسیح کا نام لیا گیا ہے یا جسے کنیسہ کیلئے ذبح کیا گیا اور یہ درجہ حرام تک نہیں پہنچتا۔

(8) تفسیر روح المعانی:۔ العلامہ ابو الفضل شہاب الدین السید محمود الآلوسی البغدادیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ (وَمَا اهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰه) ای ماوقع متلبسا به ای بذبحه الصوت لغير الله تعالىٰ، واصل الاهلال عند كثير من اهل اللغة رؤية الهلال لكن لما جرت العادة ان يرفع الصوت بالتكبير اذا رؤ و سمى بذلك اهلالا، ثم قيل لرفع الصوت وان كان بغيره، والمراد، لغير لله تعالىٰ الصنم وغيره كما هو الظاهر، وذهب عطاء ومكحول والشعبى، والحسن وسعيد بن المسيب الىٰ تخصيص الغير بالاول وابا حوا ذبيحة النصرانى اذا سمى عليها باسم المسيح، وهذا خلاف ما اتفق عليه الائمة من التحريم وانما قدم به هنا لانه امس بالفعل واخر فى مواضع اخر نظر اللمعصود فيها من ذكر المستنكر وهو الذبح لغير الله عزشانه ۔ (تفسیر روح المعانی جلد الجزء الثانی صفحہ ۴۲)، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ)

ترجمہ: وما اهل به لغیر اللہ سے مراد ہے ہر وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ

کیلئے آواز بلند کی گئی ہواور کثیر اہل لغت کے ہاں اھلال سے مراد رویت ھلال ہے لیکن جب لوگوں کا یہ طریقہ بن گیا کہ وہ چاند دیکھتے ہی تکبیر یعنی اللہ اکبر بلند کرنے لگے تو اس عمل یعنی رویت ھلال کو اھلال کہا جانے لگا پھر صرف بلند آوازی کو اھلال کہا جانے لگا اگرچہ وہ غیر اللہ کا نام ہی کیوں نہ ہواور غیر اللہ سے مراد بت وغیرہ ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔عطاء، مکحول، شعبی، حسن، سعید بن مسیّب غیر سے پہلے والا معنی مراد لیتے ہیں اسی وجہ سے وہ نصرانی کا ذبیحہ جس پر جناب مسیح کا نام لیا گیا ہو مباح سمجھتے ہیں اور یہ اس مسئلہ کے خلاف ہے جس کی حرمت پر آئمہ کا اتفاق ہے

(9) تفسیر قرطبی الجزء الثانی صفحہ ۱۵۰:۔

ترجمہ": وما اھل بہ لغیر اللہ سے مراد ہے وہ جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو جیسے مجوسی، بت پرست اور معطل کا ذبیحہ، بت پرست بت کیلئے ذبح کرتا ہے، جوسی آگ کیلئے اور معطل کسی چیز پر اعتقاد ہی نہیں رکھتا، وہ اپنی ذات کیلئے ذبح کرتا ہے مجوسی جیسے آگ کیلئے ذبح کرے اور بت پرست جیسے بت کیلئے ذبح کرے علماء کا اتفاق ہے کہ وہ نہ کھایا جائے، امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں اگر مجوسی آگ کیلئے اور بت پرست بت کیلئے ذبح نہ بھی کرے تو پھر بھی وہ نہ کھایا جائے۔ابن عباس نے فرمایا۔ ما اھل بہ لغیر اللہ سے مراد وہ جانور جو باطل خداؤں کے نشانات اور بتوں کیلئے ذبح کیے جائیں نہ کہ وہ جس پر اسم مسیح ذکر کیا جائے اور عرب میں ذبح کے وقت مذبوح لہ کا نام بلند کرنے کی عادت ہوگئی تھی اور یہ ان کے استعمال میں عام ہوگیا حتی کہ اس میں نیت کا اعتبار کیا گیا جو اصل تحریم کی علت ہے تو دیکھا نہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان اونٹوں کے متعلق بھی نیت کی رعایت رکھتے ہیں جنہیں غالب ابوالفرزدق نے ذبح کیا تھا آپ نے فرمایا یہ بھی اسی قبیل سے ہے جنہیں غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا تو لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا ابن عطیہ نے کہا میں نے حسن بن ابی الحسن کی اخبار میں دیکھا ان سے ایک امیر عورت کے متعلق سوال کیا گیا کہ اس نے کھیل کیلئے ایک بہت بڑے فنکشن کا اہتمام کیا اور اس میں اونٹ ذبح کیے تو آپ نے فرمایا کہ وہ نہ کھایا جائے اس لئے کہ وہ

بت کیلئے ذبح کیا گیا ہے حضرت عائشہ صدیقہ سے سوال کیا گیا کہ ہمارے ہاں کچھ عجمی غیر مسلم لوگ ہیں جب ان کی عید ہوتی ہے تو وہ ہمیں تحفہ بھیجتے ہیں ہم کیا کریں آپ نے فرمایا جو وہ جانور اس دن کیلئے ذبح کرتے ہیں انہیں نہ کھایا کرو ان کی سبزیاں، ترکاریاں اور فروٹ وغیرہ کھالیا کرو" (تفسیر قرطبی الجزء الثانی صفحہ ۱۵۰)

(10) تفسیر النسفی :۔ امام عبداللہ احمد بن محمود النسفیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

۔

(وَمَا اُهِلَّ بِهِ لغير الله) اى ذُبح للاصنام فذُكِرَ عليه غيرُ اسم الله واصل الاهلال رفع الصوت اى رَفَعَ به الصوت للصنم وذلك قول اهل الجاهلية باسم اللات والعزىٰ . (تفسير النسفى جلد اول صفحه ۷۰)، مطبوعه : دار احياء الكتب العربيه

ترجمہ: وما اهل به لغير الله سے مراد ہے وہ جانور جو بتوں کیلئے ذبح کیا گیا ہو اور اس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اھلال کا اصل آواز بلند کرنا یعنی بت کیلئے آواز بلند کرنا

اور یہ اہل جاہلیت کا قول تھا۔ باسم اللات والعزی یعنی عزیٰ اور لات کے نام سے

(11) تفسیر الکبیر امام فخر الدین الرازیؒ اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ: ''وما اھل بہ لغیر اللہ، اصمعی نے کہا۔ اھلال کی اصل آواز بلند کرنا ہے تو ہر اپنی آواز بلند کرنے والا المحل (اھلال کرنے والا) ہے۔ یہ اھلال کا لغوی معنی ہے پھر محرم کو بھی مھل کہا جانے لگا کیونکہ وہ بھی احرام کے وقت تلبیہ کے ساتھ آواز بلند کرتا ہے یہ ہے معنی اھلال۔ کہتے ہیں کہ فلاں نے حج یا عمرہ کا اھلال کیا یعنی اس نے ان کا احرام باندھا اور ذابح کو بھی مھل کہتے ہیں کیونکہ عرب ذبح کے وقت بتوں کا نام لیتے اور ان کے ذکر کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کرتے۔ تو ما اھل بہ لغیر اللہ کا معنی ہوا جو بت کیلئے ذبح کیا جائے اور یہ قول مجاھد، ضحاک اور قتادہ کا ہے۔ جناب ربیع بن انس اور ابن زید نے کہا ہر وہ جانور جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے اور یہ اولی قول ہے کیونکہ لفظ کے ساتھ اسکی مطابقت زیادہ ہے علماء نے فرمایا اگر کوئی مسلمان کوئی جانور ذبح کرے اور اس سے اس کا مقصود غیر اللہ کا تقرب ہو تو وہ مرتد ہو جائے گا اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہوگا اور اہل کتب کے علاوہ بقیہ لوگوں کے ذبیحوں کا بھی یہی حکم ہے۔ رہ گئے اہل کتب کے ذبیحے تو وہ حلال ہیں بمطابق فرمان الٰہی۔ وَطَعَامُ الَّذِينَ اُوتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۔ یعنی اہل کتب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔ (تفسیر کبیر الجزالخامس صفحہ۱۲)

قارئین محترم! معتبر ترین تفاسیر سے آپ نے وما اھل بہ لغیر اللہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائی ہمارا مخالفین سے صرف ایک ہی سوال ہے کہ کیا ان مفسرین میں سے کسی ایک نے

بھی کہیں بھی اس آیت سے گیارہویں شریف ناجائز یا نعوذ باللہ حرام ہونے کا استدلال کیا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو خدارا اپنی آخرت بچائیں مسلمان کا ہر کام اللہ کی رضا کیلئے ہوتا ہے اور کسی بھی بزرگ کے نام کے بکرے یا جانور کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ ان کے ایصال ثواب کیلئے ہے۔

(ضروری نوٹ)

باب اول کلمہ شریف کے فضائل میں اور اسی باب کے دوسرے موضوع ''یدعون من دون اللہ'' کے معانی متعینہ ''یعبدون من دون اللہ'' کے دلائل میں انتہائی عرق ریزی سے صحابہ کرام میں سے بھی صرف تفسیر قرآن میں بالخصوص دعاء نبوی کی حامل شخصیت حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی معتبر ترین تفسیر بیان کی گئی ہے تفسیر ابن عباس کے رواۃ سے مروی مختلف تفاسیر عربی میں بازار میں شائع اور دستیاب ہیں۔ نور الھدیٰ میں بفضلہٖ تعالیٰ حضرت ابن عباس سے مروی تفسیر کی صرف وہ سند اور روایت انتخاب کی گئی ہے کہ جو امام بخاری نے بخاری شریف کتاب التفسیر میں سیدنا ابن عباس سے تفسیر میں اور مشکل الفاظ قرآن کے معانی میں آپ سے نقل کرنے میں اختیار کی ہے۔ کتاب ہذا میں پہلے باب میں درج کردہ تفسیر ابن عباس کے سلسلہ میں محولہ تفاسیر کے مصنفین کے سال وفات کے ساتھ مقام طبع وسن اشاعت کی تفصیل بھی یہاں دی جارہی ہے تا کہ تخریج کیلئے ان مراجع وماخذ میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

1۔ تفسیر جامع البیان عن تاویل آیات القرآن لابن جریر طبری از ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310 ہجری ایڈیشن 1964 مطبع دار المعارف قاھرہ

2۔ تفسیر ابن کثیر از عماد الدین ابن کثیر متوفی 1373 ہجری مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ

3۔ تفسیر در منثور للسیوطی متوفی 911 ہجری مطبوعہ دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر بیروت

4۔ تفسیر اتقان فی علوم القرآن از امام سیوطی متوفی 911 ہجری بمطابق 1505ء طبع المصریۃ العامہ للکتاب سن اشاعت 1394 ہجری

5۔ تفسیر الجامع لاحکام القرآن از امام قرطبی اندلسی متوفی 671 ہجری مطبوعہ دار الشعب قاہرہ 1969ء

6۔ تفسیر ابن عباس صحیفہ بروایت علی ابن ابی طلحہ مطبوعہ موسستہ الکتب الثقافیہ 1993ء بیروت لبنان

پہلے باب میں جن کتب حدیث کے حوالے آئے ہیں

1۔ الاسماء والصفات از امام بیہقی متوفی 458 ہجری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت سن اشاعت 1984ء

2۔ طبرانی شریف ۔از ابو القاسم سلیمان بن احمد متوفی 360 ہجری مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ایڈیشن 1987ء

3۔ البعث والنشور از امام بیہقی متوفی 458 ہجری مطبوعہ موسستہ الکتب الثقافیہ بیروت ایڈیشن 1986ء

4۔ شرح بخاری ارشاد الساری للقسطلانی متوفی 923 ہجری المطبعۃ الامیریہ قاھرہ سن اشاعت 1325 ہجری۔

5۔ فتح الباری شرح بخاری از امام ابن حجر عسقلانی متوفی 852 ہجری۔ تحقیق محب الدین الخطیب دار المطبعۃ السّلفیہ۔ نشر دار الریان للتراث۔ طبعہ ثالثہ 1407 ہجری

ضمیمہ

نور الھدیٰ کے حوالہ جات اب متعلقہ کتاب کے باب اور فصل کی سہولت کے ساتھ: دیکھا گیا ہے

کہ مختلف اردو اور عربی ایڈیشن میں جلد اور صفحہ نمبر کا اختلاف بوقت ضرورت حوالہ تلاش کرنے میں وقت کا سبب بنتا ہے۔ لہذا علماء اپنی سہولت کیلئے کتب صحاح کے نور الھدیٰ میں دیئے گئے چند ضروری حوالے اصل کتاب کے نام کے ساتھ باب، فصل اور پارہ کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں تا کہ حوالہ تلاش کرنے میں کوئی دقت نہ رہے۔

☆ ٹائٹل پر حدیث کیلئے ملاحظہ ہو۔ بخاری شریف پارہ نمبر 16 کتاب المغازی باب احد یحبنا۔

(1) پہلے باب ''ردِ شرک واثبات توحید'' میں سورہ اخلاص کے فضائل میں حوالے یوں ہیں۔

☆ مشکوۃ شریف ج 1 ص 467 کا حوالہ مشکوۃ کتاب فضائل القرآن فصل دوم اور مشکوٰۃ ج 1 ص 468 کا حوالہ بھی اسی فصل میں

☆ مشکوۃ ج 1 ص 473 کے حوالے کیلئے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ۔ کتاب فضائل القرآن۔ فصل سوم

☆ مشکوۃ ج 1 ص 461 کیلئے مشکوۃ فضائل القرآن فصل اول

(2) حضور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ مختار کل ہیں۔ اس باب میں بخاری جلد 2 ص 550 کیلئے ملاحظہ ہو بخاری پارہ نمبر 16 کتاب المغازی باب احد یحبنا

☆ ابن ماجہ ج 1 ص 364 کیلئے ملاحظہ ہو ابن ماجہ ج 1 باب نمبر 374 ماجاء فی صلوٰۃ الکسوف

☆ ابن ماجہ ج 1 ص 414 کیلئے ملاحظہ ہو ابن ماجہ جلد اول ابواب ما جاء فی الجنائز میں باب ماجاء فی عیادۃ المریض

☆ ابن ماجہ ج 2 ص 372 کیلئے ملاحظہ ہو ابن ماجہ کتاب اللباس باب 574 لباس رسول اللہ ﷺ

☆ مشکوٰۃ مترجم ج 1 ص 73 کیلئے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ ج 1 کتاب العلم فصل سوم

☆ ترمذی ج 1 ص 352 مترجم کیلئے ملاحظہ ہو ترمذی ج 1 ابواب الزکوٰۃ باب

نمبر 430 ماجاء فی زکوٰۃ الذھب والورق

(3) مسئلہ وسیلہ والے باب میں مشکوٰۃ شریف کی حدیث جس میں چالیس ابدال کا شام میں ہونا مذکور ہے، کیلئے ملاحظہ ہو مشکوۃ کتاب الفتن باب ذکر الیمن والشام فصل سوم

(4) مسئلہ بدعت میں مذکور حدیث یقولون من قول خیر البریہ کیلئے ملاحظہ ہو ترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی صفۃ المارقۃ

☆ اسی باب میں نماز تراویح کے بارے حضرت عمر کے فرمان نعمت البدعۃ ہذہ کیلئے ملاحظہ ہو مشکوۃ جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب قیام اللیل فی رمضان

(5) باب پنجم معمولات اہلسنّت میں

☆ پہلے ہی عنوان ''قدم بوسی یا دست بوسی شرک نہیں'' کے حوالے ملاحظہ ہوں

☆ ابن ماجہ ج 2 ص 404 کیلئے دیکھیں ابن ماجہ ابواب الادب، باب المصافحہ

☆ ابوداؤد ج 2 ص 324 کیلئے دیکھیں ابوداؤد پارہ نمبر 16 باب فی التولی یوم الزحف

☆ ابن ماجہ ج 2 صفحہ 404 پر ہی ہاتھ چومنے کا ایک اور حوالہ ہے دیکھیں ابن ماجہ باب 636 الرجل یقبل ید الرجل

☆ ترمذی مترجم ج 1 ص 510 کیلئے دیکھیں ترمذی جلد اول ابواب الجنائز باب 673 ماجاء فی تقبیل المیت

☆ مشکوٰۃ ج 1 ص 345 کیلئے دیکھیں مشکوٰۃ جلد اول باب مایقال عند من حضرہ الموت فصل دوم

☆ ابن ماجہ ج 2 ص 230 کیلئے ابن ماجہ ابواب المناسک باب 334 الدعا بعرفۃ

(6) تقلید ائمہ اربعہ کے باب میں یہ دو ضروری حوالے ملاحظہ ہوں

☆ مشکوٰۃ مترجم ج 1 ص 61 کیلئے مشکوٰۃ جلد اول باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل سوم

☆ ابن ماجہ ج 2 ص 241 کیلئے ابن ماجہ کتاب المناسک باب 354 الخطبہ یوم النحر

(7) تعمیرات گنبد کے باب میں شرح حدیث کے تین مسلمہ اصول کے ضمن میں مترجم ابوداؤد ج 3 ص 34 کیلئے دیکھیں ابوداؤد پارہ نمبر 22 باب فی النہی عن الحکرۃ

عوامِ اہلسنّت کی خصوصی توجہ کیلئے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتاویٰ مبارکہ

مزاراتِ اولیاء پر حاضری کے آداب

(1) مزارات پر حاضری کے آداب کے سلسلے میں جب امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے سوال کیا گیا تو اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا: مزارات شریف پر حاضری کے وقت قدموں کی طرف سے جائے اور صاحب مزار کے چہرہ کی طرف کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو اور درمیانی آواز سے باادب سلام عرض کرے ''السلام علیک یا سیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' پھر درود ۳ بار، الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۃ اخلاص ۷ بار، پھر درود ۳ بار اور اگر وقت ہو تو سورۃ یٰسین اور سورۃ ملک بھی تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ الٰہی! اس قراءت پر مجھے اتنا ثواب عطا فرما جو تیرے کرم کے قابل ہے نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندہ مقبول کو عطا فرما۔'' پھر اپنی جو جائز حاجت ہو اس کیلئے دعا کرے اور صاحبِ مزار کی روح کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ بنائے پھر اسی طرح سلام عرض کرتے ہوئے واپس آجائے۔ مزار شریف کو نہ ہاتھ لگائے نہ بوسہ دے، اور نہ طواف کرے کہ طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۵۲۲)

(2) بوسۂ قبر، طوافِ قبر اور سجدہِ تعظیمی کی شرعی حیثیت

دوسری جگہ اس سوال کے جواب میں کہ بوسۂ قبر اور طوافِ قبر اور سجدہ تعظیمی کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

امام الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں بلاشبہ کعبہ شریف کے علاوہ کسی اور جگہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ منع ہے خصوصاً مزاراتِ اولیاء کرام کے بارے میں علماء کرام نے وضاحت کی کہ قبر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر قبر کو بوسہ دینا کس طرح جائز ہوگا (احکام شریعت صفحہ ۲۳۴)

(3) مزاراتِ اولیاء پر چراغ جلانا، ڈھول ساز بھنگڑے کے ساتھ چادریں چڑھانا

امام اہل سنت، قاطع شرک و بدعت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اس سوال کے جواب میں کہ مزاراتِ اولیاء پر چراغ جلانا، روشنی کرنا، رنگین چادریں ڈھول ساز بھنگڑے کے ساتھ چڑھانا اور مختلف اشیاء مثلاً شیرینی یا چاول وغیرہ قبروں پر رکھ کر فاتحہ دینا قرآن وحدیث کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد فرماتے ہیں کہ اصل میں اعمال کا دارومدار نیت پر ہے جیسا کہ حدیث پاک

میں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''انما الاعمال بالنیات''۔ اعمال کے ثواب کا مدار نیتوں پر ہے اور جو کام دینی اور دنیاوی فائدے سے خالی ہو وہ نفع بخش نہیں اور جو چیز نفع بخش نہ ہو مکروہ ہے۔ ایسے کام میں مال خرچ کرنا فضول خرچی ہے اور فضول خرچی حرام ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (الاعراف پ ۸) ترجمہ:۔ فضول خرچی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

اور مسلمانوں کو نفع پہنچانا بلاشبہ شریعت میں پسندیدہ عمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تم میں سے جو اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو ضرور پہنچائے (مسلم)

اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم ضروری ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ ۔ (الحج پ ۱۷) ترجمہ:۔ جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم بجالا[illegible] تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَنْ یُّعَ[illegible]مْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (الحج پ ۱۷) ترجمہ:۔ جو اللہ کی حرمتو[illegible] کی تعظیم بجالائے تو یہ اس کے رب کے پاس اس کے لئے بہتر ہے۔

اور قبورِ اولیاء کرام وصلحا[illegible] عظام بلکہ عام مومنین کی قبریں بھی ادب وتکریم کی ضرور مستحق ہیں لہٰذا ان پر بیٹھنا، چلنا، پاؤں رکھنا اور ان سے تکیہ لگانا منع ہے۔

امام احمد وحاکم وطبرانی [illegible]ند ومستدرک وکبیر میں عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند

حسن راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا ''او قبر والے قبر پر سے نیچے اتر آ، نہ تو صاحبِ قبر کو تکلیف دے اور نہ وہ تجھے تکلیف دے''۔

امام احمد کی روایت کے الفاظ کا ترجمہ کچھ یوں ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے قبر پر تکیہ لگائے دیکھا تو فرمایا اس قبر والے کو تکلیف نہ دے یا فرمایا اسے نہ ستا'' رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں'' یہ کہ میں آگ پر چلوں یا اپنا جوتا اپنے پاؤں سے گانٹھوں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر چلوں'' (ابن ماجہ)

یہ پانچ شریعت کے اصول ہیں اوپر پوچھے گئے سوالوں کے جوابات انہیں پر مبنی ہیں قبر پر چراغ جلانے سے اگر اس کے حقیقی معنی مراد ہیں یعنی خاص قبر پر رکھ کر جلانا تو مطلقاً ممنوع ہے اور اولیاء کرام کے مزارات پر اور زیادہ ناجائز ہے کیونکہ اس میں بے ادبی اور گستاخی ہے اور میت کے حق میں تصرف اور دست اندازی ہے، اور اگر قبر سے جدا روشن کریں اور وہاں نہ کوئی مسجد ہے، نہ کوئی شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہے، نہ وہ قبر راستے میں واقع ہے اور نہ ہی کسی ولی کامل اور عالم دین کا مزار ہے غرض کسی فائدہ اور حکمت کی امید نہیں تو بحکم اصل دوم ناجائز ٹھہرا۔ جبکہ اس کے ساتھ جاہلانہ عقیدہ رکھے کہ اس چراغ سے میت کو روشنی پہنچے گی ورنہ اندھیرے میں رہے گا کہ اس فضول خرچی کے ساتھ عقیدہ بھی فاسد ہوا (والعیاذ باللہ)

اور اگر وہاں مسجد ہے یا تلاوت قرآن یا ذکر خدا کرنے والے ہوں یا قبر راستے میں ہو اور نیت یہ ہو کہ گذرنے والے روشنی دیکھ کر سلام اور ایصال ثواب سے خود بھی

فائدہ اٹھائیں گے اور صاحبِ قبر کو بھی فائدہ پہنچائیں گے یا اس لئے کہ وہ مزار ولی کامل یا عالم دین کا ہے اور روشنی سے عوام کی نگاہ میں ادب وجلال پیدا کرنا مقصود ہے تو ہرگز منع نہیں بلکہ مذکورہ باقی چار اصولوں کی روشنی میں مستحب ہے بشرطیکہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔ مجمع البحار میں ہے اگر مسجد وغیرہ کوئی ایسی چیز ہو جس میں اس چراغ سے فائدہ ہوتا ہو تو تلاوت اور ذکر کیلئے تو چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی ''حدیقہ ندیہ'' میں فرماتے ہیں یعنی قبور میں شمعیں روشن کرنے کی ممانعت صرف اس حالت میں ہے کہ فائدے سے بالکل خالی ہو ورنہ اگر قبرستان میں سجدہ ہو یا قبر راستے میں ہو وہاں کوئی بیٹھا ہو یا کسی ولی یا عالم محقق کا مزار ہو کہ اس کی روح مبارک اس کے بدن پر اس طرح پرتو ڈال رہی ہے جیسے سورج کی شعاعیں زمین پر۔ اس کی تعظیم کیلئے شمعیں روشن کرنا تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ ولی اللہ کا مزار ہے اس سے برکت حاصل کریں اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو تو یہ بات جائز ہے جس سے اصل میں ممانعت نہیں اور دارومدار نیتوں پر ہے۔

انہی اصولوں سے مزاراتِ اولیاء کرام پر چادر ڈالنے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے عوام الناس میں عام مسلمانوں کی قبروں کی حرمت باقی نہ رہی آنکھوں سے دیکھا کہ بغیر تکلف ناپاک جوتے پہنے مسلمانوں کی قبروں پر دوڑتے پھرتے ہیں اور دل میں خیال بھی نہیں آتا کہ یہ کس کے عزیز کا جسد خاکی پاؤں تلے ہیں اور ہمیں بھی کبھی

اسی قبر کی خاک میں سونا ہے اور بار ہا دیکھا کہ جاہل لوگ قبروں پر بیٹھ کر جوا کھیلتے ہیں فحش گفتگو کرتے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں اور بعض لوگ تو معاذ اللہ مسلمانوں کی قبروں پر پیشاب کرنے میں بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

لہٰذا دین کا درد رکھنے والوں نے مزارات اولیاء کرام کو بے ادبی سے محفوظ رکھنے اور جاہلوں کو ان مزارات کی بے حرمتی کی جسارت سے بچانے کیلئے حکمت اسی میں سمجھی کہ اولیاء کرام کے مزارات عام قبروں سے ممتاز رہیں اور عوام کی نظر میں اولیاء کی ہیبت و عظمت قائم رہے تا کہ وہ بے ادبی و گستاخی کر کے ہلاک ہونے سے بچیں۔

"من عادیٰ لِیَ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ" (بخاری)۔ جس نے کسی میرے ولی سے عداوت رکھی میں (اللہ) اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔

اس لئے علماء کرام نے قرآن کریم کو سونے سے مزین کرنا اچھا سمجھا ہے کہ دنیا دار لوگ اسی ظاہری زینت سے متاثر ہو کر جھکتے ہیں غور کریں تو غلافِ کعبہ شریف میں بھی ایک بڑی حکمت یہی ہے، مزاراتِ اولیاء و علماء کو بے حرمتی اور بے ادبی سے محفوظ رکھنے کیلئے علماء نے چادر ڈالنے، روشنی کرنے، امتیاز دینے اور عوام کے دلوں میں عظمت پیدا کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ اب ان چیزوں سے منع کرنے والے یا تو کم عقل، جاہل اور حالاتِ زمانہ سے بالکل غافل ہیں یا وہی بے ادب محروم ہیں جن کے دلوں میں اولیاء کی عظمت کا فقدان ہے۔ (والعیاذ باللہ رب العالمین)

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے رسالہ "طوالع النور فی حکم السرج علی القبور" میں ان مسائل کو آیۃ کریمہ "ذالک ادنی ان یعرفن فلا یوذین" (الاحزاب پ ۲۲) "یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو وہ اذیت نہ دی جائیں" سے استنباط کیا۔ وللہ الحمد۔ سیدی علامہ ابن عابدین شامی "تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ" میں "کشف النور عن اصحاب القبور" تصنیف لطیف امام علامہ سیدی نابلسی قدس سرہ سے نقل فرماتے ہیں لیکن ہم اس وقت یہ کہتے ہیں کہ اگر اس سے مقصود عوام کی نگاہ میں مزاراتِ اولیاء کی تعظیم پیدا کرنی ہوتا کہ جس مزار پر کپڑے اور عمامے رکھے دیکھیں اسے مزارِ ولی سمجھ کر اسکی بے ادبی سے بچیں اور زیارت کرنے والے یاد الٰہی سے غافل لوگوں کے دلوں میں خشوع وادب پیدا ہو کیونکہ مزارات اولیاء کرام کے پاس حاضری میں ان کے دل ادب کیلئے نرم نہیں ہوتے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ مزارات کے پاس اولیاء کرام کی روحیں حاضر ہوتی ہیں تو اس نیت سے چادر ڈالنا جائز کام ہے جس سے منع نہیں کرنا چاہیے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہو۔

چادروں کے سرخ سبز ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں بلکہ ریشمی ہونا بھی ٹھیک ہے کہ وہ پہننا نہیں البتہ ساز (ڈھول، ناچ بھنگڑا) ناجائز ہیں اور جب مزار پر پہلے ہی چادر موجود ہو کہ نہ تو پھٹی ہو اور نہ ہی خراب ہوئی ہو کہ بدلنے کی ضرورت ہو تو بے کار چادر چڑھانا فضول ہے بلکہ جو رقم اس چادر میں خرچ کریں اسے ولی کامل کی روح کو ایصال ثواب کیلئے محتاج کو دے دیں ہاں جہاں یہ معمول ہو کہ مزارات پر

چڑھائی ہوئی چادریں جب حاجت سے زائد ہوں تو خدام، مساکین اور حاجتمند لے لیتے ہوں اور اس نیت سے ڈالے تو کوئی حرج نہیں کہ یہ صدقہ بھی ہوگیا۔ فاتحہ کا کھانا قبروں پر رکھنا تو ویسے ہی منع ہے جیسا کہ چراغ قبر پر رکھ کر جلانا اور اگر قبر سے علیحدہ رکھیں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احکام شریعت صفحہ ٦٧)

(4) قبر پر اگربتی جلانے کی شرعی حیثیت

امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی قبر پر اگربتی جلانے کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگربتی جلانا اگر قرآن کریم کی تلاوت کے وقت تعظیم قرآن کیلئے ہو یا وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کی ترویح کیلئے ہو تو مستحسن ہے ورنہ فضول اور مال کا ضائع کرنا۔ میت کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد نہم)

(5) قبر پر پھول ڈالنا جائز ہے کیونکہ جب تک وہ تر رہیں گے تسبیح کرتے رہیں گے جس سے میت کا دل بہلتا رہے گا رحمت اترتی رہے گی فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ قبروں پر گلاب اور پھولوں کا رکھنا اچھا ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں اور رد المختار علی الدر المختار میں ہے کہ پھول جب تک تر رہے تسبیح کرتا رہتا ہے جس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم)

(6) مزارات کے سامنے حد رکوع تک جھکنا منع ہے

مزارات کے سامنے حد رکوع تک جھکنے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

مزارات کو سجدہ یا اس کے سامنے کی زمین چومنا حرام اور حد رکوع تک جھکنا ممنوع ہے۔

زیارتِ روضہ انور سید عالم ﷺ کے وقت نہ دیوار کریم کو ہاتھ لگائے، نہ چومے، نہ اس سے چمٹے، نہ طواف کرے، نہ زمین چومے کہ یہ سب بدعات قبیحہ ہیں۔

آپ نے فرمایا ''شرح لباب میں ہے رہا مزار کو سجدہ تو وہ حرام قطعی ہے تو جاہل زائرین کے فعل سے دھوکہ نہ کھائے۔ بلکہ علماء باعمل کی پیروی کرے۔ مزار کو سجدہ تو درکنار کسی کے سامنے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا بھی جائز نہیں اگر چہ قبلہ کی طرف ہو۔

مقبرے میں نماز مکروہ ہے کہ اس میں غالباً کسی قبر کو منہ ہوگا اور قبر کی طرف نماز مکروہ ہے۔ امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ ایک اور فقہی حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ قبرستان میں جب کوئی جگہ نماز کیلئے تیار کی گئی ہو اور وہاں قبر نہ ہو اور نہ نجاست ہو مگر اس کا قبلہ قبر کی طرف ہو تب بھی نماز مکروہ ہے۔ ''الزبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجدہ و التحیۃ